

ائمہ حضرات کے لیے مساجد میں درس و وعظ کے لیے ناوبر تحفہ

شرح

# الاعین نووی



تألیف

امام مخی الدین ابی زکریا بن شرف نووی رحمہ اللہ

۶۸۶-۶۳۱ھ

شرح

مفت مولانا سراج محمد ناصر الدین ناصر المدنی عطاری



پروگریسو بکس

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائل میں حاصل  
کرنے کے لئے

”فقہ حنفی PDF BOOK“

چینل کو جوائن کریں

<http://T.me/FiqahHanfiBooks>

عقائد پر مشتمل پوسٹ حاصل کرنے کے لئے

تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن کریں

<https://t.me/tehqiqat>

علماء اہلسنت کی نایاب کتب گوگل سے اس لنک

سے فری ڈاؤن لوڈ کریں

[https://archive.org/details/](https://archive.org/details/@zohaibhasanattari)

[@zohaibhasanattari](https://archive.org/details/@zohaibhasanattari)

طالب دعا۔ محمد عرفان عطاری

زohaib حسن عطاری



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

# شرح اربعین نوویؒ

نام کتاب ————— شرح اربعین نوویؒ

۶۸۶-۶۳۱ھ

تالیف ————— امام منی الذین انی ذکرنا بن شرف نوویؒ

شراح: ————— علامہ ابوالتراب محمد ناصر الدین ناصر الدینی عطاری

ناشر ————— چوہدری غلام رسول

پرینٹرز ————— آصف صدیق، پرنٹر

قیمت ————— 450 روپے

ملنے کے پتے

المسلم بک ٹریڈ

۱۲- گنج بخش روڈ لاہور فون 042-37112941  
0323-8836776

ملت چابی گیشز

فصل مسجد اسلام آباد 051-2254111 Ph:

E-mail: millat\_publication@yahoo.com

شیروم ملت چابی گیشز دوکان نمبر 5- مکہ سنٹر نیو اردو بازار لاہور 0321-4146464  
Ph: 042-37239201 Fax: 042-37239200



## فہرست

صفحہ	عنوانات
21	☆ انتساب
22	☆ ابتدائیہ
23	☆ علماء کی فضیلت کے بارے میں اقوال صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم
25	☆ مدینہ
26	☆ امام نووی علیہ رحمۃ اللہ القوی کا تعارف
26	☆ نام و نسب:
26	☆ ولادت باسعادت و پرورش:
26	☆ تعلیم و تربیت:
27	☆ راہ علم میں مشقتیں:
27	☆ زہد و تقویٰ:
28	☆ خوف خدا:
29	☆ عاجزی و انکساری:
29	☆ علم طب کیوں چھوڑا؟
30	☆ ابلیس لعین کا حملہ:
30	☆ وقت کی قدر:
31	☆ وسعت مطالعہ:
31	☆ امام نووی کی چند مشہور کتب:



صفحہ	عنوانات
32	☆ پیاری پر صبر:
32	☆ عظیم لایا:
32	☆ متعلقین کے لئے خوشخبری:
33	☆ باادب بانصیب:
33	☆ امام نووی کی کرامات:
34	☆ انوکھے درندے:
34	☆ مرض جاتا رہا:
34	☆ راتوں رات رواجیہ سے مکہ مکرمہ:
35	☆ دل کی بات جان لی:
35	☆ وصال پر ملال:
37	☆ بعد وصال خواب میں زیارت
37	☆ نفس کی مخالفت پر انعام خداوندی:
37	☆ ولی کی بے ادبی کا انجام:
37	☆ ملی نے زبان کھینچ لی:
39	☆ مقدمہ الامام النووی علیہ رحمۃ اللہ القوی
	(1) الحدیث الأول:
44	اعمال کا دار و مدار
44	☆ حکیم الامت کے مدنی پھول
46	☆ امام شافعی کے نزدیک نیت
47	☆ امام اہل سنت کے مدنی پھول
52	☆ اچھی نیت کا پھل اور بُری کا وبال
53	☆ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ



صفحہ	عنوانات
53	☆ الاعلام
54	☆ اس حدیث کی حیثیت
54	☆ یہ اُمّ الاحادیث ہے
55	☆ سبب ارشاد
55	☆ الاعمال
56	☆ نیات
56	☆ ارادہ، عزم، قصد
57	☆ امام شافعی کا مذہب
57	☆ امام شافعی کا استدلال
58	☆ جواب
59	☆ احتاف کا استدلال
60	☆ نیت کا ثواب
62	☆ تفریع
62	☆ ہجرت کے معنی
62	☆ دنیا
63	☆ ہجرت کے اقسام
64	☆ علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:
65	☆ علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:
	(2) الحدیث الثانی:
67	جبریل علیہ السلام کے سوالات
69	☆ حکیم الامت کے مدنی پھول
73	☆ تکمیل



77

☆ نکات

88

☆ (۶) عبادت کے معنی

95

☆ علامات قیامت

97

☆ علوم خمسہ کی بحث

## (3) الحديث الثالث:

105

ارکان اسلام

105

☆ حکیم الامت کے مدنی پھول

106

☆ تشریحات

106

☆ بنی الاسلام

107

☆ بنی الاسلام علی خمس

## (4) الحديث الرابع:

109

انسان کی خلقت اور تدریجی مراحل

110

☆ حکیم الامت کے مدنی پھول

112

☆ تخلیق انسانی کے مراحل

113

☆ تقدیر کا لکھا

## (5) الحديث الخامس:

117

کامل دین

117

☆ حکیم الامت کے مدنی پھول

118

☆ بدعت کا لغوی معنی

119

☆ بدعت کی (اصول شرع کے اعتبار سے) دو اقسام ہیں:

119

☆ پھر بدعت کی مزید پانچ اقسام ہیں

119

☆ (1) بدعت واجبہ:



صفحہ	عنوانات
119	☆ (2) بدعت مستحبہ:
120	☆ (3) بدعت مباحہ:
120	☆ (4) بدعت مکروہہ:
120	☆ (5) بدعت عمرہ:
121	☆ حکیم الامت کے مدنی پھول
121	☆ بدعت
123	☆ بدعت سیئہ کی تعریف
124	☆ بدعت کا شرعی معنی اور اقسام
134	☆ بدعات حسنہ اور مصالح مرسلہ
138	☆ بدعت حسنہ کی وجہ اخترا اور بدعت سیئہ کا مصداق
143	☆ ایک شبہ کا ازالہ
145	☆ قرون ثلاثہ پر سنت و بدعت کا مدار
	(6) الحدیث السادس:
148	☆ شبہات سے پرہیز
149	☆ حکیم الامت کے مدنی پھول
150	☆ دل کے لشکر
153	☆ دل کی اصلاح کی ضرورت
	(7) الحدیث السابع:
154	☆ دین خیر خواہی ہے
154	☆ حکیم الامت کے مدنی پھول
156	☆ خیر خواہی
156	☆ خیر خواہی کا انوکھا انداز



## (8) الحدیث الثامن:

## قتال کی حد

- 158 ☆ حکیم الامت کے مدنی پھول
- 158 ☆ حقیقت توحید اور اس کے درجات کا بیان
- 160 ☆ توحید توکل کی اصل ہے
- 160 ☆ مراتب توحید:
- 161 ☆ ان مراتب کی تفصیل
- 162 ☆ مسائل فقہیہ

## (9) الحدیث التاسع:

## بلا ضرورت سوال نہ کریں

- 165 ☆ حکیم الامت کے مدنی پھول
- 166 ☆ امام اہل سنت کے مدنی پھول
- 168 ☆ نبی کریم ﷺ کا اختیار
- 170 ☆ نبی کریم ﷺ کی اجازت خاص
- 171 ☆ تین دن کی عدت
- 174 ☆ تعلیم قرآن بطور مہر
- 175 ☆ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شرعی امور میں تصرف
- 177 ☆ سید عالم ﷺ کی عنایت خاص
- 180 ☆ نبی کریم ﷺ کی رخصت خاص
- 181 ☆ ریشمی کپڑے پہننے کی اجازت



- ☆ حضرت علی پر کرم خاص 182
- ☆ حضرت برادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطاے خاص 183
- ☆ حضور داتاے غیوب رضی اللہ عنہ کی غیبی خبر 185
- ☆ سرکار رضی اللہ عنہ کا علم غیب 187
- ☆ شیخ محقق کے مدنی پھول 187
- ☆ امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کرم خاص 189
- ☆ دھوکے سے نجات 191
- ☆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر کرم خاص 191
- ☆ چچا زاد بہن ضباعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے اجازت خاصہ 194
- ☆ امت پر شفقت 200
- ☆ عشاء کی نماز اور رحمت خاص 207
- ☆ رسول اللہ رضی اللہ عنہ کا اختیار 211
- ☆ چکڑالویوں کی نشاندہی 213
- (10) الحدیث العاشر:
- ☆ مال حرام کی نحوست 219
- ☆ حکیم الامت کے مدنی پھول 220
- ☆ دُعا قبول نہ ہونے کا سبب 221
- ☆ محنت تمہارے لئے مانگنے سے بہتر 222
- ☆ کمائی کے عقلی فوائد 223
- ☆ انبیاء کرام نے کیا پیشے اختیار کئے 224



224

☆ بہتر پیشہ

### (11) الحدیث الحادی عشر:

226

شبہات سے پرہیز

226

☆ حکیم الامت کے مدنی پھول

228

☆ کپڑوں کی قیمت صدقہ کر دی

### (12) الحدیث الثانی عشر:

229

اسلام کی خوبی

229

☆ حکیم الامت کے مدنی پھول

230

☆ امام اہل سنت کے مدنی پھول

### (13) الحدیث الثالث عشر:

236

مسلمان بھائی کے ساتھ برتاؤ

236

☆ حکیم الامت کے مدنی پھول

237

☆ امام غزالی کے مدنی پھول

237

☆ مسلمان کے حقوق

239

☆ انس بن مالک انصاری

241

☆ مومن کامل

### (14) الحدیث الرابع عشر:

243

خون مسلم کی حرمت

243

☆ حکیم الامت کے مدنی پھول

244

☆ زنا کا انجام

245

☆ زنا کار مومن نہیں رہتا



صفحہ	عنوانات
245	☆ زنا کی اجازت مانگنے والا لوجوان
247	☆ شیطان کا لشکر
247	☆ زانی پر لعنت برتی ہے
247	☆ مومن اور منافق کی پہچان
247	☆ تنگدستی کا سبب
248	☆ شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ
248	☆ جہنم میں جلنے کا سبب
249	☆ چند اشعار
249	☆ جہنمی تابوت
250	☆ جنت میں داخلے سے محروم
250	☆ نکاح کی پیش کش
251	☆ زنا کی ابتداء اور انتہاء
251	☆ اشعار
251	☆ زنا سے بچنے والا
252	☆ اشعار
252	☆ قاتل کی سزا
252	☆ قتلِ ناحق کی مذمت پر احادیث مبارکہ
256	☆ مُرْتَد کسے کہتے ہیں؟
256	☆ مُرْتَد کی دنیا میں سزا
257	☆ کیا مُرْتَد کو ہر کوئی قتل کر سکتا ہے؟
257	☆ عورت یا بچہ مُرْتَد ہو تو سزا
258	☆ مُرْتَد کے تمام اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔



صفحہ	عنوانات
258	☆ کفر بکنے والے کی ہاں میں ہاں ملانے والے کا حکم
259	☆ مُریدین کی صحبت سے ایمان برباد ہو سکتا ہے
259	☆ مُرید کی نماز جنازہ کا حکم شرعی
261	☆ کافر کو مرحوم کہنا کیسا؟
	(15) الحدیث الخامس عشر:
262	☆ مومن کے لئے تین چیزوں کا حکم
262	☆ حکیم الامت کے مدنی پھول
264	☆ خاموشی کے فوائد
264	☆ کامل مسلمان کون؟
264	☆ سلامتی کا اصول
265	☆ ہر گفتگو کا حساب ہوگا
265	☆ اچھی بات کے سوا کچھ نہ بولو
265	☆ شیطان پر غالب آنے کا طریقہ
265	☆ بولنے میں اللہ عزوجل سے ڈرو
266	☆ اچھی بات یا خاموشی
266	☆ اکثر خطاؤں کا سبب
266	☆ عقل مند اور جاہل کے کلام میں فرق
267	☆ ایک بات کا نتیجہ
267	☆ پڑوسیوں کے حقوق
269	☆ مہمان میزبان کے گناہ معاف ہونے کا سبب ہوتا ہے
269	☆ دس ۱۰ فرشتے سال بھر تک گھر میں رحمت لٹاتے ہیں
270	☆ مہمان کو دروازہ تک رخصت کرنا سنت ہے

## (16) الحدیث السادس عشر:

غصہ پر قابو

271

☆ حکیم الامت کے مدنی پھول

271

☆ غصے کی مذمت کا بیان

272

☆ غصے کی حقیقت

272

☆ غصہ پینے کا انعام

273

☆ غلام آزاد کر دیا

273

## (17) الحدیث السابع عشر:

اچھا طریقہ کار

275

☆ حکیم الامت کے مدنی پھول

275

☆ ذبح کا بیان

276

☆ جانور کو بھوکا پیاسا ذبح نہ کریں

278

☆ بکری چھری کی طرف دیکھ رہی تھی

278

☆ ذبح کے لیے ٹانگ مت گھسیٹو!

279

☆ مکھی پر رحم کرنا باعث مغفرت ہو گیا

279

☆ مکھی کو مارنا کیسا؟

279

☆ قربانی کے وقت تماشا دیکھنا کیسا؟

280

☆ جانوروں پر رحم کی اپیل

280

☆ مرنے کے بعد مظلوم جانور مسلط ہو سکتا ہے

281

## (18) الحدیث الثامن عشر:

تین نصیحتیں

283

☆ حکیم الامت کے مدنی پھول

283



صفحہ	عنوانات
284	☆ نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں
285	☆ گناہوں کو مٹا دینے والے چند اعمال
287	☆ ثواب کی امید
291	☆ حکیم کا کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا
	(19) الحديث التاسع عشر:
293	جامع الصیحتین
294	☆ حکیم الامت کے مدنی پھول
298	☆ امام اہل سنت کے مدنی پھول
	(20) الحديث العشرون:
305	حیاء اور ایمان
305	☆ حکیم الامت کے مدنی پھول
306	☆ حیاء کی 2 قسمیں
306	☆ فطری اور شرعی حیاء
307	☆ حیاء میں تمام اسلامی احکام پوشیدہ ہیں
307	☆ حیاء کے احکام
307	☆ حیاء کا ماحول سے تعلق
308	☆ خلق اسلام
308	☆ ایمان کی علامت
308	☆ حیاء ایمان سے ہے
	(21) الحديث الحادی والعشرون:
309	ایمان کا اقرار
309	☆ حکیم الامت کے مدنی پھول

صفحہ	عنوانات
310	☆ استقامت
310	☆ ایمان کا بیان
	(22) الحدیث الثانی والعشرون:
313	جنت میں داخلہ
313	☆ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے قریب کون؟
314	☆ شانِ رحمتِ خداوندی عزّ وجل
315	☆ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور نیک اعمال
316	☆ حلال کو حلال جاننا
	(23) الحدیث الثالث والعشرون:
317	چند اعمال صالحہ
318	☆ حکیم الامت کے مدنی پھول
320	☆ امام غزالی کے مدنی پھول
320	☆ طہارت کے اسرار
	(24) الحدیث الرابع والعشرون:
324	شانِ ربوبیت
326	☆ حکیم الامت کے مدنی پھول
	(25) الحدیث الخامس والعشرون:
330	نیکیوں میں سبقت کا جذبہ
331	☆ حکیم الامت کے مدنی پھول
332	☆ قضائے شہوت کے حلال ذرائع
333	☆ نکاح کا شرعی حکم
334	☆ فرض:



صفحہ	عنوانات
334	☆ واجب:
334	☆ سنت مؤکدہ:
334	☆ مکروہ:
334	☆ حرام:
	(26) الحدیث السادس والعشرون:
335	☆ جسم کے ہر جوڑ کا شکر
335	☆ حکیم الامت کے مدنی پھول
336	☆ حسن اخلاق کی فضیلت
337	☆ سچے مؤمنین کی صفات
	(27) الحدیث السابع والعشرون:
339	☆ نیکی اور گناہ کی پہچان
340	☆ حکیم الامت کے مدنی پھول
341	☆ حکیم الامت کے مدنی پھول
342	☆ جہالت سے بڑھ کر۔۔
344	☆ گناہ
	(28) الحدیث الثامن والعشرون:
345	☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چند وصیتیں
347	☆ وعظ و نصیحت کے فوائد
	(29) الحدیث التاسع والعشرون:
354	☆ جنت میں لے جانے والے اعمال
355	☆ حکیم الامت کے مدنی پھول
358	☆ زبان کی آفات

## (30) الحدیث الثلاثون:

361

اللہ عزوجل کی حدود

361

☆ حکیم الامت کے مدنی پھول

362

☆ حلال و حرام کے مسائل کا یکمنا فرض ہے

363

☆ علم یکمنا فرض ہے

## (31) الحدیث الحادی والثلاثون:

364

دنیا سے بے رغبتی

364

☆ حکیم الامت کے مدنی پھول

366

☆ زہد کیا ہے؟

368

☆ زہد کے درجات

## (32) الحدیث الثانی والثلاثون:

371

اسلام امن و سلامتی کا پیغام

371

☆ نہ تکلیف دو، نہ تکلیف اٹھاؤ

## (33) الحدیث الثالث والثلاثون:

375

جامع قانون

375

☆ حکیم الامت کے مدنی پھول

377

☆ مدعی علیہ پر قسم کے لزوم میں مدعی اور مدعی علیہ کے درمیان اختلاف ضروری ہے یا نہیں؟

378

☆ مدعی پر گواہ اور مدعی علیہ پر قسم کے لزوم کی حکمت

378

☆ مدعی اور مدعی علیہ کی تعریفات

379

☆ جائز اور حق بات پر قسم کھانے کے استحسان پر دلائل

380

☆ مذاہب ائمہ کی روشنی میں وہ مقدمات جن میں منکر سے قسم لینا جائز نہیں ہے

381

☆ بندے کے حق کی پہلی قسم

381

☆ بندے کے حق کی دوسری قسم

382

☆ اللہ کے حق کی پہلی قسم



صفحہ	عنوانات
382	☆ اللہ کے حق کی دوسری قسم
383	☆ وہ مقدمات جن میں فقہاء احناف کے نزدیک منکر سے قسم لینا جائز نہیں ہے
386	☆ مدعی علیہ کے انکار کے بعد مدعی پر قسم لوٹانے میں مذاہب فقہاء
388	☆ مدعی علیہ کے انکار کے بعد مدعی پر قسم لوٹانے میں فقہاء احناف کا نظریہ
	(34) الحدیث الرابع والثلاثون:
390	☆ نیکی کی دعوت
390	☆ حکیم الامت کے مدنی پھول
392	☆ امام اہل سنت کے مدنی پھول
	(35) الحدیث الخامس والثلاثون:
398	☆ مسلمان کی حرمت
399	☆ حکیم الامت کے مدنی پھول
400	☆ حسد کی مذمت کا بیان
402	☆ حسد کا علاج
403	☆ مسلمان بھائی کے حقوق
	(36) الحدیث السادس والثلاثون:
405	☆ چند خاص نیکیوں کی ترغیب
406	☆ حکیم الامت کے مدنی پھول
409	☆ جنت میں گھومنے والا
409	☆ پردہ پوشی
	(37) الحدیث السابع والثلاثون:
411	☆ ثواب وعذاب کا قانون
412	☆ حکیم الامت کے مدنی پھول
413	☆ کستوری کی سی خوشبو
413	☆ غلے کا ٹیلا

صفحہ	عنوانات
415	☆ جیسا جینا دینا مرنا
416	☆ رانی اور زچور
416	☆ مردار سے زیادہ بد بودار
417	☆ بہترین عمل
417	☆ اللہ (عزوجل) کی مدد
417	☆ چھوٹا عمل اونچا درجہ
418	☆ نیت کی تربیت
418	☆ جب تھک جاؤ...
419	☆ جنت میں ہمیشگی
420	☆ گناہ کا ارادہ ترک کرنے پر نیکی ملنے کی صورت
	(38) الحديث الثامن والثلاثون:
421	☆ اولیاء اللہ کا مقام قرب
422	☆ حکیم الامت کے مدنی پھول
425	☆ اللہ کے دوست
427	☆ شان اولیاء برہان امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
	(39) الحديث التاسع والثلاثون:
428	☆ بھول کی معافی
428	☆ حکیم الامت کے مدنی پھول
429	☆ کیا جان بچانے کیلئے بظاہر کفر یہ فعل کرنا ضروری ہے؟
430	☆ عزیمت کی مشہور ترین مثال
430	☆ صحابی نے جان قربان کر دی
431	☆ یہ اک جاں کیا ہے کروڑوں
433	☆ ترے نام پر سب کو دارا کروں میں



## (40) الحديث الأربعون:

دنیا کی بے ثباتی

434

434

☆ حکیم الامت کے مدنی پھول

435

☆ فکر آخرت کے متعلق فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

436

☆ لمبی امید

437

☆ دنیا کی مذمت پر فرامین صحابہ رضی اللہ عنہم

437

☆ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

438

☆ حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

438

☆ حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

439

☆ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

439

☆ حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

440

☆ حضرت سیدنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ

440

☆ حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

441

☆ حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

## (41) الحديث الحادی والأربعون:

442

خواہشات شریعت کی تابع

442

☆ حکیم الامت کے مدنی پھول

443

☆ اطاعت رسول

444

☆ سونے کی انگٹھی پھینک دی

## (42) الحديث الثانی والأربعون:

448

رب غفور ورحیم

449

☆ حکیم الامت کے مدنی پھول

450

☆ گناہوں سے توبہ

451

☆ رحمت الہی عز و جل کی وسعت کا بیان

453

☆ سیدنا وحشی اور ان کے دوستوں کا قبولِ اسلام

## انتساب

میں اپنی اس ادنیٰ سی خدمتِ دین کو اپنے پیارے ”بابا“  
 کے نام کرتا ہوں جن کی مخلصانہ شفقتوں کے باعث مجھ جیسے  
 نجانے کتنے بھٹکے ہوؤں کو ہدایت نصیب ہوئی۔ کتنے گمراہوں کو  
 راہِ حق ملی۔ جن کی بے مثال تعلیم و تربیت نے مجھ جیسے نجانے  
 کتنوں کو خوابِ غفلت سے جگا کر کچھ کر گزرنے کے لائق بنایا۔  
 جہالت کے اندھیروں سے نکال کر علم کے اجالے میں کچھ  
 پڑھنے لکھنے کے قابل بنایا۔

اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ پیارے ”بابا“ کی مخلصانہ  
 شفقتوں کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم و دائم فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم!

خاکِ پائے امیرِ اہلسنت دامت برکاتہم العالیہ  
 ابو تراب ناصر الدین ناصر مدنی



## ابتدائیہ

روایت ہے حضرت ابوودرداء سے فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اس علم کی حد کیا ہے جہاں انسان پہنچے تو عالم ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو میری امت پر چالیس احکام دین کی حدیشیں حفظ کرے اسے اللہ فقیر اٹھائے گا اور قیامت کے دن میں اس کا شفیع و گواہ ہوں گا۔

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث کے بہت پہلو ہیں: چالیس حدیشیں یاد کر کے مسلمان کو سنانا، چھاپ کر ان میں تقسیم کرنا، ترجمہ یا شرح کر کے لوگوں کو سمجھانا، رادیوں سے سن کر کتابی شکل میں جمع کرنا، سب ہی اس میں داخل ہیں۔ یعنی جو کسی طرح دینی مسائل کی چالیس حدیشیں میری امت تک پہنچادے تو قیامت میں اس کا حشر علمائے دین کے زمرے میں ہوگا اور میں اس کی خصوصی شفاعت اور اس کے ایمان اور تقوے کی خصوصی گواہی دوں گا ورنہ عمومی شفاعت اور گواہی تو ہر مسلمان کو نصیب ہوگی۔ اسی حدیث کی بنا پر قریباً تمام محدثین نے جہاں حدیثوں کے دفتر لکھے وہاں علیحدہ چہل حدیث جسے ”اربعینہ“ کہتے ہیں جمع کیں۔ امام نووی اور شیخ عبدالحق دہلوی کی اربعینیات مشہور ہیں۔ فقیر نے بھی اپنی کتاب ”سلطنت مصطفیٰ“ میں چالیس حدیشیں جمع کی ہیں۔

(برزائۃ المناجیح، ج ۱ ص ۲۴۹)

اس حدیث مبارکہ کی مختلف طرق میں الفاظ مختلف ہیں یہ حدیث بیس سے زیادہ طرق سے مروی ہے ان میں سے یہ بھی ہے کہ ”اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن فائز“



اور علماء کے زمرہ میں اٹھائے گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ”اللہ تعالیٰ اسے عالم اور فقیہ اٹھائے گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ”میں اس کے لیے قیامت کے دن شفا رشی اور گواہ ہونگا۔ اور بھی روایات ہیں۔ ۱۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ: حسن بن سفیان نے اپنی ”مسند“ اور ”اربعین“ میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

علماء کی فضیلت کے بارے میں اقوال صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم

حضرت سیدنا ابو ذرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک اور روایت میں فرماتے ہیں کہ میں نے نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ”جو علم کی تلاش میں کسی راستے پر چلتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان فرما دیتا ہے اور بے شک فرشتے طالب العلم کے عمل سے خوش ہو کر اس کے لئے اپنے پر بچھا دیتے ہیں اور بے شک زمین و آسمان میں رہنے والے یہاں تک کہ پانی میں مچھلیاں عالم دین کے لئے استغفار کرتی ہیں اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی چودھویں رات کے چاند کی دیگر ستاروں پر اور بے شک علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں، بیشک انبیاء علیہم السلام درہم و دینار کا وارث نہیں بناتے بلکہ وہ نفوس قدسیہ علیہم السلام تو صرف علم کا وارث بناتے ہیں، تو جس نے اسے حاصل کر لیا اس نے بڑا حصہ پالیا۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب فضل العلماء الخ، رقم ۲۲۳، ج ۱، ص ۱۴۵)

امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم ارشاد فرماتے ہیں کہ ”عالم دین دن بھر روزہ رکھنے والے اور رات بھر قیام کرنے والے مجاہد سے افضل ہے اور جب عالم مر جاتا ہے تو اسلام میں ایک ایسا رخنہ پڑ جاتا ہے جسے اس عالم کے جانشین کے علاوہ کوئی پر نہیں کر سکتا۔“

ابتدائیہ

حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ”علم کو لازم پکڑو، اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! اللہ کی راہ میں قتل کئے جانے والے شہداء جب علمائے کرام کی عزت اور مرتبہ دیکھیں گے تو تمنا کریں گے کہ کاش! اللہ عزوجل انہیں اس حال میں اٹھاتا کہ وہ عالم ہوتے اور بیشک کوئی شخص پیدا نہ ہو جس کا علم انہیں سے آتا ہے۔“

حضرت سیدنا ابوالاسود علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ: ”کوئی شے علم سے افضل نہیں، بادشاہ لوگوں پر حکمران ہیں اور علماء بادشاہوں پر حکمران ہیں۔“

حضرت سیدنا عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ ”انسان کون ہیں؟“ فرمایا، ”علماء۔“ پھر پوچھا گیا کہ ”بادشاہ کون ہیں؟“ فرمایا، ”آخرت کے لئے دنیا سے روگردانی کرنے والے۔“ پھر پوچھا گیا کہ ”بے وقوف کون ہیں؟“ فرمایا، ”اپنے دین کے بدلے دنیا کمانے والے لوگ۔“ (المحدث الفاضل، ج ۱، ص ۲۰۵)

چنانچہ ان فضائل کو حاصل کرنے کے لئے ہمیشہ سے علماء اربعین کا اہتمام کرتے رہے ہیں ان میں سے علامہ الامام محی الدین ابی ذکریا سبکی بن شرف الدین بن مری النووی، الشافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کی تالیف اربعین نووی جو کہ کثیر مدارس کے نصاب میں شامل ہے سب سے زیادہ مشہور ہے۔

فقیر نے بھی سعادتیں اور رحمتیں سمیٹنے اور طلباء کی آسانی کے لئے ان احادیث کی شروحات علمائے اہلسنت سے استفادہ حاصل کرتے ہوئے نقل فرمادی ہے۔ اللہ عزوجل اس سعی کو قبول فرمائے۔

خاکپائے امیر اہل سنت

ابو تراب ناصر الدین ناصر المذنی العطاری

مدینہ

مدینہ 1 اس کتاب کے لکھنے میں المدینہ العلمیہ اور علمائے اہلسنت کی کتابوں  
 سے مدد لی گئی ہے۔

مدینہ 2 طلباء کی آسانی کے لئے ایک ہی حدیث پر کئی علماء کے اقوال نقل کئے  
 گئے ہیں۔





## امام نووی علیہ رحمۃ اللہ القوی کا تعارف

### نام و نسب:

کنیت: ابو زکریا۔ لقب: محی الدین۔ نام یحییٰ بن شرف بن مری بن حسن بن حسین بن جزام بن محمد بن جمعہ الحزازی نووی حورانی شافعی علیہ رحمۃ اللہ القوی۔  
ولادت باسعادت و پرورش:

امام نووی علیہ رحمۃ اللہ القوی کی ولادت باسعادت محرم الحرام کے درمیانی عشرے میں ۶۳۱ ہجری میں دمشق کے ایک علاقے حوران سے متصل ایک بستی نووی میں ہوئی۔ اسی وجہ سے آپ نووی کہلائے آپ کے آباؤ اجداد حزام سے ہجرت کر کے یہاں آباد ہو گئے تھے۔

### تعلیم و تربیت:

شیخ یاسین یوسف مراکشی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: میں نے پہلی مرتبہ یحییٰ بن شرف نووی کو اس وقت دیکھا جب وہ تقریباً دس برس کے تھے۔ بچے انہیں اپنے ساتھ کھیلنے کے لیے بلا رہے تھے لیکن وہ کھیلنے کو تیار نہ تھے۔ جب بچوں نے زبردستی کی تو وہ روتے ہوئے قرآن پڑھنے لگے۔ میں نے یہ حالت دیکھی تو ان کے استاد سے ملاقات کی اور کہا: اس بچے پر خصوصی توجہ دیجئے! امید ہے کہ یہ اپنے زمانے کا سب سے بڑا عالم و زاہد بنے گا اور لوگ اس سے فیضیاب ہوں گے۔ یہ سن کر استاد نے کہا: کیا تم نجومی ہو؟ (جو آئندہ کی خبر دے رہے ہو) میں نے کہا: میں نجومی نہیں ہوں بلکہ جو اللہ عزوجل نے مجھ سے کہلوا یا میں نے وہی کہا ہے۔ اس کے بعد استاد ان کے والد صاحب سے ملے اور انہیں (امام) نووی کے متعلق بتایا تو انہوں

نے اپنے فرزند کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ دی۔ اور اس بات کی شدید حرص کی کہ میرا بیٹا بالغ ہونے سے پہلے پہلے قرآن کریم ناظرہ ختم کر لے اور پھر واقعی امام نووی نے بالغ ہونے سے پہلے ہی ناظرہ قرآن پاک ختم کر لیا۔  
راہ علم میں مشقتیں:

آپ ۶۵۹ ہجری میں دمشق آئے اور یہاں شافعی مذہب کی کتاب ”تنبیہ“ ساڑھے چار ماہ میں حفظ کر لی اور شافعی مذہب کے بقیہ مسائل کی کتب اسی سال کے بقیہ حصہ میں پڑھیں۔ آپ دن رات میں مختلف علوم و فنون کے بارہ (۱۲) اسباق مختلف اساتذہ سے اچھی طرح سمجھ کر پڑھتے۔ زمانہ طالب علمی میں اس قدر مشقت برداشت کی کہ دو سال تک آرام کے لیے پہلو زمین پر نہ لگایا۔  
زہد و تقویٰ:

آپ صرف ایک مرتبہ عشاء کے بعد ٹھوڑا سا کھانا کھاتے اور سحری کے وقت صرف پانی پیتے۔ برف کا ٹھنڈا پانی نہ پیتے حالانکہ وہاں کے لوگوں میں اس کا عام رواج تھا۔ آپ نے بالکل سادہ زندگی گزاری، بہت سادہ موٹا لباس پہنتے۔ دمشق کے پھل کبھی نہ کھاتے، جب وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ یہاں کے اکثر باغات اوقاف اور ان املاک سے متعلق ہیں جن میں ہر کسی کو تصرف کی اجازت نہیں ہوتی اور یہ پھل شبہ سے خالی نہیں ہوتے پھر میرا دل کیسے گوارہ کر سکتا ہے کہ میں انہیں کھاؤں۔

علامہ رشید الدین حنفی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: جب میں نے امام نووی علیہ رحمۃ اللہ القوی کو دیکھا کہ دنیوی آسائشوں سے بالکل دور رہتے اور انتہائی سخت مجاہدات کرتے ہیں تو میں نے ان سے کہا: مجھے خوف ہے کہ کہیں آپ ایسی بیماری میں مبتلا نہ ہو جائیں جو آپ کو دینی خدمات سے روک دے۔ آپ نے فرمایا: فلاں شخص نے اللہ عزوجل کی اتنی عبادت کی کہ اس کی ہڈیاں خشک ہو گئیں۔ یہ سن کر میں

سمجھ گیا کہ انہیں ہماری دنیا سے کوئی غرض نہیں۔ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دینا چاہیے۔

جب آپ کے پاس کوئی امرد (خوبصورت لڑکا) پڑھنے کے لیے آتا تو آپ منع کر دیتے۔ (تہذیب الاسماء، ۱/۱۴)

امام نووی علیہ رحمۃ اللہ القوی کو اللہ عزوجل نے تین ایسی عظیم خوبیاں عطا فرمائی تھیں کہ ان میں سے کوئی ایک خوبی بھی کسی میں پائی جائے تو وہ اس لائق ہو کہ دور دراز سے سفر کر کے اس کی زیارت کی جائے۔ (۱) علم و عمل (۲) زہد و تقویٰ (۳) اَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ وَنَهْیٌ عَنِ الْمُنْكَرِ (یعنی نیکی کی دعوت دینا اور برائیوں سے منع کرنا) آپ حصول علم میں مشغولیت کے ساتھ ساتھ نوافل، مسلسل روزے، زہد و وَرَع، عبادت و ریاضت میں اپنے استاد کی پیروی کرتے، استاد کے وصال کے بعد عبادت و ریاضت میں آپ کا اشتغال مزید بڑھ گیا تھا۔

### خوف خدا:

ابو عبد اللہ بن ابوالفتح حنبلی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے جامع دمشق میں امام نووی علیہ رحمۃ اللہ القوی کو ایک ستون کے پیچھے اندھیرے میں انتہائی خشوع سے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا آپ پر غم و حزن کی کیفیت طاری تھی اور بار بار یہ آیت کریمہ پڑھ رہے تھے۔

وَقِفُوهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُولُونَ (پ ۲۳، الصفۃ: ۲۴)

ترجمہ کنز الایمان: اور انہیں ٹھہراؤ، ان سے پوچھنا ہے۔

ان کی درد بھری آواز میں قرآن کریم کی تلاوت سُن کر مجھے ایسی روحانیت نصیب ہوئی کہ جسے اللہ عزوجل بہتر جانتا ہے۔



عاجزی و انکساری:

آپ کی طبیعت میں عاجزی و انکساری تھی۔ حب جاہ سے خوب بچتے تھے۔ آپ نے اپنے شاگردوں سے کہہ رکھا تھا کہ سب ایک ساتھ مل کر میرے پاس نہ آیا کرو کہیں طلباء کی کثرت کی وجہ سے میں حب جاہ میں مبتلا نہ ہو جاؤں کیونکہ نفس تو لوگوں کے ہجوم سے خوش ہوتا ہے۔

لوگ بادشاہوں سے ملنا اپنے لئے بہت بڑا انعام سمجھتے ہیں۔ لیکن آپ امراء و حکام سے ہمیشہ دور رہتے۔ ایک مرتبہ آپ صحن مسجد میں درس دے رہے تھے اتنے میں اطلاع ملی کہ ”بادشاہ مسجد میں نماز کے لئے آ رہا ہے“ آپ فوراً درس موقوف کر کے وہاں سے چلے گئے اور پھر پورا دن مسجد میں نہ آئے تاکہ بادشاہ سے ملاقات نہ کرنی پڑے۔

تحت سکندری پر وہ تھوکتے نہیں ہیں      بستر لگا ہوا ہے جن کا تری گلی میں  
علم طب کیوں چھوڑا؟

امام نووی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: ”ایک مرتبہ مجھے علم طب کا شوق ہوا چنانچہ میں نے ”القانون فی الطب“ کتاب خریدی اور ارادہ کر لیا کہ اس علم میں خوب کوشش کروں گا۔ بس اسی دن سے میرے دل پر تازیکی چھا گئی اور کئی دن تک میرے یہ حالت رہی کہ کسی بھی چیز میں دلجمعی نصیب نہ ہوئی۔ میں اس صورت حال سے بہت پریشان ہوا اور سوچنے لگا کہ میری یہ حالت کس وجہ سے ہوئی ہے؟ پھر مجھے اللہ عزوجل کی طرف سے الہام ہوا کہ اس کا سبب مروجہ علم طب میں تیری بے جا مشغولیت ہے پس میں نے فوراً وہ کتاب فروخت کر دی اور اپنے گھر سے ہر وہ چیز نکال دی جس کا تعلق طب سے تھا۔ پھر اللہ عزوجل کا کرم ہوا کہ میرا دل روشن ہو گیا اور میری پہلی والی کیفیت لوٹ آئی۔

صَلُّوا عَلَى الْحَبِيبِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى مُحَمَّدٍ  
ابلیس لعین کا حملہ:

امام نووی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: ایک مرتبہ مجھے بخار تھا اور میں اپنے والدین و دیگر احباب کے ساتھ سویا ہوا تھا۔ رات کے پچھلے پہر اللہ عزوجل نے مجھے شفاعطا فرمائی تو میں اپنے آپ کو پرسکون محسوس کرنے لگا۔ پھر میں ذکر الہی عزوجل میں مصروف ہو گیا، کبھی کبھی میری آواز کچھ بلند ہو جاتی تھی۔ اتنے میں میں نے ایک خوبصورت بزرگ کو حوض پر وضو کرتے دیکھا وضو سے فراغت کے بعد وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا: میرے بچے! تو ذکر الہی موقوف کر دے کیونکہ اس طرح تیرے والدین اور دیگر گھر والوں کو تکلیف ہوگی۔ میں نے کہا: اے شیخ تو کون ہے؟ کہا: اس بات کو چھوڑ کہ میں کون ہوں؟ بس میں تیرا خیر خواہ ہوں۔ یہ سن کر میرے دل میں یہ بات آئی کہ یہ ضرور ابلیس ہے۔ میں نے ”أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ“ پڑھی اور پھر بلند آواز سے ذکر کرنے لگا۔ اب ابلیس لعین مجھ سے دور ہوا اور دروازے کی طرف چلا گیا۔ اتنے میں میرے والد محترم اور دوسرے لوگ جاگ گئے۔ میں دروازے کی طرف گیا تو اسے بند پایا، ہر طرف دیکھا لیکن مجھے وہاں کوئی نظر نہ آیا۔ میرے والد صاحب نے پوچھا: اے بھئی، میرے بچے! کیا ہوا؟ میں نے صورت حال بتائی تو سب کو تعجب ہوا۔ اور پھر ہم سب مل کر اللہ عزوجل کا ذکر کرنے لگے۔

### وقت کی قدر:

وقت کے قدر دان کبھی بھی اپنا وقت ضائع نہیں کرتے۔ امام نووی علیہ رحمۃ اللہ القوی کبھی بھی اپنا وقت ضائع نہ کرتے تھے نہ دن میں نہ رات میں حتیٰ کہ راستے میں آتے جاتے ہوئے بھی کسی کتاب کا مطالعہ یا تکرار جاری رکھتے۔ اس طرح آپ نے

کئی سال قلیل علم میں گزارے۔ آپ نے اوقات کی تقسیم بندی کی، دینی تھی۔ تمام وقت خیر کے کاموں میں ہی صرف ہوتا تھا۔ تصنیف و تالیف، تدریس، توافل، تمارات قرآن، امور آخرت میں غور و فکر اور اَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ وَنَهْیٌ عَنِ الْمُنْكَرِ (یعنی نیکی کی دعوت دینا اور برائیوں سے منع کرنا) کے لیے آپ کے اوقات مقرر تھے۔

### وسعت مطالعہ:

امام نووی علیہ رحمۃ اللہ القوی کے کثرت مطالعہ کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ علامہ کمال رحمۃ اللہ علیہ ”الْبَدَدُ الشَّافِرُ وَتُخْفَةُ الْمُسَافِرِ“ میں فرماتے ہیں: ایک مرتبہ امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی کی مشہور کتاب ”الْوَسِیْطُ“ میں کسی مسئلے پر امام نووی علیہ رحمۃ اللہ القوی سے میرا اختلاف ہوا تو آپ نے مجھ سے فرمایا: کیا تم مجھ سے اس کتاب کے مسئلے میں جھگڑتے ہو جس کا میں نے چار سو مرتبہ مطالعہ کیا ہے!

نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا سو بار کتا جب عقیق تب نگلیں ہوا

آپ نے علم فقہ ابوالبراہیم اسحاق بن احمد بن عثمان مغربی علیہ رحمۃ اللہ القوی سے حاصل کیا آپ ان کا بہت زیادہ ادب و احترام کرتے۔ انہیں وضو و طہارت کے لئے پانی بھر کر دیا کرتے۔ آپ ان سے جو کتب پڑھتے زمانہ طالب علمی میں ہی ان کی شرح لکھتے اور مشکل مقامات حل کرتے۔ جب استاد نے آپ کی علمی کوششیں اور دنیا سے بے رغبتی دیکھی تو آپ پر خصوصی شفقت فرمائی اور آپ کو اپنے حلقے کا ”مُعِیْذُ الدَّرْسِ“ بنالیا۔ یعنی آپ استاد سے پڑھا ہوا سبق حلقے میں دہرایا کرتے۔

### امام نووی کی چند مشہور کتب:

- (۱) ریاض الصالحین (۲) کتاب الاذکار (۳) شرح البخاری (۴) المنہج
- شرح صحیح مسلم (۵) نکات تنبیہ (۶) الايضاح فی مناسک الحج (۷) التبیان فی اداب



حلة القرآن (۸) تحفة الطالب النبیہ (۹) تنقیح شرح الوسیط (۱۰) نکت علی الوسیط  
 (۱۱) تحقیق (۱۲) مہمات الاحکام (۱۳) العمدۃ فی تسہیل التنبیہ (۱۴) التحریر فی  
 لطات التنبیہ (۱۵) المنعجب (۱۶) دقائق الروضۃ (۱۷) طبقات الشافعیہ (۱۸) مختصر  
 الترمذی (۱۹) قسمة القنلۃ (۲۰) مناقب الشافعی (۲۱) تقریب فی علم الحدیث  
 (۲۲) اطاء حدیث انما الاعمال بالنیات (۲۳) مختصر مہمات الخطیب (۲۴) شرح  
 سنن ابی داؤد (۲۵) ردوس المسائل (۲۶) الاصول والضوابط (۲۷) الاربعین  
 (۲۸) مختصر التنبیہ (۲۹) المسائل المنشورہ (۳۰) نکت المہذب (۳۱) المنہاج مختصر  
 المحرر (۳۲) مختصر التبیان (۳۳) جزء فی الاستقاء (۳۴) بستان العارفين (لم یتم)  
 (۳۵) تہذیب الاسماء واللغات (۳۶) الخلاصۃ فی الحدیث (۳۷) الارشاد  
 (۳۸) المجموع شرح المہذب (۳۹) جزء فی القیام لاهل الفضل۔

### بیماری پر صبر:

جب آپ اپنے والد صاحب کے ساتھ حج کے لئے حرمین طیبین روانہ ہوئے تو  
 آپ کو بخار آگیا جو عرفہ تک جاری رہا لیکن اس شدید تکلیف کے باوجود آپ نے کبھی  
 بھی بے صبری کا مظاہرہ نہ کیا۔ زیارت حرمین طیبین کے بعد جب آپ دمشق آئے تو  
 اللہ عزوجل نے آپ پر علم کی برسات فرمادی۔ آپ کو دو مرتبہ حج کی سعادت نصیب  
 ہوئی۔

### تعظیم اولیا:

امام نووی علیہ رحمۃ اللہ القوی اولیائے کرام رحمہم اللہ السلام کا ذکر نہایت ادب و  
 احترام اور تعظیم کے ساتھ کرتے اور ان کے فضائل و مناقب بیان فرماتے۔  
متعلقین کے لئے خوشخبری:

ایک مرتبہ امام نووی علیہ رحمۃ اللہ القوی کے رفقاء نے آپ سے عرض کی: بروز

قیامت ہمیں بھول نہ جانا۔ آپ نے فرمایا: اللہ عزوجل کی قسم! اگر اللہ عزوجل نے مجھے وہاں کوئی مقام و مرتبہ عطا فرمایا تو میں اس وقت تک جنت میں نا جاؤں گا جب تک اپنے جاننے والوں کو جنت میں داخل نہ کروالوں۔

باادب بالنصیب:

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شیخ حضرت سیدنا کمال اربلی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے ایک بار اپنے ساتھ کھانے کے لیے بلایا تو آپ نے عرض کی: یا سیدی! میری معذرت قبول فرمائیے کیونکہ میرے ساتھ ایک عذر ہے۔ شیخ نے معذرت قبول فرما لی۔ بعد میں کسی نے پوچھا کہ آپ کے ساتھ کیا عذر تھا۔ فرمایا: مجھے خوف تھا کہ کھانے کے دوران شیخ کسی لقمے کو کھانے کا ارادہ فرمائیں اور لاعلمی میں، میں اسے کھا جاؤں۔ (اور یوں مجھے سے بے ادبی صادر ہو جائے)

(الواقع الانوار القدسیۃ فی بیان السہود الحمدیۃ ص ۳۱)

ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کسی مالکی شخص نے بحث کی اور سختی سے پیش آیا مگر آپ نے کوئی جوابی کارروائی نہ کی۔ جب کسی نے وجہ پوچھی تو فرمایا: اس کے امام میرے امام کے شیخ ہیں اس لئے اس کے ساتھ ادب سے پیش آنا اس کے امام کے ساتھ ادب سے پیش آنے کی مانند ہے۔ (المسنن الکبریٰ ۲/۷۶)

امام نووی کی کرامات:

آپ کے والد محترم حضرت سیدنا شرف بن مری علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: میرے بیٹے کی عمر تقریباً سات سال تھی رمضان المبارک کی ستائیسویں شب وہ میرے ساتھ سویا ہوا تھا کہ اچانک اٹھ بیٹھا اور مجھے جگا کر کہا: اے میرے والد محترم! یہ نور کیسا ہے جس نے پورے گھر کو روشن کر دیا ہے؟ آواز سن کر سب گھر والے جاگ گئے لیکن ہم میں سے کسی کو بھی کوئی روشنی نظر نہ آئی۔ میں سمجھ گیا آج شب

قدر ہے۔ (اور میرے بیٹے پر اس کی نشانی ظاہر ہو گئی ہے)

انوکھے درندے:

ملکِ شام کے گورنر نے جامع اموی کے خزانے میں رکھی ہوئی کتابیں بلا و عجم میں منتقل کرنے کا ارادہ کیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے سختی سے منع فرمایا۔ گورنر کو غصہ آ گیا اور اس نے آپ کو پکڑنا چاہا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کے فرش پر درندوں کی بنی ہوئی تصویروں کی طرف اشارہ کیا تو اللہ عز و جل کی قدرت سے ان تصویروں نے اصلی درندوں کا روپ دھار لیا اور وہ انوکھے درندے گورنر پر حملے کے لیے تیار ہو گئے یہ دیکھ کر گورنر اور اس کے ساتھی وہاں سے بھاگ گئے پھر اس گورنر نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے معافی مانگی اور قدم بوسی کی۔

(السنن الکبریٰ، ص ۱۶۱)

مرض جاتا رہا:

شیخ ولی الدین ابوالحسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ”میں نقرس (یعنی پاؤں کے جوڑوں میں درد) کے مرض میں مبتلا ہوا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میری عیادت کے لیے تشریف لائے اور صبر کی تلقین کرنے لگے۔ جیسے جیسے وہ صبر کے متعلق بیان فرما رہے تھے میرا مرض دور ہو رہا تھا یہاں تک کہ درد بالکل ختم ہو گیا۔ میں سمجھ گیا کہ یہ امام نووی علیہ رحمۃ اللہ القوی کی برکت سے ہوا ہے۔“

راتوں رات رواجیہ سے مکہ مکرمہ:

مدرسہ رواجیہ کے بواب (چوکیدار) کا بیان ہے کہ ایک رات میں نے امام نووی علیہ رحمۃ اللہ القوی کو مدرسے سے باہر جاتے ہوئے دیکھا تو میں نے ان کے پیچھے چل دیا۔ جب آپ دروازے کے قریب پہنچے تو دروازہ بغیر چابی کے خود بخود کھل گیا اور آپ باہر تشریف لے گئے۔ میں بھی آپ کے پیچھے چلتا رہا۔ کچھ ہی دیر میں ہم

مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ آپ نے طواف وسعی کی، پھر دوبارہ طواف کیا اور واپس چل دیے  
 میں بھی آپ کے پیچھے چلتا رہا اور کچھ ہی دیر میں ہم رواجیہ پہنچ گئے۔  
دل کی بات جان لی:

شیخ ابوالقاسم مزی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: ایک رات میں نے خواب  
 دیکھا کہ مژہ میں بہت سارے جھنڈے لہرائے جا رہے ہیں اور خوشی کا سماں ہے۔  
 میرے پوچھنے پر بتایا گیا کہ آج رات یحییٰ بن شرف نووی کو قطب بنایا جائے گا۔ مجھے  
 معلوم نہ تھا کہ یحییٰ نووی کون ہیں اور نہ ہی میں نے کبھی یہ نام سنا تھا۔ چنانچہ، میں ان  
 کی تلاش میں دمشق پہنچا وہاں جا کر معلوم ہوا کہ یحییٰ بن شرف نووی یہاں کے استاذ  
 الحدیث ہیں۔ جب میں ان کے پاس پہنچا تو مجھ سے فرمایا: ”میرا راز اپنے پاس ہی  
 رکھنا کسی کو نہ بتانا۔“

### وصال پر ملال:

آپ نے اپنی زندگی کا اکثر حصہ دمشق میں گزارا جہاں آپ تعلیم و تصنیف، نقلی  
 عبادت، تدریس اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر (یعنی نیکی کی دعوت دینے اور  
 برائیوں سے منع کرنے) میں مشغول رہے۔ زندگی کے آخری ایام میں اپنے آبائی  
 گاؤں نوئی جانے سے پہلے دمشق میں مدفون اپنے تمام شیوخ و اساتذہ کے مزارات  
 پر حاضری دی اور اپنے متعلقین سے ملاقات کی۔ نوئی جا کر آپ بیمار ہوئے اور بدھ کی  
 رات ۲۴ رجب المرجب ۶۷۲ ہجری میں یہ عظیم محدث اس دنیائے فانی میں اپنی  
 زندگی کے تقریباً ۴۴ سال ۶ ماہ گزار کر دائمی و اخروی منزل کی جانب کوچ کر گئے اور  
 یوں گلشن اسلام میں ایک اور گل زیبا کی کمی ہو گئی لیکن اس کی خوشبو سے آج بھی عالم  
 اسلام معطر معنبر ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسلام کا بہت بڑا سرمایہ تھے۔ آپ کی  
 وفات کا مسلمانوں کو بہت غم ہوا، اپنے پرائے سب ہی پر اداسی چھا گئی۔ آپ کا مزار



پر انور آپ کے آبائی گاؤں نوئی میں ہے۔

اللہ عزوجل کی ان پر رحمت اور ان کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو۔

اٰمِنْ بِجَاهِ النَّبِيِّ الْاَمِيْن صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم



## بعد وصال خواب میں زیارت

نفس کی مخالفت پر انعام خداوندی:

جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو سیب کھانے کی شدید خواہش ہوئی۔ جب سیب لائے گئے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نہ کھائے۔ بعد وصال اہل خانہ میں سے کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا مَا فَعَلَ اللہُ بِكَ؟ یعنی اللہ عزوجل نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ کہا: اللہ عزوجل نے میرے تمام اعمال قبول فرمالیے اور میری مہمان نوازی کی گئی اور مجھے سب سے پہلے جو چیز کھانے کو دی گئی وہ سیب تھے۔

ولی کی بے ادبی کا انجام:

ایک شخص ایام نبوی علیہ رحمۃ اللہ القوی کی قبر پر آیا اور ہاتھ سے اشارے کر کے کہنے لگا: تم وہی ہو جو امام اوزاعی سے اختلاف کرتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ ”میں اس مسئلہ میں یہ کہتا ہوں“ ابھی وہ شخص اپنی جگہ سے کھڑا بھی نہ ہوا تھا کہ اس کے پاؤں پر بچھونے ڈنک مار دیا۔ (اور یوں اسے ایک ولی کی گستاخی کی سزا ملی) بلی نے زبان کھینچ لی:

ایک شخص آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلاف بہت زیادہ باتیں کیا کرتا تھا جب اس کا انتقال ہوا تو جس جگہ اسے غسل دیا جا رہا تھا وہاں ایک بلی آئی اور اس کی زبان کھینچ لی۔ اس طرح یہ واقعہ لوگوں کے لیے عبرت بن گیا۔

اللہ عزوجل ہمیں اولیائے کرام رحمہم اللہ السلام کی گستاخی و بے ادبی سے محفوظ رکھے۔ ان کے فیوض برکات سے مستفیض فرمائے۔ ان کے صدقے ہمیں دین متین

کی خوب خوب خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(ملفوظات از منہاج السوی فی ترجمۃ الامام النووی ملحق تہذیب الاسماء واللغات)

اٰمِنْ بِجَاہِ الشَّہِی الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم



## مقدمہ الامام النووی علیہ رحمۃ اللہ القوی

تمام تعریفیں اس خدائے بزرگ و برتر یکتا و قہار، غالب و بخشش فرمانے والے کے لیے جو اہل دل و اہل نظر کی نصیحت و یاد دہانی اور عقلمندوں اور عبرت حاصل کرنے والوں کی عبرت کے لیے رات کو دن سے بدلنے والا ہے۔ اور تمام تعریفیں اس ذات پاک کے لیے ہیں جس نے اپنی مخلوق میں سے اپنے نیک بندوں کو خواب غفلت سے جگا کر انہیں دنیا سے بے نیاز، اپنی یاد و فکر میں مگن، دائمی ذکر کرنے والا اور نصیحت قبول کرنے والا بنا دیا۔ احوال اور طریقوں میں تبدیلی کے باوجود انہیں اپنی عبادت کے طریقے، جنت کی تیاری، اپنی ناراضی اور جہنم کو واجب کرنے والے امور سے بچنے کی توفیق عطا فرمائی۔ میں اس خدائے بزرگ و برتر کی بلیغ، پاکیزہ، اشمل اور کامل ترین حمد کرتا ہوں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ عز و جل کے سوال کوئی معبود نہیں جو مہربان، کریم اور رؤف رحیم ہے، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ عز و جل کے خاص بندے، اس کے رسول و حبیب و خلیل، صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کرنے والے اور دین توہم کی دعوت دینے والے ہیں۔ ان پر اور تمام انبیائے کریم، ان کی تمام آل پاک اور تمام صالحین پر اللہ عز و جل کی رحمت اور سلامتی ہو۔

اما بعد!

اللہ رَبُّ الْعِزَّتِ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝ مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ

وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعَمُوا ۝ (پ ۲۷، الذاریات: ۵۶-۵۷)



ترجمہ کنز الایمان: اور میں نے جن اور آدمی اتنے ہی (اسی) لیے بنائے کہ میری بندگی کریں، میں ان سے کچھ رزق نہیں مانگتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا دیں۔

اس آیت میں تصریح ہے کہ انسانوں اور جنوں کو اللہ عزوجل کی عبادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے، لہذا ان پر لازم ہے کہ جس مقصد کے لیے پیدا کیے گئے ہیں اس کا اہتمام کریں اور زہد و تقویٰ کے ذریعے دنیوی لذات سے کنارہ کش ہو جائیں۔ بے شک یہ فنا ہونے والا گھر ہے اسے بقا نہیں، یہ منزل تک پہنچنے کی سواری ہے دائمی خوشیوں کا گھر نہیں، ختم ہو جانے والا راستہ ہے ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں۔ دنیا میں رہنے والوں میں سے سمجھ دار وہ ہیں جو عبادت گزار ہیں اور لوگوں میں سب سے زیادہ عقل مند وہ ہیں جو متقی و پرہیزگار ہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ أَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ وَالْأَنْعَامُ ۖ حَتَّىٰ إِذَا أَخَذَتِ الْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازِيدَتْ وَظَنَّ أَهْلُهَا أَنَّهُمْ قَدِرُونَ عَلَيْهَا لَا إِلَهَ إِلَّا هُمْ يَوْمَ النَّارِ فَجَعَلْنَاهَا حَصِيدًا كَأَن لَّمْ تَغْنَبِ بِالْأَمْسِ ۖ كَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝ (پ: ۱۱: یونس: ۲۴)

ترجمہ کنز الایمان: دنیا کی زندگی کی کہاوت تو ایسی ہی ہے جیسے وہ پانی کہ ہم نے آسمان سے اتارا تو اس کے سبب زمین سے اگنے والی چیزیں سب گھنی ہو کر نکلیں جو کچھ آدمی اور چوپائے کھاتے ہیں یہاں تک کہ جب زمین نے اپنا سنگار لے لیا اور خوب آراستہ ہو گئی اور اس کے مالک سمجھے کہ یہ ہمارے بس میں آگئی ہمارا حکم اس پر آیا رات میں دن میں تو ہم نے اسے کر دیا کالی ہوئی گویا کل تھی ہی نہیں ہم یونہی آیتیں مفصل بیان کرتے ہیں غور کرنے والوں کے لیے۔

اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات مبارکہ موجود ہیں۔ اور کسی کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے:

إِنَّ لِلَّهِ عِبَادًا فُطِنًا      طَلَّقُوا الدُّنْيَا وَخَافُوا الْفِتْنَا  
نَظَرُوا فِيهَا فَلَمَّا عَلِمُوا      أَنَّهَا لَيْسَتْ بِمَحْيٍ وَظَنَّا  
جَعَلُوهَا لُجَّةً وَاتَّخَذُوا      صَالِحَ الْأَعْمَالِ فِيهَا سَفِينَا

ترجمہ: اللہ عزوجل کے سمجھدار بندے ایسے ہیں جنہوں نے فتنے کے خوف سے دنیا کو چھوڑ دیا ہے، جب انہوں نے اس میں غور کیا تو جان گئے کہ یہ ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں ہے تو انہوں نے دنیا کو (گہرے سمندر کی) موج قرار دیا اور اعمالِ صالحہ کو اس میں کشتی بنا لیا۔

(امام نووی فرماتے ہیں) جب دنیا کی حالت یہ ہے جو میں نے ابھی بیان کی اور ہمارا حال اور مقصد حیات وہ ہے جو میں نے پہلے بیان کیا تو مکلف پر لازم ہے کہ وہ اپنے آپ کو اچھوں کے راستے پر چلائے اور اصحاب بصیرت کے طریقے اپنائے۔ اور اس کا اہتمام کرے جس کی طرف میں نے اشارہ کیا۔ اس ضمن میں اس کے لیے بہترین اور سب سے زیادہ ہدایت والا راستہ یہ ہے کہ اولین و آخرین کے سردار، سابقین و لاحقین میں سب سے زیادہ معزز نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے جو آداب صحیح طور پر ثابت ہیں ان کو اپنائے۔ فرمان خداوندی ہے:

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى (پ ۶: المائدہ: ۲)

ترجمہ کنز الایمان: اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔  
شافع امت، مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”جب تک بندہ اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے اللہ عزوجل اس کی مدد فرماتا رہتا ہے۔“ (مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبہ والاستغاثہ باب فصل الاجتماع علی تلاوة القرآن وعلی اللذکر

ایک جگہ ارشاد فرمایا: جس نے بھلائی کی طرف رہنمائی کی تو اس کے لیے اس بھلائی پر عمل کرنے والے کی مثل ثواب ہے۔“ (مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل اعانۃ الغازی فی سبیل اللہ، ص ۱۰۵۰، حدیث ۱۸۹۳) اور فرمایا: جس نے نیکی کی طرف بلایا اس کے لیے اتنا ہی ثواب ہے جتنا اس پر عمل کرنے والوں کے لیے اور ان کے ثواب میں بھی کچھ کمی نہ آئے گی۔

(مسلم، کتاب العلم، باب من سن سئۃ حسنہ۔۔۔ الخ، ص ۱۳۳۸، حدیث ۲۶۷۴)  
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے فرمایا: اللہ عزوجل کی قسم! اللہ عزوجل تیرے ذریعے کسی ایک شخص کو ہدایت دے تو یہ تیرے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

(بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب علی بن ابی طالب، ۲/۵۳۴، حدیث ۳۷۰۱)  
میں نے چاہا کہ احادیث صحیحہ پر مشتمل مختصر ایک ایسی کتاب تالیف کروں جو اپنے پڑھنے والے کے لیے آخرت کا زادِ راہ اور ظاہری و باطنی آداب کے حصول کا ذریعہ بن جائے۔ اور وہ کتاب ترغیب و ترہیب اور سالکین کے تمام آداب کی انواع مثلاً زہد، ریاضت نفس، تہذیب اخلاق، دلوں کی پاکیزگی، دلوں کے علاج، اعضا کی حفاظت اور ان کی کجی کے ازالے اور ان کے علاوہ دیگر ان باتوں کو جامع ہو جو عارفین کا مقصد حیات ہیں۔

میں نے اس کتاب میں اس بات کا التزام کیا ہے کہ اس میں صرف وہ صحیح احادیث کریمہ ذکر کروں گا جو حدیث کی مشہور کتابوں میں موجود ہیں۔ اور ابواب کی ابتدا آیات قرآنی سے کروں گا، جہاں ضبط حرکات یا شرح کی ضرورت ہوگی وہاں حرکات لگا دوں گا اور نفیس تشریح کروں گا۔ جب میں کسی حدیث کے آخر میں ”متفق“

علیہؑ کہوں تو اس کا مطلب ہے کہ اس حدیث کو امام بخاری و امام مسلم (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما) نے روایت کیا ہے۔

میں امید کرتا ہوں کہ اگر یہ کتاب پایہ تکمیل کو پہنچ گئی تو جو لوگ اسے اپنائیں گے ان کے لیے نیک اعمال کی رہنمائی، برائیوں اور مہلکات سے اجتناب کا باعث بنے گی۔ جو مسلمان بھائی اس سے نفع حاصل کریں میں ان سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ میرے لیے میرے والدین، اساتذہ، احباب اور تمام مسلمانوں کے لیے دعا کریں اللہ کریم پر ہی میرا اعتماد ہے اور میرا سب کچھ اسی کے حوالے ہے۔

اللہ عز و جل مجھے کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ نیکی کرنے کی طاقت اور برائی سے بچنے کی قوت اللہ عز و جل غالب و حکمت والے کی عطا کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ (از: ریاض الصالحین، المدینۃ العلمیہ)





# الحديث الأول

## اعمال کا دار و مدار

عن أمير المؤمنين أبي حفص عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله يقول: إنما الأعمال بالنيات، وإنما لكل امرئ ما نوى فمن كانت هجرته إلى الله ورسوله فهجرته إلى الله ورسوله، ومن كانت هجرته لدنيا يصيبها، أو امرأة ينجسها، فهجرته إلى ما هاجر إليه.

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب ما جاء أن الأعمال بالنية والحسنة... إلخ، ج 4، ص 34/1) (صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم إنما الأعمال بالنية، ج 1، ص 1907، ص 1056)

روایت ہے عمر ابن خطاب سے اے فرماتے ہیں (راضی ہو اللہ ان پر) فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اعمال نیتوں سے ہیں ہر شخص کے لئے وہی ہے جو نیت کرے بس جس کی ہجرت اللہ و رسول کی طرف ہو تو اس کی ہجرت اللہ و رسول ہی کی طرف ہوگی ۱۔ اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا عورت سے نکاح کرنے کے لئے ہو ۳۔ اس کی ہجرت اس طرف ہوگی جس کے لئے کی۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

آپ کا نام شریف عمر ابن خطاب ابن نفیل ہے، کنیت ابو حفص، لقب فاروق اعظم، خطاب امیر المؤمنین۔ آپ قرشی صدوی ہیں، کعب ابن لوی میں حضور سے مل جاتے ہیں، آپ کے فضائل بے حد و بشمار ہیں۔ جلیل القدر صحابی، قدیم الاسلام مؤمن

ہیں، آپ کے ایمان سے مسلمانوں کا چالیس کا عدد پورا ہوا، آپ کے ایمان لانے پر فرشتوں میں مبارکباد کی دھوم مچی اور یہ آیت اتری: ”يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ“ ابو بکر صدیق کے بعد ۳۱ھ میں آپ کی بیعت کی گئی، آپ کے زمانہ میں اسلام بہت پھیلا، بہت ممالک فتح ہوئے، قرآن کریم کی بہت سی آیتیں آپ کی رائے کے مطابق اتریں، دس سال چھ مہینے خلافت کی تریسٹھ سال عمر شریف ہوئی، ۲۶ ذوالحجہ ۶۳ھ بدھ کے دن مسجد نبوی محراب النبی میں مصلاء مصطفیٰ پر نماز فجر پڑھاتے ہوئے شہید کیئے گئے، مغیرہ ابن شعبہ کے یہودی غلام ابولؤلؤ نے غنجر کا وار کیا، آپ کی شہادت پر درود یوار سے اسلام کے رونے کی آواز آتی تھی کہ آج اسلام و مسلمین یتیم ہو گئے، حضرت صہیب نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی، گنبد خضریٰ میں پہلوئے مصطفیٰ میں دفن ہوئے، آپ کی روایتیں پانچ سو سینتیس ۷۵۳ ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ہجرت کے لغوی معنی ہیں چھوڑنا۔ شریعت میں رب کو راضی کرنے کے لیے وطن چھوڑنے کا نام ہجرت ہے۔ ہجرت بوقت ضرورت اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے، اسلامی سنہ حضور کی ہجرت کی یادگار ہے۔

یعنی جو ہجرت میں اللہ اور رسول کی خوشنودی کی نیت کرے، اس کی ہجرت واقعی اللہ اور رسول کی طرف ہی ہوگی لہذا حدیث میں دور نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ عبادات میں رضاء رب کے ساتھ حضور کی رضا کی نیت شرک نہیں بلکہ عبادت کو کامل کرتی ہے۔ دیکھو، ہجرت عبادت ہے، مگر فرمایا گیا: ”إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ“۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور کے پاس جانا اللہ کے دربار میں حاضری ہے کہ مہاجرین مدینہ جاتے تھے، جہاں حضور تشریف فرما تھے، وہاں جانے کو اللہ کے پاس جانا قرار دیا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر جگہ حضور ہی کے دم کی بہار ہے، ان کے بغیر اجڑا دیا رہے۔ دیکھو کہ

معتزل میں رہنا عبادت ہے، مگر جب حضور وہاں سے مدینہ منورہ چلے گئے تو اگرچہ وہاں کعبہ وغیرہ سب کچھ رہا مگر وہاں رہنا گناہ قرار پایا، وہاں سے ہجرت ضروری ہو گئی، پھر جب وہاں حضور کی تجلی ہو گئی، پھر وہاں رہنا عبادت قرار پایا۔

نیت ارادۂ عمل کو بھی کہتے ہیں اور اخلاص کو بھی، یعنی اللہ رسول کو راضی کرنے کا ارادہ، یہاں دوسرے معنی میں ہے یعنی اعمال کا ثواب اخلاص سے ہے، جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے، اس صورت میں یہ حدیث اپنے عموم پر ہے، کوئی عمل اخلاص کے بغیر ثواب کا باعث نہیں، خواہ عبادات محضہ ہوں جیسے نماز، روزہ وغیرہ یا عبادات غیر مقصودہ جیسے وضو، غسل، کپڑا، جگہ، بدن کا پاک کرنا وغیرہ کہ ان پر ثواب اخلاص سے ہی ملے گا۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ اخلاص اور نیت خیر ایسی نعمتیں ہیں کہ ان کے بغیر عبادات محض عادتیں بن جاتی ہیں، اور اس کی برکت سے کفر شکر بن جاتا ہے، اور گناہ و معصیت اطاعت۔ حضرت ابوامیہ ضمیری نے ایک موقع پر کفر یہ الفاظ بول لیے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی رات غار ثور میں ایک قسم کی خودکشی کر لی، سیدنا علی المرتضیٰ نے خندق میں عمداً نماز عصر چھوڑ دی، مگر چونکہ نیتیں خیر تھیں، اس لیے ان حضرات کے یہ کام ثواب کا باعث بنے۔ مولانا فرماتے ہیں۔ شعر۔

ہرچہ گیردِ عِلَّتی عِلَّت شود کفر گیردِ مِلَّتی مِلَّت شود

امام شافعی کے نزدیک نیت

شوافع کہتے ہیں کہ یہاں نیت پہلے معنی میں ہے، یعنی ارادۂ فعل ان کے نزدیک جو بغیر ارادہ وضو اعضاء دھولے تو اس سے وضو نہ ہوگا جیسے بلا ارادہ نماز نہیں ہوتی مگر یہ تفسیر مقصد حدیث کے خلاف ہے اور پھر حدیث کا عموم باقی نہیں رہتا کیونکہ آگے ہجرت کا ذکر ہے۔ جو دنیوی غرض سے ہجرت کرے شرعاً مہاجر ہوگا اگرچہ ثواب نہ

ہوگا۔ نیز جو بغیر ارادہ جواز نماز، گندا کپڑا، گندا جسم، گندی زمین دھو ڈالے تو ان کے ہاں بھی یہ چیزیں پاک ہو جاتی ہیں، اور نماز اس سے جائز ہوتی ہے یہ معنی ان کے بھی خلاف ہیں۔ خیال رہے کہ ارکان اسلام یعنی کلمہ، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ میں نیت یعنی ارادہ فعل فرض ہے، باقی جہاد، ہجرت وضوء وغیرہ میں یہ نیت فرض نہیں۔ ہاں اخلاص کے بغیر ان میں ثواب نہ ملے گا۔ لہذا احناف کے معنی نہایت صحیح ہیں اور حدیث نہایت جامع۔ نماز میں زبان سے نیت کے الفاظ کہنا بدعت حسنہ ہے کیونکہ حضور نے کل ۳۰ ہزار نمازیں پڑھیں ہیں مگر کبھی زبان سے نیت نہ کی، بعض علماء نے نماز کو حج پر قیاس کیا اور فرمایا کہ جیسے احرام کے وقت زبان سے حج کی نیت کی جاتی ہے ایسے ہی نماز میں کرنی چاہیے مگر یہ صحیح نہیں۔ دیکھو مرقات۔

### امام اہل سنت کے مدنی پھول

امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن دعاؤں کے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

اور بیشک جو علم نیت جانتا ہے ایک ایک فعل کو اپنے لئے کئی کئی نیکیاں کر سکتا ہے مثلاً جب نماز کے لئے مسجد کو چلا اور صرف یہی قصد ہے کہ نماز پڑھوں گا تو بیشک اُس کا یہ چلنا محمود، ہر قدم پر ایک نیکی لکھیں گے اور دوسرے پر گناہ محو کریں گے مگر عالم نیت اس ایک ہی فعل میں اتنی نیتیں کر سکتا ہے۔

(۱) اصل مقصود یعنی نماز کو جاتا ہوں۔

(۲) خانہ خدا کی زیارت کروں گا۔

(۳) شعار اسلام ظاہر کرتا ہوں

(۴) داعی اللہ کی اجابت کرتا ہوں۔

(۵) تحیۃ المسجد پڑھنے جاتا ہوں۔



(۶) مسجد سے خس و خاشاک وغیرہ دُور کروں گا۔

(۷) اعتکاف کرنے جاتا ہوں کہ مذہب مفتی بہ پر اعتکاف کے لئے روزہ شرط نہیں اور ایک ساعت کا بھی ہو سکتا ہے جب سے داخل ہو باہر آنے تک اعتکاف کی نیت کر لے انتظار نماز و ادائے نماز کے ساتھ اعتکاف کا بھی ثواب پائے گا۔

(۸) امر الہی خذوا زینتکم عند کل مسجد (القرآن ۷/۳۱)

(اپنی زینت لوجب مسجد میں جاؤ۔ ت) امتثال کو جاتا ہوں۔

(۹) جو وہاں علم والا ملے گا اُس سے مسائل پوچھوں گا دین کی باتیں سیکھوں گا۔

(۱۰) جاہلوں کو مسئلہ بتاؤں گا دین سکھاؤں گا۔

(۱۱) جو علم میں میرے برابر ہو گا اُس سے علم کی تکرار کروں گا۔

(۱۲) علماء کی زیارت۔

(۱۳) نیک مسلمانوں کا دیدار۔

(۱۴) دوستوں سے ملاقات۔

(۱۵) مسلمانوں سے میل۔

(۱۶) جو رشتہ دار ملیں گے اُن سے بکشادہ پیشانی مل کر صلہ رحم۔

(۱۷) اہل اسلام کو سلام۔

(۱۸) مسلمانوں سے مصافحہ کروں گا۔

(۱۹) اُن کے سلام کا جواب دوں گا۔

(۲۰) نماز جماعت میں مسلمانوں کی برکتیں حاصل کروں گا۔

(۲۱ و ۲۲) مسجد میں جاتے نکلتے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلام عرض

کروں گا

بسم اللہ الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ۔

(۲۳ و ۲۴) دخول و خروج میں حضور و آل حضور و ازواج حضور پر درود بھیجوں گا  
اللہم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد و علی ازواج سیدنا  
محمد۔

(۲۵) بیمار کی مزاج پرسی کروں گا۔  
(۲۶) اگر کوئی غمی والا ملا تعزیت کروں گا۔  
(۲۷) جس مسلمانوں کو چھینک آئی اور اس نے الحمد للہ کہا اُسے یرحمک اللہ کہوں گا۔  
(۲۸ و ۲۹) امر بالمعروف و نہی عن المنکر کروں گا۔  
(۳۰) نمازیوں کے وضو کو پانی دؤں گا۔  
(۳۱ و ۳۲) خود مؤذن ہے یا مسجد میں کوئی مؤذن مقرر نہیں تو نیت کرے کہ اذان  
واقامت کہوں گا اب اگر یہ کہنے نہ پایا دوسرے نے کہہ دی تاہم اپنی نیت پر  
اذان و اقامت کا ثواب پاچکا۔

فقد وقع اجرہ علی اللہ (القرآن ۴/۱۰۰)

(اللہ تعالیٰ اسے اجر عطا فرمائے گا۔)

(۳۳) جو راہ بھولا ہوگا راستہ بتاؤں گا۔

(۳۴) اندھے کی دستگیری کروں گا۔

(۳۵) جنازہ ملا تو نماز پڑھوں گا۔

(۳۶) موقع پایا تو ساتھ دفن تک جاؤں گا۔

(۳۷) دو مسلمانوں میں نزاع ہوئی تو حتی الوسع صلح کراؤں گا۔

(۳۸ و ۳۹) مسجد میں جاتے وقت دہنے اور نکلتے وقت بائیں پاؤں کی تقدیم سے

اتباع سنت کروں گا۔

(۴۰) راہ میں جو لکھا ہوا کاغذ پاؤں گا اٹھا کر ادب سے رکھ دوں گا الی غیر ذلک من

نیات کثیرۃ تو دیکھئے کہ جوان ارادوں کے ساتھ گھر سے مسجد کو چلا وہ صرف حسنہ نماز کے لئے نہیں جاتا بلکہ ان چالیس ۴۰ حسنات کے لئے جاتا ہے تو گویا اس کا یہ چلنا چالیس طرف چلنا ہے اور ہر قدم چالیس قدم پہلے اگر ہر قدم ایک نیکی تھا اب چالیس ۴۰ نیکیاں ہوگا۔ اسی طرح قبر پر اذان دینے والے کو چاہئے کہ ان پندرہ نیتوں کا تفصیلی قصد کرے تاکہ ہر نیت پر جدا گانہ ثواب پائے اور ان کے ساتھ یہ بھی ارادہ کہ مجھے میت کے لئے دُعا کا حکم ہے اس کی اجابت کا سبب حاصل کرتا ہوں اور نیز اس سے پہلے عمل صالح کی تقدیم چاہئے یہ ادب دعا بجالاتا ہوں

الی غیر ذلک مما یتخرجہ العارف النبیل واللہ الہادی الی سواء السبیل۔

(ان کے علاوہ دوسری نیتیں جن کو عارف اور عمدہ رائے استخراج کر سکتی ہے اللہ تعالیٰ ہی سیدھی راہ دکھانے والا ہے۔) بہت لوگ اذان تو دیتے ہیں مگر ان منافع و نیات سے غافل ہیں وہ جو کچھ نیت کرتے ہیں اُسی قدر پائیں گے۔

عہ یہ چالیس نیتیں ہیں جن میں چھبیس ۲۶ علماء نے ارشاد فرمائیں اور چودہ ۱۴ فقیر نے بڑھائیں جن کے ہندسوں پر خطوط کھینچے ہیں ۱۲ منہ فانما الاعمال بالنیات وانما للکل امرء ممانوی۔

اعمال کا ثواب نیتوں سے ہی ہے اور ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس

نے نیت کی۔ (مخلوۃ المصاحح خطبۃ الکتاب مطبوعہ مجتہائی دہلی ص ۱۱)

تنبیہ سوم: جہال منکرین یہاں اعتراض کرتے ہیں کہ اذان تو اعلام نماز کے لئے ہے یہاں کون سی نماز ہوگی جس کے لئے اذان کہی جاتی ہے مگر یہ ان کی جہالت انہیں کو زیب دیتی ہے وہ نہیں جانتے کہ اذان میں کیا کیا اغراض و منافع ہیں اور شرع مطہر



فرمائیں گے ان شاء اللہ العزیز وہ جواب با صواب پائیں گے جس کے انوار باہرہ  
ولعات قاہرہ کے حضور ہاتل کی آنکھیں جھپکیں اور اس کی سہانی روشنیوں و دلکشا  
مجلسوں سے حق و صواب کے نورانی چہرے دیکیں و باللہ التوفیقی و هو البعین۔  
والحمد لله رب العلمین والصلاة والسلام علی سید المرسلین محمد وآلہ  
وصحبہ اجمعین آمین برحمتک یا ارحم الراحمین الحمد لله کہ یہ رسالہ آخر محرم  
۱۳۰۷ھ سے دو ۲ جلسوں میں تمام ہوا واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۵ ص ۶۷۲-۶۷۳)

### اچھی نیت کا پھل اور بری کا وبال

منقول ہے کہ ”دو بھائی تھے، ان میں سے ایک عابد اور دوسرا فاسق تھا۔ عابد کی  
آرزو تھی کہ وہ شیطان کو اپنی محراب میں دیکھے، ایک دن اس کے پاس انسانی شکل  
میں ابلیس آیا اور کہنے لگا: ”افسوس ہے تجھ پر! تو نے اپنی عمر کے چالیس سال نفس کو  
قید اور بدن کو مشقت میں ڈال کر ضائع کر دیئے۔ تمہاری جتنی عمر گزر چکی اتنی ابھی باقی  
ہے، اپنے نفس کی خواہشات پوری کر کے لذت حاصل کر لے، اس کے بعد دوبارہ  
توبہ کر لینا اور واپس عبادت کی طرف لوٹ آنا، بے شک اللہ عزّ و جلّ بخشنے والا،  
مہربان ہے۔“ یہ سن کر عابد نے اپنے دل میں کہا: ”میں نیچے جا کر اپنے بھائی کے  
پاس بیس سال لذات حاصل کروں گا اور خواہشات پوری کروں گا پھر توبہ کر لوں گا اور  
اپنی عمر کے بقیہ بیس سال عبادت میں صرف کروں گا۔“ اب یہ نیچے اترنے لگا۔ ادھر  
اس کے گنہگار بھائی نے اپنے نفس سے کہا: ”تو نے اپنی عمر کو نافرمانی میں ضائع کر دیا  
اور تیرا بھائی جنت میں جبکہ تو جہنم میں جائے گا۔ اللہ عزّ و جلّ کی قسم! میں ضرور توبہ  
کروں گا اور اپنے بھائی کے ساتھ اوپر والے کمرے میں جا کر اپنی بقیہ عمر عبادت  
میں گزاروں گا، شاید! اللہ عزّ و جلّ مجھے بخش دے۔“ ادھر وہ توبہ کی نیت لے کر اوپر کو



چڑھنے لگا اور اس کا عابد بھائی نافرمانی کی نیت لے کر اترنے لگا کہ اچانک اس کا پاؤں پھسلا اور وہ اپنے بھائی پر گر پڑا اور دونوں سیڑھیوں پر اکٹھے مر گئے۔ اب عابد کا حشر نافرمانی کی نیت پر ہوگا اور گنہگار کا حشر توبہ کی نیت پر ہوگا۔“

(الروض الفائق فی التواضع والرفاق م ۳۲)

فقیر الہند علامہ مفتی شریف الحق امجدی اسی حدیث کو بیان کرتے ہوئے نزہۃ القاری میں لکھتے ہیں:

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ عام الفیل کے تیرہ سال بعد پیدا ہوئے انا لیس مردوں کے بعد، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا سے ۶ ہجری نبوی میں ایما لائے۔ ۱۳ ہجری ۲۳ جمادی الآخرہ بروز سہ شنبہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام ابو لؤلؤ فیروز مجوسی نے نماز فجر میں زخزی کیا۔ تین دن کے بعد ۲۸ ذوالحجہ بروز بروز دوشنبہ شہید ہوئے۔ روضہ پاک میں حضرت صدیق اکبر کے پہلو میں دفن ہوئے۔ عمر مبارک ۶۳ سال ہوئی۔

دس سال چھ مہینے پانچ دن بڑی شان و شوکت کے ساتھ نیابت رسول کا حق ادا کیا۔ انہیں کے عہد خلافت میں وقت کے دو عظیم فرعون، قیصر روم و کسریٰ ایران کی ہزار ہا الہ جابرانہ ظالمانہ سلطنتیں پاش پاش ہوئیں۔ عراق، ایران، مکران (بلوچستان) شام فلسطین مصر وغیرہ وغیرہ بڑے ممالک اسلام کے زیر نگیں ہوئے۔ چار دانگ عالم میں اسلام کی ہیبت و شوکت بیٹھ گئی، جیسا کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی تھی۔

الاعلام

ابو حفص کنیت، فاروق اعظم لقب ہے۔ ان سے ۵۳۵ حدیثیں مروی ہیں۔

صحابہ میں عمر بن خطاب نام کے کوئی صاحب نہیں۔ البتہ راویان حدیث میں اس نام کے چھ حضرات ہیں۔ صحابہ کرام میں عمرو نام کے ۲۳ اور اصحاب ہیں چونکہ دونوں لکھنے میں یکساں ہی ہیں اس لیے امتیاز کے لیے بقیہ ناموں کے ساتھ واو لکھا جاتا ہے اور فاروق اعظم کا نام نامی بغیر واو کے۔

اس پر اہل سنت کا اجماع ہے کہ تمام امت سے افضل صدیق اکبر ہیں پھر فاروق اعظم پھر عثمان غنی پھر علی مرتضیٰ پھر عشرہ مبشرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

### اس حدیث کی حیثیت

ابن مندہ کی تصریح کے مطابق یہ حدیث علاوہ حضرت عمر کے، حضرت علی و حضرت سعد و حضرت ابوسعید خدری و عبداللہ بن مسعود و عبداللہ بن عمرو انس و ابن عباس و معاویہ ابو ہریرہ و عبادہ بن صامت و عتبہ بن عبد اللہ سلمی و ہزال بن سدید و عقبہ بن عامر و جابر و ابو ذر و عقبہ ابن منزر و عقبہ بن مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہے۔

ابن مندہ کا یہ قول اگر صحیح ہے تو یہ حدیث متواتر ہے۔ مگر اکثر محدثین کی رائے یہ ہے کہ یہ حدیث صرف حضرت عمر ہی سے مروی ہے اور ان کے بعد یحییٰ بن سعید انصاری تک اس کے راوی ایک ایک رہے۔ یحییٰ بن سعید کے بعد یہ حدیث پھیلی ابوسعید محمد بن علی قتیبہ نے کہا کہ ڈیڑھ سو اور ابن مندہ نے کہا کہ تین سو سے زائد۔ حافظ ابوموسیٰ مدینی اور ابواسامیٰ ہمدانی نے کہا کہ سات سو حضرات نے یحییٰ بن سعید سے اس حدیث کو روایت کیا۔ اس پر کچھ کلام بھی کیا گیا ہے۔ مگر عند التحقیق یہ حدیث صحیح غریب مشہور ہے۔

### یہ اُمّ الاحادیث ہے

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادے حضرت حماد کو

ہیں (۲۰) باتوں کی نصیحت فرمائی تھی ان میں انیسویں یہ تھی کہ میں نے پانچ لاکھ حدیثوں میں سے پانچ حدیثیں منتخب کی ہیں ان پر اعتماد کرنا۔ پھر انہیں پانچوں حدیثوں کو ذکر فرمایا۔

### سبب ارشاد

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ مگر میں ایک شخص نے ام قیس نامی ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا۔ ام قیس نے یہ شرط رکھی اگر تم مدینہ ہجرت کر کے چلو تو تم سے نکاح کر لوں گی۔ انہوں نے ہجرت کی اور ان دنوں کا نکاح ہو گیا۔ ان کو ہم لوگ صاحب ام قیس کہتے تھے۔ (طبرانی معجم کبیر) اس پر علامہ ابن حجر نے اعتراض فرمایا۔ کہ یہ محض قیاس ہے۔ اس واقعہ کو سبب ارشاد ٹھہرانا درست نہیں اس لئے کہ روایتاً ثبوت ضروری ہے۔ اور روایت سے اس کا کوئی ثبوت نہیں۔

اسی طرح ابن بطل مشہور محدث نے بحوالہ ابن سراج یہ بتایا کہ اسلام سے پہلے عربی اپنی لڑکیوں کا نکاح عجمی نسل کے لوگوں سے نہیں کرتے تھے۔ اسلام میں ایسے نکاح ہونے لگے تو بہت سے عجمی النسل ہجرت کر کے مدینہ پہنچے کہ ہمارا نکاح عربی عورتوں سے ہو جائے۔ اس پر یہ ارشاد فرمایا۔ اس پر وہی ایراد ہے کہ اس کا کیا ثبوت کہ اسی وجہ سے یہ ارشاد فرمایا۔ یہ کہنا کہ ان لوگوں نے ایسی روایت پر اطلاع پائی جیسی تو اسے سبب ٹھہرایا۔ یہ جواب پہلی وجہ میں بھی چل سکتا ہے کہ جن لوگوں نے مہاجر ام قیس کے واقعہ کو سبب ٹھہرایا۔ انہیں بھی کوئی روایت معتدلی ہوگی۔ واللہ

### الاعمال

یہ عمل کی جمع ہے یہ اور فعل مراد ہیں، مگر عند الاطلاق افعال سے مراد افعال جوارح ہی ہوتے ہیں۔ اور اعمال عام ہے افعال جوارح افعال لسان افعال قلب سب

پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ جس کی دلیل بخاری شریف کی یہ حدیث ہے۔ جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال ہوا کونسا عمل افضل ہے۔ فرمایا: اللہ اور رسول پر ایمان۔ پوچھا گیا پھر کون تو فرمایا: جہاد۔ پھر دریافت کیا گیا پھر کون فرمایا حج مقبول۔

یہ عبادات، محرمات، مکروہات، مباحات سب کو شامل ہے۔ مگر یہاں مراد صرف ،، اعمال صالحہ ہیں اور بنظر وفاق مباحات بھی۔

### نیت

نیت کی جمع ہے۔ نیت، دل کے پختہ ارادے کو کہتے ہیں خواہ وہ کسی چیز کا ہو۔ اور شریعت میں عبادت کے ارادے کو کہتے ہیں۔ (تکوین)

### ارادہ، عزم، قصد

محققین کے نزدیک ارادہ اس صفت کو کہتے ہیں جس سے دو مقادیر چیزوں میں ایک کو ترجیح دی جائے خواہ قدیم ہو خواہ حادث نیت، عزم، قصد تینوں میں ارادہ حادث مراد ہے۔ اسی لئے ان کا اطلاق باری تعالیٰ پر نہیں ہوتا بخلاف ارادہ کے کہ اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر بھی ہوتا ہے۔

عزم، وہ ارادہ ہے جو فعل پر مقدم ہو۔

قصد، وہ ارادہ ہے جو فعل سے متصل اور فعل کے ساتھ پایا جاتا ہو۔

نیت، وہ ارادہ ہے جو عمل سے متصل و مقترن ہونے کے ساتھ ساتھ اس میں عمل کی نیت بھی ملحوظ ہو۔

مثلاً ایک شخص نے حج کا ارادہ کیا۔ سفر شروع کرنے تک عزم ہے۔ سفر شروع ہونے کے بعد قصد، اور اگر اس میں یہ بھی ملحوظ ہے کہ یہ حج کا سفر ہے تو نیت۔

امام شافعی کا مذہب

وضو میں نیت شرط ہے یا نہیں۔ امام شافعی وغیرہ کے نزدیک وضو میں نیت شرط ہے اس لئے اگر کسی نے وضو بغیر نیت کیا تو اس کا وضو صحیح نہ ہوا۔ اس وضو سے نماز نہ ہوگی۔ ان کے استدلال کا خلاصہ ہے۔

امام شافعی کا استدلال

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ الاعمال سے مراد، عبادات ہیں۔ مطلقاً ہر عمل نہیں، مثلاً مباح یا گناہ مراد نہیں۔ الاعمال پر الف لام استغراق کے لیے ہے۔ اس لیے اس میں تمام عبادات داخل ہیں، خواہ وہ مقصود ہوں خواہ غیر مقصودہ۔ اور اگر الف لام جنس کے لیے مانیں تو بھی یہی حاصل۔ اس لیے کہ 'انما' حصر کے لیے ہے۔ نیز مسند الیہ کا معرفہ ہونا بھی مفید حصر ہے۔ اور جنس کا حصر اس وقت ہوگا جبکہ اس کے تمام افراد کا حصر ہو۔ اگر ایک فرد بھی خارج ہوگا تو جنس کا حصر نہ ہوگا۔

باتفاق فریقین الاعمال کا مضاف محذوف ہے۔

کسی خاص مضاف کے حذف پر کوئی قرینہ نہیں۔ اس لیے مضاف محذوف عام ہوگا۔ یعنی وجود، حصول وغیرہ۔

تو اب مطلب یہ ہوا کہ کوئی عمل بغیر نیت کے موجود نہیں ہوتا۔ یہ باطل، اس لیے کہ اذان، قرارت، ذکر وغیرہ بہت سی عبادتوں کا وجود باتفاق فریقین ہو جاتا ہے۔ تو اب اس حدیث کے صدق کے لیے یہاں معنی مجازی مراد لینا لازم ہوا اور یہ معنی مجازی حکم ہے۔ اور حکم دو ہیں۔ دنیوی یعنی صحت و فساد، اور اخروی یعنی ثواب۔

امام شافعی کے یہاں عموم مجاز مراد لینا جائز نہیں۔ اس لیے بیک وقت دونوں مراد نہیں ہو سکتے۔ ان دونوں میں صرف ایک ہی مراد ہوگا۔ بہ نسبت ثواب کے صحت، عمل سے قریب تر ہے۔ اس لئے کہ صحت عمل پر مرتب ہوتی ہے اور ثواب، صحت عمل



پر یعنی صحت کا ترتیب عمل پر بذراستہ ہے۔ اور ثواب کا بواسطہ۔ اس لیے صحت مراد  
ہے کو ثواب پر ترتیب ہوئی۔ اب حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ جتنے بھی اعمال  
ہیں۔ ثواب مقصود ہوں ثواب غیر مقصود و سب کی صحت نیت پر ہے۔ اگر نیت ہے تو صحیح  
ورنہ فاسد۔ اس لیے وضو بھی بلا نیت صحیح نہیں۔

### جواب

اس استدلال سے یہ ثابت ہوا کہ کوئی عبادت نیت کے بغیر عبادت نہیں۔ اس  
سے ہمیں انکار نہیں ہم بھی یہ مانتے ہیں کہ بلا نیت کوئی بھی عمل عبادت نہیں۔ حتیٰ کہ  
وضو و غسل بھی بغیر عبادت نہ ہوں گے۔ مگر کسی عمل کا صحیح ہونا اور بات ہے اور اس کا  
عبادت ہونا اور بات۔ یہ ہو سکتا ہے کہ ایک شے فی نفسہ صحیح ہو مگر عبادت نہ ہو۔ جیسے  
نکاح۔ اگر بلا نیت طاعت کیا عبادت نہ ہوا۔ مگر شرعاً صحیح ہے۔ اسی طرح ہم کہتے ہیں  
اگر کسی نے بغیر نیت وضو کیا تو یہ وضو صحیح اگرچہ عبادت نہ ہوگا اس پر ثواب نہ ملے گا۔  
اس کی توضیح یہ ہے کہ عبادت کی دو قسمیں ہیں۔ مقصودہ جیسے نماز روزے۔ ان  
سے مقصود حصول ثواب ہے۔ انہیں اگر بغیر نیت ادا کیا جائے تو یہ صحیح نہ ہوں گے اس  
لیے کہ ان سے مقصود ثواب تھا اور جب ثواب مقصود تو نوات مقصود کی وجہ سے اصل  
شے مقصود۔

دوسری عبادت غیر مقصودہ جو دوسری عبادتوں کے لیے ذریعہ ہوں جیسے نماز کے  
نیچے چتر، وضو، غسل وغیرہ۔

ان عبادات غیر مقصودہ کو اگر کوئی بہ نیت طاعت کرے گا تو اسے ثواب ملے گا۔  
اور اگر بد نیت کرے تو ثواب نہیں ملے گا۔ مگر یہ ذریعہ وسیلہ ہونے کے اعتبار سے شرعاً  
صحیح ہوں گی اور ان سے نماز صحیح ہو جائے گی۔ اور شوائع کے استدلال سے ثابت ہوا تو  
یہ کہ بغیر نیت وضو عبادت نہیں۔ یہ ثابت نہ ہوا کہ وہ اس معنی کر صحیح بھی نہ ہوا کہ نماز

کے لیے ذریعہ بن سکے۔ یہ اگر عبادت نہ رہا تو کوئی خرابی نہیں۔ ان کا ۱۰۰-۱۱۱ ادم مقصد ذریعہ عبادت ہونا باقی رہا۔ جیسے چلنا کہ بے نیت طاعت مسجد کی طرف ہوتا تو یہ عبادت نہ ہوا مگر ذریعہ نماز تو ہو گیا۔ اسی طرح غسل طہارت ظاہری جس میں وضو بھی داخل ہے۔ بے نیت صحیح اگرچہ عبادت نہیں۔

### احناف کا استدلال

شواہد کے استدلال سے ثابت ہوا کہ چند باتیں انہیں بھی تسلیم ہیں (۱) اعمال سے مراد عبادت ہیں (۲) نیت سے مراد نیت کا شرعی معنی، ارادہ طاعت ہے (۳) اور یہاں ”الاعمال“ کا مضاف خذوف ہے (۴) اور یہ ضرورۃً محذوف مانا گیا ہے۔ اب احناف کہتے ہیں: جو چیز ضرورۃً مقدر مانی جاتی ہے تو بقدر ضرورت ہوگی ضرورت سے زیادہ ماننے میں مفاسد کا فتح باب ہے۔

نیز اس کے حذف پر قرینہ بھی ہونا ضروری ہے۔ خواہ عقلی خواہ لفظی خواہ معنوی۔ تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ کسی بھی عبادت کا ثواب بغیر نیت نہیں۔ نیز اس حدیث کا اخیر حصہ۔

”جس کی ہجرت اللہ اور رسول کی طرف ہو اس کی ہجرت اللہ اور رسول کی طرف ہے اور جس کی ہجرت عورت یا دنیا کے لیے ہو اس کی ہجرت اسی کی طرف ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کی۔“

اس پر قرینہ ہے کہ کسی بھی عمل خیر پر ثواب نیت ہی سے ملے گا۔ بغیر نیت کوئی ثواب نہیں ملے گا۔ ان دو عقلی اور لفظی قرائن کی وجہ سے یہاں ثواب کا محذوف ماننا ضروری ہے۔ اور اتنے سے حذف کی ضرورت پوری ہو گئی اور ثواب حکم اخروی ہے تو حکم دنیوی یعنی صحت مراد لینا ساقط۔ نیز اگر حکم کو محذوف مانیں اور مراد لیں دنیوی حکم یعنی صحت۔ تو حدیث کا اخیر حصہ اول کے معارض ہوگا، کیونکہ، انما الاعمال

بالیات کا مطلب یہ ہوا کہ بغیر نیت عمل صحیح نہیں یعنی اس کا وجود ہی نہیں۔ اور عامل بری الذمہ نہیں۔۔۔ حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیانیہ طاعت صرف حصول دنیا یا حصول عورت کے لیے ہجرت کرنے والے کی ہجرت کو ہجرت فرمایا۔ اور ان کو ادائے فرض سے بری الذمہ مانا۔ ورنہ لازم آئے گا کہ یہ صحابہ سارک فرض ہو کر فاسق ہوئے۔ کیونکہ قبل فتح مکہ ہجرت فرض تھی۔ اور صحابہ کل عادل۔ تو ماننا پڑے گا کہ یہ ہجرت صحیح اور ایسے مہاجر بھی ہجرت کے فرض سے سبکدوش ہو گئے۔ اس لئے حدیث کے اول و آخر کو تعارض سے بچانے کے لیے ثواب کو محذوف ماننا لازم۔ اب جبکہ ثابت ہو گیا کہ یہاں محذوف ثواب ہے۔ تو حدیث کا یہ مطلب ہوا کہ۔۔۔ اعمال کا ثواب نیت ہی پر ہے۔ بغیر نیت کسی عمل پر ثواب کا استحقاق نہیں۔

بلکہ اب اس کی بھی حاجت نہ رہی کہ اعمال کو عبادات کے ساتھ خاص رکھا جائے۔ مباحات بھی اگر بہ نیت طاعت کیے جائیں تو ان پر بھی ثواب ملے گا۔ یہ دوسری بات ہے کہ اب یہ مباحات عبادات ہو جائیں گے۔ مگر یہاں بحث یہ نہیں کہ کیا چیز مال کے اعتبار سے عبادت ہو سکتی ہے۔ بلکہ گفتگو اس میں ہے کہ جو چیز فی الحال عبادت ہے وہی مراد ہے، یا جو فی الحال مباح ہے اور مال کا عبادت ہو وہ بھی مراد ہے۔

### نیت کا ثواب

اول حصے میں ”اعمال“ افعال جوارح و افعال قلب کو شامل تھا جس میں نیت بھی داخل ہے۔ مگر نیت کے لیے نیت ضروری قرار دینے میں تسلسل لازم آتا ہے پھر اس نیت کے لیے بھی نیت ضروری ہوگی۔ اسی طرح یہ سلسلہ غیر متناہی چلے گا۔ اس لیے ماننا پڑے گا کہ وہاں اعمال ہے نیت خارج ہے ”انما الاعمال بالنیات“ سے نیت کے

سوا جملہ اعمال کا حکم بیان فرمانے کے بعد نیت کا حکم ارشاد فرمایا۔

\_\_\_\_\_ کہ ہر شخص کو اس کی نیت کا ثواب ملے

گا۔

اس کی تشریح اس حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا:

اِذَا هَمَّ عَبْدِي بِسَيِّئَةٍ فَلَا تَكْتُبُوهَا وَاِذَا هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا

فَاكْتُبُوهَا حَسَنَةً فَاَنْعَمَ عَلَيْهَا فَكْتُبُوهَا عَشْرًا

جب کوئی بندہ برائی کا ارادہ کرتے تو اسے مت لکھنا جب بندہ کسی نیکی کرنے کا

ارادہ کرے اور نہ کر سکی تو ”ایک نیکی لکھو“ اور اگر اسے کر لے تو دو لکھو۔

(بخاری کتاب التوحید، مسلم کتاب الایمان)

عز وہ تبوک میں ارشاد فرمایا۔۔۔۔۔ مدینہ طیبہ میں کچھ لوگ اپنی مجبوریوں کی وہ

سے رہ گئے۔ ہمارے ساتھ نہیں آ سکے وہ بھی ثواب میں ہمارے شریک ہیں۔ صحابہ

نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب وہ ہمارے ساتھ شریک نہیں تو

ثواب میں کیسے شریک ہوں گے۔ فرمایا اپنی سچی نیت کی بدولت۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تیمارداری

کی وجہ سے عزوۃ بدر میں شریک نہ ہو سکے مگر اپنی نیت کی بدولت ثواب میں شریک

ہیں۔ اور مال غنیمت میں بھی انہیں حصہ ملا۔۔۔۔۔

اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ آدمی اگر کسی نیک کام کرنے کا ارادہ کرے اور نہ

کر سکے تو اس پر بھی ثواب ملے گا۔

اسی کو دوسری حدیث میں فرمایا: ”نِيَّةُ الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِنْ عَمَلِهِ“ مومن کی

نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔

اس طرح کہ نیت پر ثواب بلا شرط ہے اور عمل پر بشرط نیت ہے۔ نیز نیت میں

کوئی مشقت نہیں۔ اور عمل میں مشقت ہے۔

### تفریع

دو حکم کلی بیان فرمانے کے بعد اس پر دو جز ہے کہ تفریع فرمائی۔ حصر کے دو جز ہوتے ہیں۔ جودی۔ عدی۔ اسی طرح یہاں بھی ہیں ایک جودی یعنی تمام اعمال کا ثواب نیت ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ اس پر ارشاد فرمایا:

”جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہو، اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول ہی کی طرف ہے۔“

دوسرے عدی یعنی کسی عمل پر بغیر نیت ثواب نہیں۔ اس پر فرمایا:

”اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے شادی کرنے کے لیے ہو اس کی ہجرت اسی کی طرف ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کی۔“

### ہجرت کے معنی

(۱) ہجرت، کے معنی لغوی۔ چھوڑنے کے ہیں۔ حدیث میں ہے:

المهاجر من هجر ما نهى الله عنه

”مہاجر وہ ہے جو چھوڑ دے جن سے اللہ نے منع فرمایا۔“

شریعت میں۔ ہجرت، دین بچانے کے لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کو کہتے ہیں۔ ہجرت کبھی فرض ہوتی ہے کبھی واجب کبھی سنت کبھی مستحب، کبھی حرام کبھی مکروہ کبھی خلاف اولیٰ۔

### دنیا

(۲) دُنُو سے مشتق ہے ”فعلی“ کے وزن پر اسم تفصیل مونث ہے۔ دنو کے معنی

قریب ہونا۔ دنیا کے معنی لغوی بہت زیادہ قریب ہونے والی۔ اور معنی عرفی سے مناسبت یہ ہے کہ دنیا زوال و فنا کے بہت قریب ہے۔



شریعت میں دنیا کسے کہتے ہیں۔ اس بارے میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے دنیا ہے۔ دوسرے یہ کہ تمام مخلوقات خواہ اعراض ہوں خواہ جواہر دنیا ہیں۔

### ہجرت کے اقسام

(۳) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں چار قسم کی ہجرت ہوئی۔

حبشہ کی ہجرت اولیٰ۔ حبشہ کی ہجرت ثانیہ۔ قبل فتح، مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت۔

حضرت علامہ نووی شرح صحیح مسلم میں اس حدیث کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

تمام مسلمانوں کا اس حدیث کی اہمیت اور عظمت پر اجماع اور اتفاق ہے، اور اس کے فوائد بہت زیادہ ہیں، فقہاء اسلام نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث ثلث اسلام ہے، امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث میں فقہ کے ستر ابواب ہیں، بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث ربع اسلام ہے، عبدالرحمن بن مہدی وغیرہ نے کہا ہے کہ جو شخص کوئی کتاب تصنیف کرے وہ اس حدیث سے اپنی کتاب کی ابتداء کرے تاکہ اس کی نیت صحیح ہو، علامہ خطابی نے اس قول کو مطلقاً ائمہ سے نقل کیا ہے، امام بخاری اور دیگر ائمہ نے اسی وجہ سے اس حدیث سے اپنی اپنی تصانیف کی ابتداء کی ہے، امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس حدیث کو سات مقامات پر ذکر کیا ہے، حفاظ حدیث نے بیان کیا ہے کہ اس حدیث کے دو سو سے زیادہ راوی ہیں اور ان میں اکثریت ائمہ حدیث کی ہے البتہ شروع میں اس کے صرف ایک راوی ہیں اور وہ حضرت عمر ہیں اور ان سے صرف علقمہ نے روایت کیا، اسی بناء پر اس حدیث کو متواتر نہیں قرار دیا گیا، ہر چند کہ یہ عوام اور خواص میں مشہور ہے۔ (علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۳۱،

مطبوعہ نور محمد اصح الطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

علامہ نودی شافعی مزید لکھتے ہیں: نیت کا معنی قصد اور ارادہ سے کسی کام کو معین کرنا، اس حدیث میں آپ کا یہ ارشاد ہے کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے، اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ اعمال کے تحقق اور ثبوت کا مدار نیت پر ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اعمال کا شرعاً معتبر ہونا نیت پر موقوف ہے اور کسی فعل سے پہلے اس کی نیت نہ ہو تو وہ شرعاً معتبر نہیں ہوگا، اور اس میں یہ دلیل ہے کہ وضو، غسل، تیمم، نماز، روزہ، حج، اعتکاف اور تمام عبادات نیت کے بغیر صحیح نہیں ہوتیں، باقی نجاست کا زائل ہونا ہمارے نزدیک نیت پر موقوف نہیں ہے۔ کیونکہ وہ باب ترک سے ہے اور ترک میں نیت کی ضرورت نہیں ہوتی، اور اس پر فقہ شافعیہ کا اجماع ہے، طلاق، عتاق، اور قذف میں بھی نیک کا دخل ہے، لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کنایۃ طلاق دی تو اس میں نیت کا دخل ہے اور طلاق صریح میں نیت کا دخل نہیں ہے، اگر کسی شخص نے طلاق صریح دی پھر کہا اس سے میری نیت کچھ اور تھی تو اس کا قول قبول نہیں کیا جائے گا۔

(علامہ یحییٰ بن شرف نودی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۳۱، مطبوعہ نور محمد اصح الطابع

کراچی، ۱۳۷۵ھ)

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں ان علماء کا رد ہے جو طہارت اور بعض دیگر عبادات کو بغیر نیت کے جائز قرار دیتے ہیں، اور یہ بات اپنے مقام پر بادلائل بیان کی جا چکی ہے کہ جس شخص نے وضو سیکھنے یا وضو سکھانے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے وضو کیا درآں حالیکہ اس فعل سے رفع حدث میں یہ دلیل بھی ہے کہ قسم، طلاق اور عتاق وغیرہ کے الفاظ بغیر نیت کے معتبر نہیں ہوتے، علماء کا اس مسئلہ میں بہت اختلاف ہے، ہمارے نزدیک حقوق العباد میں طلاق اور عتاق کے الفاظ

میں ظاہری معنی کا اعتبار ہوگا اور اگر کوئی شخص صریح طلاق اور عتاق کے الفاظ بول کر یہ کہے میری مراد اس سے طلاق دینا یا آزاد کرنا نہیں تھی، تو اس کی نیت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور اس کے صریح الفاظ سے جو معنی ظاہر ہوگا اس کے مطابق فیصلہ کر دیا جائے گا۔ (علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ دمشقی ابی مالک متوفی ۵۸۳ھ، اکمال الکمال المعلم ج ۲۵۶، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

### علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے ائمہ ثلاثہ نے وضو اور غسل میں نیت کے وجوب پر استدلال کیا ہے، وہ اس حدیث کا یہ معنی کرتے ہیں کہ اعمال کی صحت کا مدار نیت پر ہے، اور اس میں الف لام استغراق کا ہے یعنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور تمام عبادات میں نیت مطلوب ہے، اسی طرح طلاق اور عتاق میں بھی نیت ضروری ہے۔

اس کے برخلاف امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد اور امام زفر کے نزدیک وضو اور غسل میں نیت ضروری نہیں ہے، ایک روایت میں امام مالک کا بھی یہی قول ہے، فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اعمال کا کامل ہونا یا ان کا ثواب نیات پر موقوف ہے، کیونکہ نیت نہ ہونے سے اصل عمل باطل نہیں ہوتا اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ اس کے بعد فرمایا ہے: "ولکل امرأ ما نوى" ہر شخص کو اس کی نیت کا پھل ملتا ہے، اور اسے ثواب ہی مراد ہے، نیز اگر اس سے مراد صحت لی گئی یعنی بغیر نیت کے عمل صحیح نہیں ہوتا تو لامحالہ بعض عبادات میں تخصیص کرنی پڑے گی، کیونکہ قرض کا ادا کرنا، امانتوں کا واپس کرنا، اذان دینا، تلاوت کرنا، وعظ و نصیحت کرنا، راستہ دکھانا، راستہ سے تکلیف وہ چیز کو ہٹانا، یہ سب کام عبادات ہیں اور اس پر اجماع ہے کہ یہ تمام کام بغیر نیت کے صحیح ہوتے ہیں، لہذا وضو اور غسل بھی بغیر نیت کے صحیح ہونے چاہئیں۔

تقصیق یہ ہے کہ یہ بات تو عقلاً باطل ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہو کہ ہر عمل کا شرعاً صحیح ہو مائیت پر موقوف ہے، کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض اعمال بغیر نیت کے شرعاً صحیح ہوتے ہیں، جیسا کہ بیع، شراہ، اجارہ، نکاح، طلاق وغیرہ، اس لیے لامحالہ اس حدیث کو کمال اور ثواب پر موقوف کرنا ہوگا، یعنی ہر عمل کا کمال اور ثواب نیت پر موقوف ہے۔ (علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۷۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۰-۳۱، مطبوعہ ادارۃ الطبائع الخیر یہ مصر، ۱۳۳۸ھ)



## الحديث الثاني جبريل عليه السلام کے سوالات

عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَيْضاً قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا يَرَى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ حَتَّى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ إِلَى رُكْبَتَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلَى فَخْذَيْهِ وَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِسْلَامِ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ وَتَصُومَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنْ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا، قَالَ: صَدَقْتَ. فَعَجِبْنَا لَهُ يَسْأَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ، قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِيمَانِ، قَالَ: أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ. قَالَ: صَدَقْتَ، قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِحْسَانِ، قَالَ: أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ. قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ السَّاعَةِ، قَالَ: مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ، قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنْ أَمَارَاتِهَا، قَالَ: أَنْ تَلِدَ الْأُمَّةُ رَبَّتَهَا، وَأَنْ تَرَى الْخِفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبُنْيَانِ، ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِيًّا ثُمَّ قَالَ: يَا عُمَرُ أَتَدْرِي مَنْ السَّائِلُ؟ قُلْتُ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: فَإِنَّهُ جِبْرِيلُ أَتَاكُمْ



يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الایمان والاسلام والاحسان... إلخ، 8: ص: 21)

روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک صاحب ہمارے سامنے نمودار ہوئے جن کے کپڑے بہت سفید اور بال خوب کالے تھے <sup>۱</sup> اُن پر آثارِ سفر ظاہر نہ تھے اور ہم سے کوئی انہیں پہچانتا بھی نہ تھا <sup>۲</sup> یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھنے اور اپنے گھٹنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں شریف سے مس کر دیئے <sup>۳</sup> اور اپنے ہاتھ اپنے زانو پر رکھے <sup>۴</sup> اور عرض کیا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے اسلام کے متعلق بتائیے <sup>۵</sup> فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں <sup>۶</sup> اور نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو، رمضان کے روزے رکھو، کعبہ کاج کرو اگر وہاں تک پہنچ سکو <sup>۷</sup> عرض کیا کہ سچ فرمایا ہم کو ان پر تعجب ہوا کہ حضور سے پوچھتے بھی ہیں اور تصدیق بھی کرتے ہیں <sup>۸</sup> عرض کیا کہ مجھے ایمان کے متعلق بتائیے فرمایا کہ اللہ اور اس کے فرشتوں اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور آخری دن کو مانو <sup>۹</sup> اور اچھی بُری تقدیر کو مانو <sup>۱۰</sup> عرض کیا آپ سچے ہیں عرض کیا مجھے احسان کے متعلق بتائیے <sup>۱۱</sup> فرمایا اللہ کی عبادت ایسے کرو کہ گویا اُسے دیکھ رہے ہو <sup>۱۲</sup> اگر یہ نہ ہو سکے تو خیال کرو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے <sup>۱۳</sup> عرض کیا کہ قیامت کی خبر دیجئے <sup>۱۴</sup> فرمایا کہ جس سے پوچھ رہے ہو وہ قیامت کے بارے میں سائل سے زیادہ خبردار نہیں <sup>۱۵</sup> عرض کیا کہ قیامت کی کچھ نشانیاں ہی بتا دیجئے <sup>۱۶</sup> فرمایا کہ لونڈی اپنے مالک کو جنے گی <sup>۱۷</sup> اور ننگے پاؤں ننگے بدن والے فقیروں، بکریوں کے چرواہوں کو مچلوں میں فخر کرتے دیکھو گے <sup>۱۸</sup> راوی فرماتے ہیں کہ پھر سائل چلے گئے

میں کچھ دیر ٹھہرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا اے عمر جانتے ہو یہ سائل کون ہیں میں نے عرض کیا اللہ اور رسول جانیں مگر فرمایا یہ حضرت جبریل تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے (مسلم)

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں

کہ:

۱۔ یہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے، جو شکل انسانی میں حاضر ہوئے تھے، جیسے بی بی مریم کے پاس مرد کی شکل میں گئے۔ فرشتہ وہ نورانی مخلوق ہے جو مختلف شکلیں اختیار کر سکتی ہے۔ جن وہ آتش مخلوق ہے جو ہر قسم کی شکل بن جاتی ہے مگر روح وہ ہی رہتی ہے لہذا یہ ادا گون نہیں۔

۲۔ یعنی وہ مسافر نہ تھے ورنہ ان کے بال و لباس غبار میں اٹے ہوتے۔ خیال رہے کہ حضرت جبریل کے بال کالے، کپڑے سفید (چٹے) ہونا شکل بشری کا اثر تھا ورنہ وہ خود نوری ہیں، لباس اور سیاہ بالوں سے بری۔ ہاروت ماروت فرشتے شکل انسانی میں آکر کھاتے پیتے بلکہ صحبت بھی کر سکتے تھے۔ عصا موسوی سانپ کی شکل میں ہو کر سب کچھ نکل گیا تھا، ایسے ہی ہمارے حضور نوری بشر میں کھانا، پینا، نکاح اس بشریت کے احکام تھے، روزہ وصال میں نورانیت کی جلوہ گری ہوتی تھی، بغیر کھائے پیئے عرصہ دراز گزار لیتے تھے، آج صد ہا سال سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر کھائے پیئے آسمان پر جلوہ گر ہیں یہ نورانیت کا ظہور ہے۔

۳۔ یعنی وہ مدینہ کے باشندے نہ تھے ورنہ ہم انہیں پہچانتے ہوتے، حضور تو انہیں خوب پہچانتے تھے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔

۴۔ یعنی حضور سے بہت قریب بیٹھے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نے حضرت جبریل کو

پہچان لیا تھا ورنہ پوچھتے کہ تم کون ہو اور اس طرح ملکر مجھ سے کیوں بیٹھتے ہو۔

۷۔ جیسے نمازی التحیات میں دو زانو بیٹھتا ہے۔ آج کل زائرین روضہ مطہرہ پر نماز کی طرح کھڑے ہو کر سلام عرض کرتے ہیں اس ادب کی اصل یہ حدیث ہے۔ حضرت جبریل نے قیامت تک کے مسلمانوں کو حضور کی بارگاہ میں حاضری کا ادب سکھادیا اور بتادیا کہ نماز کی طرح یہاں کھڑا ہونا یا بیٹھنا حرام نہیں، ہاں سجدہ یا رکوع حرام ہے۔

۸۔ اسلام کبھی ایمان کے معنی میں ہوتا ہے، کبھی اس کے علاوہ یہاں دوسرے معنی میں ہے، یعنی ظاہر کا نام اسلام ہے، باطنی عقائد کا نام ایمان اسی لیے یہاں شہادۃ و اعمال کا ذکر ہوا۔ خیال رہے کہ اب حضور کو صرف ”یا محمدؐ“ کہہ کر پکارنا حرام ہے، رب فرماتا ہے: ”لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ الْخَلِیْلِ“ واقعہ غالباً اس آیت کے نزول سے پہلے ہوا یا فرشتے اس آیت سے علیحدہ ہیں۔ (مرقاۃ)

۹۔ کلمہ پڑھنے سے مراد سارے اسلامی عقائد کا مان لینا ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ نماز میں ”الحمدؐ“ پڑھنا واجب ہے یعنی پوری سورۃ فاتحہ لہذا اس حدیث کی بنا پر اب یہ نہیں کہا جاسکتا کہ تمام اسلامی فرقے مرزائی، چکڑالوی وغیرہ مسلمان ہیں کیونکہ یہ لوگ اسلامی عقائد سے ہٹ گئے۔

۱۰۔ اس میں بظاہر حضرت جبریل سے خطاب ہے اور درحقیقت مسلمان انسانوں سے ورنہ فرشتوں پر نماز، روزہ، حج وغیرہ اعمال فرض نہیں، رب فرماتا ہے: ”وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حُجُّ الْبَيْتِ“۔ خیال رہے کہ یہ اعمال اسلام کا جزو نہیں کہ ان کا تارک کافر ہو جائے، یہاں کمال اسلام کا ذکر ہے، تارک اعمال مسلمان تو ہے مگر کامل نہیں۔

۱۱۔ کیونکہ پوچھنا نہ جاننے کی علامت ہے اور تصدیق کرنا جاننے کی علامت۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گزشتہ تمام آسمانی کتابوں سے واقف ہیں

کہ رب نے حضور کے بارے میں فرمایا: ”مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ“۔

۱۴۔ خیال رہے کہ عن الایمان میں ایمان اصطلاحی مراد ہے، اور ان توہمن میں ایمان لغوی یعنی ماننا، لہذا یہ تعریف الہی بلفہ بھی نہیں اور اسمیں دور بھی نہیں۔ تمام فرشتوں، نبیوں، کتابوں پر اجمالی ایمان کافی ہے، گو قرآن اور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم پر تفصیلی ایمان لازم ہے۔

۱۵۔ اس طرح کہ ہر بری بھلی بات جو ہم کر رہے ہیں، اللہ کے علم میں پہلے ہی سے ہے اور اس کی تحریر ہو چکی ہے، تقدیر کے معنی ہیں۔ اندازہ۔ تقدیر دو قسم کی ہے: مبرم اور معلق مبرم میں تبدیلی نہیں ہو سکتی، معلق دعاء، اعمال وغیرہ سے بدل سکتی ہے، ابلیس کی دعا سے اس کی عمر بڑھ گئی ”فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ“ حضرت آدم علیہ السلام کی دعا سے داؤد علیہ السلام کی عمر بجائے ساٹھ سال کے سو برس ہو گئی۔ تقدیر کی پوری بحث ہماری تفسیر نعیمی تیسرے پارے میں ملاحظہ کریں۔

۱۶۔ یعنی رب نے فرمایا: ”لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْخُسْطٰی“ وغیرہ ان آیات میں احسان سے کیا مراد ہے جواب ملا کہ اخلاص عمل۔

۱۷۔ اگر تو خدا کو دیکھتا ہے تو تیرے دل میں کس درجہ اس کا خوف ہوتا اور کس طرح تو سنبھال کر عمل کرتا، ایسے ہی خوف کیساتھ دل لگا کر درست عمل کر۔

۱۸۔ یوں تو ہر وقت ہی سمجھو کہ رب تمہیں دیکھ رہا ہے مگر عبادت کی حالت میں تو خاص طور پر خیال رکھو، تو ان شاء اللہ عبادت آسان ہوگی، دل میں حضور دعا جزی پیدا ہوگی، آنکھوں میں آنسو آئیں گے، اللہ ہم سب کو نصیب کرے۔ آمین!

۱۹۔ کہ کس دن کس تاریخ اور کس مہینہ کس سال ہوگی۔ معلوم ہوتا ہے کہ جبریل امین کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور کو اللہ تعالیٰ نے قیامت کا علم دیا ہے کیونکہ جاننے والے سے ہی پوچھا جاتا ہے۔ یہاں جبریل امین حضور کے امتحان یا اظہار عجز کے لیے تو

سوال کر نہیں رہے ہیں، بلکہ یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم تو ہے مگر اس کا اظہار نہ فرمایا۔ خیال رہے کہ حضور نے دوسرے موقعوں پر قیامت کا دن بھی بتا دیا مہینہ بھی تاریخ بھی کہ فرمایا جمعہ کو ہوگی، دسویں تاریخ محرم کے مہینہ میں ہوگی۔

۶۔ اَلصِّبْہَاں علم کی نفی نہیں ورنہ فرمایا جاتا ”لَا اَعْلَمُ“ میں نہیں جانتا بلکہ زیادتی علم کی نفی ہے، یعنی اس کا مجھے تم سے زیادہ علم نہیں، مقصد یہ ہے کہ اے جبرائیل! یہاں لوگوں کا مجمع ہے اور قیامت کا علم اسرار الہیہ میں سے ہے یہ راز مجھ سے کیوں فاش کراتے ہو۔ حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم بھی دیا (تفسیر صادی وغیرہ) اسی لیے حضرت جبریل نے حضور سے یہ سوال کیا، علم قیامت کی تحقیق ہماری کتاب ”جاء الحق“ حصہ اول میں ملاحظہ کرو، حضور کے اس جواب سے معلوم ہوا کہ حضور نے یہاں حضرت جبریل کو پہچان لیا تھا۔

۷۔ کَلَّہ یعنی اگر قیامت کی خبر دینا خلاف مصلحت ہے تو اس کی خصوصی علامت ہی بتا دیجئے۔ اس سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم تھا، علامتیں واقف ہی سے پوچھی جاتی ہیں۔

۸۔ یعنی اولاد نا فرمان ہوگی، بیٹا ماں سے ایسا سلوک کرے گا جیسا کوئی لونڈی سے تو گویا ماں اپنے مالک کو جنے گی، اس کی اور بھی تفسیریں ہیں۔

۹۔ یعنی دنیا میں ایسا انقلاب آوے گا کہ ذلیل لوگ عزت والے بن جائیں گے اور عزیز لوگ ذلیل ہو جائیں گے جیسا آج دیکھا جا رہا ہے۔ سکندر ذوالقرنین نے حکم دیا تھا کہ کوئی پیشہ دراپنا موروثی پیشہ نہیں چھوڑ سکتا تا کہ عالم کا نظام نہ بگڑ جائے۔ (اشعۃ اللمعات) معلوم ہوا کہ کمینوں کا اپنا پیشہ چھوڑ کر اونچا بن جانا علامت قیامت ہے۔ اور اس سے نظام عالم کی تباہی ہے۔



۱۔ یہ صحابہ کا ادب ہے کہ علم اللہ اور رسول کے سپرد کرتے ہیں۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ حضور کا ذکر اللہ کے ساتھ ملا کر کرنا شرک نہیں بلکہ سنت صحابہ ہے، یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ اور رسول جانیں، اللہ اور رسول فضل کریں، اللہ اور رسول رحم فرمادیں، اللہ اور رسول بھلا کرے۔ دوسرے یہ کہ حضور کو خبر تھی کہ یہ سائل جبریل تھے ورنہ آپ فرمادیتے کہ مجھے بھی خبر نہیں یہ کون تھے۔

۲۔ یعنی اس لیے آئے تھے کہ تمہارے سامنے مجھ سے سوالات کریں تم جوابات سن کر دین سیکھ لو۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان پر حضور کی اطاعت واجب ہے نہ کہ جبریل کی کہ یہاں جبریل نے حاضرین سے خود نہ کہہ دیا کہ لوگو! میں جبریل ہوں مجھ سے فلاں فلاں بات سیکھ لو بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلوایا تاکہ لوگوں کے لیے قابل قبول ہو۔ جبریل کے معنی ہیں "عند اللہ جبر بمعنی عبد، ایل اللہ بزبان عبرانی۔"

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے تھوڑے اختلاف سے روایت کی ان کی روایت میں ہے کہ جب تم ننگے پاؤں، ننگے بدن والے، بہروں، گونگوں کوزمین کا بادشاہ دیکھو قیامت ان پانچ میں سے ہے جنہیں خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا پھر یہ آیت تلاوت کی کہ قیامت کا علم اللہ ہی کو ہے وہ ہی مینہ برساتا ہے (مسلم و بخاری)

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۱ ص ۱)

فقہ الہند مفتی شریف الحق امجدی نزہۃ المنظر میں اس حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

تکمیل

اپنی طرز کے خلاف ہم نے یہ حدیث کتاب التفسیر کی لی ہے۔ اس لیے کہ اس میں فی خمس لا یعلمہن الا اللہ اِنَّ اللہ عندہ علم الساعة کا اضافہ مسئلہ عموم

خمسہ پر بحث کی تکمیل کے لیے اس آیت پر بھی بحث ضروری تھی۔ قرطبی نے کہا: یہ حدیث اس لائق ہے کہ اس کو اُم السنہ کہا جائے۔ اس لیے کہ یہ احادیث کے جملہ علوم کو متفہم ہے اسی لیے امام بغوی نے مصابیح اور شرح السنہ دونوں کتابوں کو اسی حدیث سے شروع کیا جیسے قرآن کریم سورہ فاتحہ سے شروع کیا گیا۔ کہ وہ اُم الکتاب ہے۔ اجمالی طور سے قرآن کریم کے جملہ علوم پر مشتمل ہے۔

امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ یہ حدیث تمام ظاہری باطنی عبادات کے وظائف پر مشتمل ہے خواہ ایمان ہو خواہ جوارح کے اعمال ہوں خواہ دلوں کا اخلاص ہو۔ یہاں تک کہ شریعت کے کل علوم اس کی طرف راجع ہیں اور اس سے نکلتے ہیں۔ اسی اہمیت کے پیش نظر ہم اس مبارک حدیث کے جو مختلف حصے مختلف صحابہ کرام یا مختلف طرق یا مختلف کتابوں میں ہیں سب کو یکجا کر کے اپنے الفاظ میں ذکر کرتے ہیں۔

بخاری و مسلم کے علاوہ یہ حدیث بالفاظ کچھ زیادتی کی قدرے تقدیم و تاخیر کے ساتھ خود حضرت ابو ہریرہ نیز حضرت عمر حضرت انس حضرت جریر بن عبداللہ بجلي، حضرت ابن عباس حضرت ابو عامر اشعری اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ابوداؤد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، مستد امام احمد بن حنبل، بزار صحیح ابوعوانہ طبرانی وغیرہ میں مذکور ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بغیر کسی امتیاز کے صحابہ کرام کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے اگر کوئی نا آشنا جنی حاضر ہوتا پہچان نہیں سکتا تھا۔ اسے پوچھنا پڑتا رسول اللہ کون ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا اگر اجازت ہو تو ہم حضور کے بیٹھنے کے لیے کوئی جگہ بنا دیں جس پر تشریف رکھیں تاکہ اجنبیوں کو پوچھنا نہ پڑے۔ اجازت ملنے پر صحابہ نے ایک چبوترہ بنا دیا جس پر حضور تشریف رکھا کرتے۔ اور صحابہ اس کے پہلو میں بیٹھتے۔ ایک دن مجمع عام میں حضور، اسی چبوترے پر اخیر عمر مبارک میں خطبہ دے

رہے تھے۔ فرمایا: مجھ سے جو چاہو پوچھو، حاضرین میں ہیبت طاری ہوئی، اس کی وجہ سے کوئی کچھ دریافت نہ کر سکا۔ کہ اچانک ایک صاحب پیدل چلتے ہوئے نمودار ہوئے۔ نہایت خوبصورت، انتہائی سفید و شفاف کپڑے پہنے ہوئے جس پر نام کو بھی میل نہ تھا۔ ان کے بدن سے بہترین خوشبو اٹھ رہی تھی۔ داڑھی اور بال بالکل سیاہ۔ نہ تو ان کی ہیبت مسافروں جیسی تھی۔ نہ ان پر سفر کا کوئی اثر تھا۔ تعجب یہ ہے کہ ہم میں سے کوئی انہیں پہچانتا بھی نہ تھا۔ حاضرین نے حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھ کر کہا ہم پہچانتے نہیں یہ کون ہے؟

انہوں نے فرش کے کنارے سے پہنچ کر عرض کیا۔ السلام علیک یا رسول اللہ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیا۔ اس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ کے نزدیک آجاؤں فرمایا آجاؤ۔ کئی بار نزدیک آنے کا اذن طلب کیا۔ ہر بار اجازت ملی۔ وہ لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے آنحضور کے بالکل نزدیک آکر آنحضور کے گھٹنوں سے گھٹنے ملا کر اور اپنا ہاتھ حضور کے زانو پر رکھ کر بیٹھ گئے۔ اور مندرجہ ذیل سوالات کئے۔

یا رسول اللہ! ایمان کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تم اللہ اور اس کے سب فرشتوں، اس کی تمام کتابوں اور اس کے کل رسولوں جملہ نبیوں پر اور اس کی ملاقات پر اور موت پر اور قیامت کے دن قبروں سے زندہ ہو کر اٹھنے پر ایمان لاؤ۔ حساب، میزان، جنت دوزخ پر ایمان لاؤ۔ اور تقدیر پر ایمان لاؤ کہ اس کا اچھا بڑا میٹھا کڑوا سب خدا کی طرف سے ہے۔

یہ جواب سنکر اس نے کہا۔ آپ نے سچ فرمایا۔ حاضرین کو حیرت ہوئی سوال بھی کرتے ہیں اور تصدیق بھی کرتے ہیں۔

پھر انہوں نے پوچھا۔ یا رسول اللہ! اسلام کیا ہے؟ ارشاد فرمایا۔ اسلام یہ ہے کہ

تم اس کی گواہی دو۔ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں۔ اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔ اور فرض نماز پابندی کے ساتھ ادا کرو اور فرض زکوٰۃ دو۔ رمضان کے روزے رکھو۔ اگر بیت اللہ جانے کی استطاعت ہو تو حج کرو۔ عمرہ کرو۔ جنات سے غسل کرو۔ کامل طریقے سے وضو کرو۔ اس نے عرض کیا۔ آپ نے سچ فرمایا۔

پھر پوچھا: یا رسول اللہ! مجھے احسان کے بارے میں بتائیے؟ فرمایا: احسان یہ ہے کہ اللہ کی عبادت اس طرح کرو اس طرح کی خشیت رکھو گویا اسے دیکھ رہے ہو۔ اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ انھوں نے عرض کیا: آپ نے سچ فرمایا۔ پھر دریافت کیا: قیامت کب آئے گی۔ اس سوال پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گردن جھکالی کوئی جواب نہ دیا۔ یہاں تک کہ انھوں نے تین بار یہی سوال دہرایا۔ تو سراقدس اٹھا کر فرمایا۔

قیامت کے بارے میں جس سے سوال کیا گیا وہ سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔ اس کے بعد انھوں نے قیامت کی نشانیاں پوچھیں۔ یا یہ کہ آنحضور نے از خود فرمایا۔ میں تمہیں قیامت کی کچھ نشانیاں بتاتا ہوں۔ فرمایا۔ قیامت کی نشانیاں یہ ہیں کہ، باندی اپنے آقا کو جنے گی۔ ننگے بدن پاؤں رہنے والے، گونگے، بہرے حکومت کریں گے۔ بھک مگے، بکریوں، کالے اونٹوں کے چرواہے مخلوں میں فخر کریں گے۔

قیامت کب آئے گی یہ ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔ پھر آنحضور نے سورہ لقمان کی یہ اخیر آیت تلاوت فرمائی۔

اللہ کے پاس قیامت کا علم ہے۔ وہ بارش برساتا ہے۔ اور ماؤں کے پیٹ میں کیا ہے جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا کل کیا کھائے گا کسی کو نہیں معلوم کہ کہاں مرے گا

اس میں کوئی شک نہیں اللہ جانتے والا بتانے والا ہے۔ (سورۃ لقمان)  
 اس کے بعد یہ شخص چلے گئے۔ جب چلے گئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
 وسلم نے فرمایا۔ انہیں واپس لاؤ، صحابہ کرام نے ہر طرف تلاش کیا مگر وہ نہیں ملے۔  
 اب حضور نے فرمایا۔ تم لوگ جانتے ہو یہ کون تھے۔ یہ جبریل تھے۔ تم لوگوں نے  
 اس وقت کچھ نہیں پوچھا تو یہ آئے تھے کہ تم کو دین سکھائیں۔ اس ذات کی قسم جس  
 کے قبضے میں میری جان ہے۔ جب بھی جبریل آئے میں نے پہچان لیا۔ مگر اب کی بار  
 نہ پہچان سکا۔ یہ واپس ہونے کے لیے جب مڑ چکے تھے جب پہچانا۔ حضرت عمر رضی  
 اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تین دن کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ  
 سے ملاقات کی اور دریافت فرمایا۔ تمہیں معلوم ہے وہ سائل کون تھے۔ میں نے عرض  
 کیا۔ اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں۔ فرمایا۔ وہ جبریل تھے۔ تمہیں دین  
 سکھانے آئے تھے۔

### نکات

(۲) بخاری میں جتنا حدیث کا متن ہے۔ اس پر وارد بہت سے شبہات اس  
 حدیث کے متفرق متون کو جمع کر دینے سے دور ہو گئے۔ اسی سے یہ بھی ظاہر ہو گیا۔  
 روایتوں میں جو تقدیم و تاخیر کی زیادتی ہے وہ راویوں کی طرف سے ہے کہ انھوں نے  
 اپنی یادداشت یا ضرورت کے مطابق ذکر کیا۔

اب چند ضروری گوشوں کی توضیح باقی رہ گئی ہے وہ حاضر ہیں۔

(الف) جبریل اس خاص ہیئت کے ساتھ اجنبی بن کر کیوں حاضر ہوئے؟ مسلم  
 میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگوں کو اس بات سے روک  
 دیا گیا تھا کہ ہم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوالات کریں اس لیے ہم  
 لوگوں کی خواہش رہتی تھی کہ کوئی ذہین دیہاتی آکر کچھ پوچھے اور ہم سنیں۔ اسی



حدیث کا ابتدائی حصہ یہ ہے کہ اس کے ہاں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذن عام دیدیا تھا کہ جو بچہ پھنسا پاؤ پچھو مگر ہیبت کی وجہ سے کوئی بچہ نہ پچھو۔ گا۔۔۔ اس لیے جبریل امین ابلی بن کر حاضر ہونے کے صحابہ یہی سمجھیں گے کہ یہ کوئی دیہاتی ہیں۔ اگر صحابہ کرام کو یہ معلوم ہو جاتا کہ یہ جبریل ہیں۔ تو اس کا امکان تھا کہ صحابہ پر ان کی بھی ہیبت طاری ہو جاتی۔ ہو سکتا ہے ان کی زیارت میں انہماک ہو جاتا اور ان کے سوالات و جوابات کو کما حقہ مستحضر نہ رکھ پاتے۔

(ب) بچھونے کے کنارے ہی سلام کرنے کے بعد بار بار نزدیک آنے کا اذن مانگنا اس لئے تھا کہ تمام حاضرین ان کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ نیز یہ بتانا تھا کہ بزرگوں کے بہت نزدیک بلا ان کی اجازت کے نہیں ہونا چاہیے۔ خصوصاً جب مجلس بھری ہوئی ہو۔

(ج) گردنیں پھلانگتے اس لئے آئے۔ کہ ہو سکتا ہے کہ بغیر اس کے قریب آنا ممکن نہ ہو نیز یہ بدویانہ طریقہ اس لیے اختیار کیا کہ لوگ یہی سمجھیں کہ واقعی یہ کوئی بدوی ہیں۔

(د) گھٹنے سے گھٹنے ملا کر، زوالو اقدس پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے۔ یہ بتانے کے لیے کہ تلمیذ و استاذ میں جتنی موالست ہوگی قرب ہوگا۔ اتنا ہی زیادہ فیض ہوگا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: فوضع یدیدہ علی فخذیہ۔ اس میں ید یہ کی ضمیر کا مرجع متعین ہے کہ رجل ہے۔ البتہ فخذ یہ کی ضمیر میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ اس کا مرجع حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں۔ تو وہ معنی ہوں گے جو ہم نے بیان کیا دوسرے یہ کہ اس کا مرجع بھی رجل ہو تو معنی یہ ہوں گے کہ آنے والے نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے زانوں پر رکھے۔ اسی میں ادب زیادہ ہے۔ اور پہلے سے یگانگت کا بہت زیادہ اظہار نیز بدویت کا بھی۔ ہم نے پہلی شق اس لیے اختیار کی کہ سلیمان تیمی کی

روایت میں یہ تصریح ہے۔ دفع یدہ علی رکبہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ایک روایت دوسرے کی تفسیر ہوتی ہے۔ نیز بغوی اور اسماعیل تہی نے انہی پر جزم فرمایا۔ اور طیبی نے اسی کو ترجیح دی۔

(و) سفید شفاف بے داغ لباس پہن کر حاضر ہوئے اس میں اشارہ ہے کہ تلمیذ کو استاذ کے سامنے اس طرح حاضر ہونا چاہیے کہ اس کا ذہن پندار کے داغ سے ملوث نہ ہو۔

(و) سیاہ بال جوانی کی نشانی ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ طالب علم کا بہترین زمانہ جوانی ہے۔

(ز) انتہائی خوبصورت بہترین خوشبو کے ساتھ آنے میں یہ تلقین ہے کہ تلمیذ کو استاذ کے حضور اچھی سے اچھی ہیئت میں حاضر ہونا چاہیے۔ جس سے اس کی طرف میلان قلب ہو ایسی ہیئت سے نہ حاضر ہو کہ اسے تکدر یا نفرت ہو۔

(۳) ایمان باللہ۔ ایمان بالرسول۔ ایمان بالملئکہ و ایمان بالکتاب کی تشریح۔ ہر مسلمان جانتا ہے۔ اور اس کی تفصیل کتاب میں متعدد جگہ آئے گی۔ توضیح طلب باتیں تین ہیں۔ موت پر ایمان اور اس کی ملاقات پر ایمان، او بعثت آخر یا یوم آخر پر ایمان۔

(الف) موت ایسی چیز ہے کہ اس کا سبھی کو یقین ہے۔ پھر اس پر خصوصیت سے ایمان لانے کا ذکر غالباً اس بنا پر ہے کہ موت کا یقین سب کو ضرور ہے۔ مگر اس سے غفلت عام ہے۔ مراد یہ ہے کہ موت سے غفلت نہ برتی جائے اس سے یاد رکھا جائے۔ یا اس سے پوری دنیا کا کلیۃً فنا ہو جانا مراد ہے۔

(ب) بعثت سے مراد قیامت کے دن قبروں سے زندہ ہو کر اٹھنا ہے۔ اور یہ بہر حال آخر ہے۔ اگر آخر صرف توضیح و تاکید کے لیے ہے۔ جیسے کہتے ہیں، کامس

الذّاہب۔ حالانکہ انس کا معنی ہے کل گزشتہ کے۔ یا اس بنا پر کہ بعثت دو ہیں۔ ایک عدم سے وجود میں آنا۔ یا ماں کے پیٹ سے دنیا میں آنا۔ دوسرے قیامت کے دن۔ یہ دوسرا پہلے کی بہ نسبت آخر ہوا۔

(ج) یوم آخر سے مراد قیامت ہے اس کو یوم آخر۔ اس لئے کہتے ہیں کہ جن ایام کی حد ہمیں معلوم ہے۔ ان میں سب سے آخر دن ہے۔ یوم آخر پر ایمان لانے سے مراد یہ ہے کہ قیامت کے دن جو احوال و احوال اور معاملات پیش آئیں گے۔ ان سب پر ایمان لانا۔ مثلاً حساب کتاب، وزن اعمال، پل صراط پر گزر، جنت و دوزخ، جیسا کہ حضرت ابن عباس کی روایت میں اس کی تصریح موجود ہے۔

(د) اللہ کی ملاقات سے مراد یہ ہے کہ اس کی بارگاہ میں حاضری ضروری ہے۔ یا یہ کہ اس کی روایت مراد ہے کہ مومنین کو اس کی زیارت ہوگی۔ جیسا کہ اس کے بارے میں احادیث مشہور وارد ہیں۔ یہ اگرچہ یوم آخر کے احوال میں داخل ہے۔ مگر اہمیت کی وجہ سے اس کو علیحدہ بھی ذکر کیا۔

(۴) اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ ایمان و اسلام دونوں الگ الگ چیزیں ہیں، لیکن یہ کلثیہ صحیح نہیں۔ یہاں جن امور کو اسلام بتایا۔ وفد عبد القیس کی حدیث میں انھیں کو ایمان بتایا۔ نیز قرآن مجید میں ہے۔

فَاُخْرِجْنَا مِنْ كَانٍ فِيْهَا مِنَ  
الْمُؤْمِنِيْنَ فَمَا وَجَنَّا لَهَا غَيْرَ  
بَيِّنٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔  
اس بستی میں جتنے مومن تھے ہم  
نے سب کو باہر کیا ہم نے اس بستی میں  
صرف ایک گھر مسلمان کا پایا۔

(الذاریات آیت ۳۵، ۳۶)

یہاں حضرت لوط علیہ السلام کے گھر والوں کو مومن بھی فرمایا۔ اور مسلمان بھی۔ اس سے ظاہر کہ مومن اور مسلمان مرادف ہیں۔ تو ثابت کہ ایمان اور اسلام بھی

مراد ہیں۔

لیکن اس حدیث جبریل اور دیگر احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایمان اور اسلام

متغایر ہیں۔ نیز قرآن مجید ہی میں ہے۔

قَالَتْ اَلَا عَرَابٌ اَمْتًا. قُلْ  
لَمَّا تُوْمِنُوْا وَلٰكِنْ قَوْلُوْا لَا سَلَمٰنَا وَّ  
لَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ۔  
گنواروں نے کہا ہم ایمان لے  
آئے آپ فرمادو ایمان نہیں لائے ہاں  
یہ کہو ہم تابع ہو گئے۔ ابھی تمہارے  
دلوں میں ایمان کہاں داخل ہوا۔

اس آیت میں ایمان کی نفی کر کے اسلام کا اثبات ہے۔ اس سے ظاہر کہ ایمان  
اور اسلام دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ مگر حقیقت میں ایسا نہیں۔ اس سے صرف یہ ثابت  
ہوا کہ اطلاق میں کہیں کہیں تغایر کی بو آتی ہے۔ ورنہ مفہوم دونوں کا ایک ہے۔

ہم کتاب الایمان کی ابتداء میں یہ ثابت کر آئے ہیں کہ ایمان، تصدیق اور  
اقرار باللسان دونوں کا نام ہے۔ ایمان کے لغوی معنی تصدیق کے ہیں۔ اور اسلام  
کے لغوی معنی تابعدار ہونے کے ہیں۔ شرع میں اسلام کے معنی ہیں۔ اس دین کا پابند  
ہونا جو خدا کی طرف سے رسول اللہ ﷺ لائے۔ ظاہر ہے کہ انسان کسی دین کا پابند  
اسی وقت ہوگا جب اس کے اصول کو سچ جانے اور اس کے صحیح ہونے کا اقرار کرے۔  
اور یہی جاننا ایمان ہے۔ اور جب انسان کسی کے اصول کو سچ جان لے گا۔ اور اس کا  
اقرار بھی کرے گا تو اس کا پابند بھی ہوگا۔ لہذا ایمان و اسلام ایک ہوئے۔

ہاں اطلاق میں کہیں کہیں اسلام ظاہری اعمال کی ادائے گی پر بولا گیا ہے۔ اس  
لحاظ سے فرق صرف اعتباری ہوگا۔ اس سے کسی کو انکار نہیں۔ حدیث جبریل اور سورہ  
حجرات کی اس آیت میں یہی اطلاق ہے۔ ورنہ حدیث جبریل کا آخر اس کا رد ہے۔  
حضور اقدس ﷺ نے ان سب کو دین فرمایا جس میں ایمان بھی داخل ہے۔ اور خود

قرآن مجید میں۔

جو اسلام کے علاوہ کسی دین کو قبول کرے اسے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا تمہارے لئے دین اسلام کو میں نے پسند کیا۔

مَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينَنَا  
فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ اور ارشاد ہوا وَرَضِيتُ  
لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا۔

ان آیات میں صرف اسلام کو دین بتایا۔ کیا ایمان دین سے خارج ہے؟ اگر اس کا جواب نفی میں ہے۔ اور ضرور صرف نفی میں ہے۔ تو ثابت کہ ایمان اور اسلام دو متضاد چیزیں نہیں۔ مسلمانوں کے عرف میں بولتے ہیں۔ فلان ایمان لایا۔ یا بولتے ہیں فلاں اسلام لایا۔ دونوں کے معنی بلا کسی وغدغہ کے ایک ہیں۔ ہاں اطلاق کے اعتبار سے شریعت میں اس کے مابین عموم خصوص مطلق کی نسبت ہوگی۔ ایمان اور اسلام دونوں کا ایک مفہوم پر اطلاق جیسے وفد عبدالقیس والی حدیث اور سورہ ذریت کی مذکورہ آیت میں۔ اسلام کا اور ایمان کا الگ الگ معنوں میں اطلاق جیسے سورہ حجرات کی آیت میں تقدیر کا مطلب یہ ہے کہ ہر بھلائی بُرائی اللہ عزوجل نے اپنے علم ازلی کے موافق مقدر کر دی ہے جو بات جیسے ہونے والی تھی اور جو شخص جو کچھ کرنے والا تھا۔ اللہ عزوجل اسے ازل سے جانتا تھا۔ اسی کے مطابق لکھ لیا۔ اب اس کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ محال ہے۔ یہ نہیں کہ اللہ عزوجل نے لوگوں کے احوال جانے بغیر جو چاہا لکھ دیا۔ اور اب ہم اس لکھنے کی وجہ سے ویسا بنی کرنے پر مجبور ہیں۔ بلکہ مثلاً زید کے ذمے برائی لکھی۔ اس لیے کہ اللہ عزوجل کو معلوم تھا کہ برائی کرے گا اگر زید بھلائی کرنے والا ہوتا تو اس کے ذمے بھلائی لکھتا۔ اس کو یوں سمجھئے کہ اللہ عزوجل نے انسان کو جمادات پتھر کنکر کی طرح بے حس و حرکت بے اختیار نہیں بنایا۔ بلکہ ایک نوع اختیار بھی دیا ہے کہ کسی کام کو چاہے تو کرے۔ چاہے تو نہ کرے۔ اسی کے ساتھ



مقل بھی دی کہ وہ بھلے بارے لگ، نقصان کو پہچان سکے۔ اور ہر قسم کے سامان و اسباب مہیا فرمادئے کہ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو ان سامان سے کام لے۔ اسی اختیار پر مواخذہ ہے۔ اپنے آپ کو جمادات کی طرف مجبور محض سمجھتا۔ یا بالکل مختار سمجھنا دونوں گمراہی ہے۔

تقدیر کے منکرین کو نبی ﷺ نے اس امت کا مجوس فرمایا۔ وجہ شبہ یہ ہے کہ مجوس دو خالق مانتے ہیں خالق خیر وداں۔ خالق شر و ہرمن۔ اور قدر یہ یعنی تقدیر کے منکرین انسانوں کو اپنے افعال کا خالق مانتے ہیں۔ انھوں نے دو ہی نہیں کروڑوں خالق مانے۔

تقدیر قضا ہم معنی ہیں۔ قضا کی تین قسمیں ہیں۔ مبرم حقیقی، جو علم الہی میں کسی چیز پر معلق نہیں۔ معلق محض۔ ملائکہ کے صحیفوں میں جس کا معلق ہونا ظاہر فرما دیا گیا ہو۔ معلق شبہ مبرم۔ محض ملائکہ میں جس کی تعلیق مذکور نہیں۔ مگر وہ علم الہی میں معلق ہے۔

مبرم حقیقی کی تبدیل محال ہے۔ اگر محبوبانِ بارگاہ اس بارے میں کچھ عرض کرتے ہیں تو انھیں اس سے روک دیا جاتا ہے۔ مثلاً فرشتے قوم لوط پر عذاب لے کے آئے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے باں قرب و اختصاص بہت کچھ عرض و معروض کی۔ یہاں تک کہ ان کی عرض و معروض کو قرآن کریم نے مجادلے سے تعبیر فرمایا۔

ارشاد ہے:

يٰۤاِبْرٰهِيْمُ اِنَّا فِىْ قَوْمِ لُوطٍ  
اِبْرٰهِيْمُ هُمْ سِوٰى قَوْمِ لُوطٍ  
بارے میں جھگڑنے لگا۔

مگر چونکہ یہ عذاب مبرم حقیقی تھا۔ اس لئے نہ رکا۔

قضاء معلق۔ اولیاء کرام کی دعاؤں ان کی توجہ اور اعمالِ حسنہ سے ٹل جاتی ہے۔  
معلق شبیہ مبرم تک عائمہ اولیاء کرام کی رسائی نہیں۔ اکابر کی ہجو ان کی دعا توجہ  
سے ٹل جاتی ہے حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی کو فرمایا:

إِنِّي أَرَدْتُ الْقَضَاءَ بَعْدَ مَا أُبْرِمَ  
میں قضاء مبرم کو بدل دیتا ہوں۔  
اور اسی حدیث میں فرمایا گیا۔

إِنَّ الدُّعَاءَ يَرُدُّ الْقَضَاءَ بَعْدَ  
دعا قضاء مبرم کو ٹال دیتی ہے۔  
مَا أُبْرِمَ۔

تقدیر کے مسائل عقول متوسط کی دسترس سے باہر ہیں۔ ماوشما کس گنتی میں۔  
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس میں بحث  
کرنے سے روک دیا گیا۔ اس میں زیادہ غور و خوص بحث و تمحیص بہت نقصان دہ  
ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ مسئلہ استدلالی نہیں۔ صرف کشفی ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے  
کہ یہ مسئلہ جتنا ہی دقیق اور عام عقلوں کی دسترس سے بالاتر ہے۔ اتنا ہی لوگ اس  
میں کرید کی کوشش کرتے ہیں۔ اسے عام فہم اسے قریب کرنے کے لیے زیادہ سے  
زیادہ جو کہا جاسکتا ہے وہ یہ ہے۔ ہم چلتے ہیں پھرتے ہیں اٹھتے ہیں بیٹھتے ہیں کھاتے  
ہیں پیتے ہیں زندگی کے روزمرہ کے معمولات میں مشغول رہتے ہیں۔ یہ ہم اپنے  
ارادے اور اختیار سے کرتے ہیں۔ ہم جو چاہتے ہیں کھاتے پیتے ہیں جو نہیں چاہتے  
ہیں نہیں کھاتے پیتے۔ ہم جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں اور جہاں نہیں چاہتے ہیں نہیں  
جاتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

اس کے برخلاف رعشے کی بیماری والا ہے۔ کہ وہ لاکھ چاہے کہ اس کا سر اور اس  
کا ہاتھ اس کا پاؤں نہ ہلے مگر وہ روک نہیں سکتا۔ فالج زدہ، مفلوج عضو کو لاکھ چاہے  
حرکت نہیں دے سکتا۔ اس کے برخلاف ایک تندرست انسان جب چاہے جس عضو کو

چاہے حرکت دے سکتا ہے حرکت سے روک سکتا ہے تندرست کی حرکات و سکنات رعشہ اور فالج زدہ کی طرح بے اختیاری نہیں۔ مگر اس اختیار کے باوجود روزمرہ ایسا ہوتا رہتا ہے۔ کہ ایک انسان ایک بات کو چاہتا ہے اس کے لئے لاکھ جتن کرتا ہے۔ سب تدبیریں کر ڈالتا ہے۔ مگر وہ کامیاب نہیں ہوتا۔ اس سے سمجھ میں آیا کہ ہمیں اختیار بھی ہے قدرت بھی ہے۔ مگر بالکل نہیں۔ ہمارا اختیار ہماری قدرت کسی اور قدرت والے اختیار والے کے ماتحت ہے۔ یہی تقدیر ہے۔

(۵) احسان باب افعال کا مصدر ہے۔ اس کا مادہ حسن ہے۔ جب اس کا مفعول بغیر حرف جر کے آتا ہے تو اس کے معنی اچھا کرنے کے آتے ہیں۔ اور جب الی کے ساتھ آتا ہے تو اس کے معنی ہوتے ہیں کسی کو نفع پہنچانے کے یہاں پہلا معنی مراد ہے۔ عبادت کے اندر احسان کیا ہے۔ اسے یوں فرمایا۔

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاَنْ  
لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَانَّهُ يَبْرَاكَ  
اللہ کی یوں عبادت کرو گویا اسے  
دیکھ رہے ہو پس اگر تم اسے نہیں دیکھ  
رہے ہو تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

اس تقدیر پر مطلب یہ ہوگا کہ تم عبادت میں یہ تصور رکھو گویا کہ اللہ عزوجل کو تم دیکھ رہے ہو۔ کیونکہ تم اسے نہیں دیکھتے اور نہ دیکھ سکتے ہو۔ مگر وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اسی کی دوسری حدیث میں یوں فرمایا۔

اُعْبُدْ رَبَّكَ فِي جَمِيعِ الْاَحْوَالِ  
كَعِبَادَتِكَ فِي حَالِ الدَّانِ  
ہر حالت میں اپنے رب کی یوں  
عبادت کرو جیسے حالت مشاہدہ میں  
کرتے۔

اس تقدیر پر احسان کا صرف ایک درجہ ہوا۔ وہ یہ کہ اللہ کی عبادت یوں کریں گویا ہم اسے دیکھ رہے ہیں۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اللہ کی اس طرح عبادت کرو گویا

اسے دیکھ رہے ہوا اگر یہ نہ ہو سکے تو یوں عبادت کرو کہ گویا تم کو وہ دیکھ رہا ہے۔

اب احسان کے دو درجے ہوئے۔ ایک یہ کہ عبادت کے خلاف یہ خیال جما رہے کہ اللہ عزوجل کو ہم دیکھ رہے ہیں۔ دوسرے یہ کہ یہ نہ ہو سکے تو یہ خیال جما رہے کہ وہ ہم کو دیکھ رہا ہے۔

ظاہر ہے کہ جب بندے کو یہ حضور حاصل ہو کہ اللہ عزوجل ہم کو ہمارے ظاہر و باطن کو دیکھ رہا ہے تو پھر نہ کوئی طاعت چھوٹے گی نہ اس کے آداب و شرائط میں کوئی کمی ہوگی۔ اور نہ کوئی گناہ پر جرات ہوگی۔ اس کی مثال یہ ہے کہ مالک دروازے پر بیٹھا ہوا نوکروں سے کام لے رہا ہے۔ نوکر اپنے کام میں لگے ہیں۔ مالک کو نہیں دیکھتے مگر یہ جانتے ہیں کہ مالک ہم کو دیکھ رہا ہے۔ تو کام میں نہ کمی کریں گے نہ قصداً کام بگاڑیں گے۔ بخلاف اس کے کہ مالک موجود نہ ہو۔

لیکن اگر دربار شاہی میں کوئی شہنشاہ کے روبرو موجود ہو شہنشاہ کے چہرے پر اس کی نظر ہو تو اس کا کیا حال ہوگا۔ ظاہر ہے۔ کیا وہاں حکم عدولی کی جرات ہوگی تعمیل حکم میں تاخیر کی مجال ہوگی۔ کیا آداب دربار کی خلاف ورزی ہوگی۔ کیا کوئی اپنے کو لایعنی باتوں میں مشغول رکھے گا۔ خصوصاً جبکہ شہنشاہ ایسا ہو جس پر ظاہر و باطن سب اس پر منکشف ہوں۔ آنکھوں کی چوری سے لے کر سینے کے اندر تک مطلع ہو۔ دل کی دھڑکنوں کے ساتھ خطرات بھی اس سے پوشیدہ نہ ہوں۔ عداوت بہت دور ہے کیا دل میں بغاوت سرکشی حکم عدولی کا وہم بھی آسکے گا؟

اور سوچوں! جبکہ شہنشاہ مالک حقیقی ذوالجلال والجبروت ہو۔ اور اس کے ساتھ حسن و جمال میں بھی لاشریک لہ تو حاضر پاش کا کیا حال ہوگا۔ ع ذوق ایسی می شناسی بخدا تانہ چشمی۔

یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ان جوامع کلم میں سے ہے کہ اس کی تشریح سے دفتر





سر سے دیدار الہی ممکن نہیں۔ ورنہ کَانَكَ (گویا دیکھ رہے ہو) نہ فرماتے۔ بلکہ یہ فرماتے یوں عبادت کرو کہ اسے دیکھو اس پر مسلم شریف کی یہ حدیث دلیل ہے کہ فرمایا:

واعلموا انکم لن تموتوا جان لو! موت سے پہلے اپنے رب کا دیدار ہرگز نہ کرو گے۔

حضور اقدس ﷺ کا دیدار الہی کرنا۔ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ یہ احادیث اس کے لیے مخصوص ہیں۔ رہ گیا خواب میں وہ صحابہ کرام، اولیاء کرام کے لیے حاصل ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا رَأَيْتُ رَبِّي فِي سَكِّ الدِّينَةِ میں نے اپنے رب کو مدینے کی گلیوں میں دیکھا۔ اس سے مراد یہی خواب میں دیکھنا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مدینے کی گلیوں میں رہتے ہوئے میں نے رب کا جلوہ دیکھا۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سو مرتبہ اور غوث اعظم کو کئی مرتبہ خواب میں زیارت ہوئی۔

### (۶) عبادت کے معنی

قاضی بیضادی علامہ نسفی وغیرہ مفسرین نے عبادت کے یہ معنی بتائے ہیں:

اقصى غاية الخضوع کسی کے لیے انتہائی حد تک

والتلذل عاجزی و فروتنی کرنا۔

اقصى غایت تذلیل، عبادت اور اس سے کم درجہ تعظیم ہے۔

اقصى غایت کی حد کیا ہے۔ اس کا دار و مدار نیت پر ہے۔ اس کی قدرے توضیح یہ

ہے۔ کہ ن مختلف اشخاص و ہستی کے سامنے تذلل ظاہر کرتا ہے۔ مثلاً چھوٹا بھائی بڑے

بھائی کے سامنے۔ بیٹا باپ کے سامنے۔ شاگرد استاد کے سامنے۔ مرید شاخ کے

سامنے۔ امتی نبی کے روبرو۔ اور ایک عابد معبود کے حضور۔

ہر شخص پر ظاہر ہے کہ تذلل کے یہ سب مدارج یکساں نہیں۔ ایک دوسرے سے بڑھ کر ہیں۔ ان میں سب سے اعلیٰ اقصیٰ غایت تذلل عبادت۔ اس سے فروتر تعظیم، جیسا کہ ہم پہلے بتا آئے کہ اس کا دار و مدار نیت پر ہے۔

کسی ہستی کو واجب الوجود اعتقاد کر کے یا واجب الوجود کے خواص و لوازم میں سے کسی ہستی کے لیے ثابت مان کر یا کائنات عالم کی تدبیر میں کس کے لیے ایسا دخل مانا کہ اس سے بغیر نظام نہیں چل سکتا یا نفع و ضرور پہنچانے یا تخلیق و ایجاد میں کسی کو مستقل بالذات ماننا اس معنی کر کہ وہ بے اذن الہی کے جو چاہے کرے یا تحلیل و تحریم کا اختیار مستقل ماننا یا کسی کی ذات و صفات کو ذاتی مان کر تذلل کرنا غایت تعظیم اور عبادت ہے اور ان مذکورہ تصورات کے بغیر کسی کے لئے تذلل کرنا عبادت نہیں۔

اور صحیح بات تو یہ ہے۔ عبادت اور تعظیم کی حد فاصل ہر عاقل جانتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اسے الفاظ کا جامہ پہنانا ذرا مشکل ہے۔ سجدہ ایک فعل ہے۔ دوزانو بیٹھنا ایک فعل ہے۔ یہی کبھی عبادت ہے کبھی تعظیم۔ حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں نے اور حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے ماں باپ اور بھائیوں نے جو سجدہ کیا یہ تعظیم تھا اور نماز کا سجدہ، عبادت، جبریل امین خدمت اقدس میں باادب تلمیذ کی طرح دوزانو بیٹھے یہ تعظیم۔ اور قعدہ میں عبادت روضہ اقدس کی حاضری کے وقت دست بستہ کھڑا ہونا۔ تعظیم اور نماز میں عبادت، ہم عام حالات میں ہاتھ چھوڑ کر کھڑے رہتے ہیں۔ یہ نہ تعظیم ہے نہ عبادت۔ اور کسی مقتدار دینی کے لئے کھڑے ہو گئے یا اس کے سامنے کھڑی ہیں تو یہ تعظیم اور مالکیہ کے یہاں مطلقاً نماز میں اور احناف و شوافع کے یہاں رکوع کے بعد سجدے سے پہلے کھڑا ہونا عبادت اس لئے ماننا پڑے گا کہ تعظیم وغیر تعظیم عبادت و غیر عبادت میں سب کو امتیاز آتا ہے۔ البتہ الفاظ کے قالب میں اسے ڈھالنا ذرا معذر ہے۔ اور یہ صرف عبادت اور تعظیم ہی کی بات نہیں۔ بہت سی چیزیں

ایسی ہیں جن کو سب جانتے ہیں۔ مگر اس کی تعریف پوچھو تو کم ہی لوگ بتا پائیں گے۔ مکان و زمان، حرکت و سکون، کون نہیں جانتا مگر ذرا اس کی تعریف پوچھ کر رکھو؟ اور ان کی جو تعریفیں کی جاتی ہیں۔ کتنی آسان ہیں۔ وہ فلسفے کے محترم اور معلم سے پوچھو۔ آج کل کچھ لوگوں نے عبادت کی تعریف یہ گڑھ لی ہے۔ کسی کو مافوق الفطری قوت کا مالک، اعتقاد کر کے اس کی قربت و نزدیکی حاصل کرنے کے لیے کوئی کام کرتا۔

(روداد مناظرہ بحر ذیہ)

یہ تعریف نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں نہ صحابہ سے منقول ہے نہ علمائے سلف سے نہ علماء خلف سے۔ انعامی اعلان کے باوجود آج تک نہیں بتایا گیا۔ اور نہ قیامت تک کوئی بتا سکتا ہے۔ اور بداشیہ باطل ہے۔ ورنہ لازم کہ ساری امت ہی نہیں انبیاء کرام خود اللہ عز و جل، مشرک ہو۔ وہ یوں کہ نبی قرآنی ثابت کہ انبیاء کرام میں فوق الفطری قوتیں تھیں بلکہ یہ بھی ثابت کہ امتیوں میں بھی تھیں۔ حضرت داؤد کے ہاتھ میں لوہے کا نرم ہونا حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے وحوش و طیور جنات کا تابع ہونا ہوا کا ان کے قابو میں ہونا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یدینا اور عصا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مٹی کی مورت میں جان ڈالنا اور مادر زاد اندھے اور برص والے کو شفا دینا مردے جلانا۔ حضرت آصف بن برخیا کا سیکڑوں میل کی دوری سے بلقیس کا منوں وزنی تخت پبلک جھپکنے کے اندر لانے کی قوت۔ یہ سب مافوق الفطری قوتیں ہیں تو ہیں۔ پھر یہ تعریف بالجمول، فوق الفطری کی تحدید کیا ہے۔ اس کو کوئی صاف متعین کر دیا۔ اور تعریف بالجمول۔ تجہیل محض و باطل۔ اس لئے یہ تعریف سن گڑھت ہونے کے ساتھ ساتھ لایعنی بلکہ منجر الی الکفر ہے۔ (پوری تفصیل کے لئے بحر ذیہ کی روداد مناظرہ کا مطالعہ کریں)

(۷) ما المسئول عنها باعلم من السائل قیامت کے بارے میں جس

سے سوال کیا گیا وہ سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔

یہاں نفی اسم تفصیل پر داخل ہوئی۔ جو صرف تفصیل کی نفی کرتی ہے۔ بالکلے مشتق منہ کی نفی نہیں کرتی جس کا مضاد یہ ہوا۔ کہ قیامت کے بارے میں، میں تم سے زیادہ نہیں جانتا۔ جس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ قیامت کے بارے میں جتنا تم جانتے ہو اتنا میں بھی جانتا ہوں اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ قیامت کا علم نہ تجھے ہے نہ مجھے۔ بلکہ صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ قیامت کے علم میں ہم اور تم برابر ہیں۔ اس قدر پر علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ بدرالدین عینی دونوں شارحین کا اتفاق ہے کہ یہ۔۔۔ تساوی فی العلم پر دلالت کرتا ہے عینی میں ہے۔

مشعرۃ بوقوع الاشتراك فی العلم. والنفی توجه الی الزیادة  
فیلم ان یکون ممناہ انہما  
متساویات فی العلم بہ  
یہ علم میں اشتراک کو بتا رہا ہے اور  
نفی زیادت کی طرف متوجہ ہے اس لئے  
لازم ہے کہ اس کے معنی یہی ہیں کہ دونوں  
اس کو جاننے میں برابر ہیں کہ قیامت کب  
(ص ۲۹۳ جلد ۱) آئے گی۔

اس سے صاف ظاہر ہو گیا۔ قیامت کب آئے گی یہ جبرئیل بھی جانتے تھے اور حضور اقدس ﷺ بھی جانتے تھے اس پر قرینہ قویہ ہی نہیں بلکہ بڑی مضبوط دلیل ابو فروہ کی روایت کے یہ الفاظ ہیں:

فنکس فلم یجبه ثم  
اعاد فلم یجبه ثامہ رفع راسه  
وقال مالسئول عنها الحدیث  
فتح (ص ۱۱۲ ج ۱، عینی ص ۱۸۳ ج ۱)  
اس سوال پر حضور نے سر جھکا لیا  
کوئی جواب نہیں دیا، تین بار یہی ہوا۔ تو  
سر اقدس اٹھایا۔ اور فرمایا: مسئول عنها  
سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔

اگر حضور اقدس ﷺ کو قیامت کا علم نہ تھا۔ اور اس جملے کا یہی مطلب ہے کہ

تمہاری طرح میں بھی نہیں جانتا تو دیگر سوالات کے جوابوں کی طرح بلا توقف کیوں نہیں فرما دیا۔ اتنے غور کی کیا حاجت تھی، کہ انہیں تین بار سوال دہرانا پڑا۔ بات بالکل صاف ہے کہ اگر نہ جانتے ہوتے تو بلا توقف فرما دیا ہوتا۔ لیکن بات یہ نہیں جانتے تھے مگر بتانے کی اجازت نہ تھی۔ نو اگر فرماتے کہ میں نہیں بتاؤں گا تو جو اس سوال سے مقصود تھا وہ حاصل نہ ہوتا۔ اگر اگر فرماتے کہ میں نہیں جانتا تو جھوٹ ہوتا۔ اس لئے غور فرما کر ایسا جواب دیا کہ نکتہ شناس سمجھ جائیں اور راز، راز رہے۔

اس سوال کی وجہ علامہ قرطبی نے یہ بتائی ہے:

المقصود من هد السؤال  
كف السامعين عن السؤال عن  
وقت الساعة لانهم كانوا قد  
اكثروا السؤال عنها فلما حصل  
الجواب عما ذكر حصل الياس  
من معرفتها. عن ص ۲۹۱ ج ۱

اس سے مقصود سامعین کو قیامت  
کے وقت کے بارے میں سوال سے  
روکنا تھا۔ کیونکہ اکثر لوگ اس کے  
بارے میں سوال کیا کرتے تھے۔ جب  
یہ جواب مل گیا۔ تو سامعین کو اس کے  
جاننے سے مایوسی ہو گئی۔

اور اگر بالفرض یہی مان لے لیا جائے کہ نہ جاننے میں مساوات مراد ہے۔ تو اس حدیث کا حاصل یہ ہوا کہ اس وقت نہیں جانتے تھے۔ یہ اہل سنت کے عقیدے کے معارض نہیں۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ نزول قرآن کی تکمیل کے ساتھ جمیع ماکان و مایکون حتیٰ کہ غیوب خمسہ کا بھی علم آپ کو عطا فرمایا گیا۔ اس لئے تکمیل قرآن کے پہلے اگر کچھ غیوب آپ پر مخفی رہے تو یہ اس عقیدے کے معارض نہیں۔ اس پر کوئی دلیل نہیں کہ یہ حدیث تکمیل قرآن کے بعد کی ہے۔

اس کی توضیح یہ ہے کہ علم غیب کے سلسلے میں دو مرتبہ ہیں۔ ایک یہ حضور اقدس ﷺ غیب جانتے تھے۔ یعنی قدر معتد بہ۔ یہ ابتداء ہی سے ہے۔ اس لئے کہ



نبی کے معنی ہیں۔ غیب کی خبر دینے والے کے۔ المنجد میں ہے: النبوة. الاخبار  
عن الغیب اوالمستقبل بالهام الله. النبى. المخبّر عن الغیب  
اوالمستقبل بالهام الله ص ۷۸۴

اس کے ترجمے مصباح اللغات میں ہے جو ایک فاضل دیوبندی کا ہے۔ اللہ  
کے الہام سے غیب کی خبریں بتانے والا۔ آئندہ کی پیش گوئی کرنے والا۔ علاوہ  
ازیں نبی کے خواص لازمہ میں غیب دانی ہے۔ علامہ عبدالباقی زرقانی علی المواہب،  
میں لکھتے ہیں:

<p>نبوت وہ وصف ہے جو نبی کے ساتھ خاص ہے جس کی وجہ سے غیر سے ممتاز ہوتا ہے۔ نبی چند قسم کے خواص کے ساتھ مختص ہوتا ہے۔ اول یہ کہ نبی اللہ عزوجل اس کی صفات اور فرشوں اور دار آخرت سے متعلق امور کی حقیقت جاننا ہے۔ کثرت معلومات کشف و تحقیق کی زیادہ کی وجہ سے نبی کا یہ علم دوسروں کے علم سے ممتاز ہوتا ہے۔ ثانی نبی میں ایک صفت (قوت) ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ معجزات دکھاتا ہے جیسے ہمیں یہ قوت ہے کہ ہم اپنے ارادے سے جو چاہتے ہیں کرتے ہیں یہی قدرت ہے۔ ثالث نبی میں ایک</p>	<p>قال الغزالی، النبوة عبارة عما يختص ب النبی ويقارق به غیرة دھو يختص بانواع مشن الخواص، احدها، انه يعرف حقائق الامور المتعلقة بالله وصفاته وملائکته والدار الآخرة علماً مخالفاً لعلم غیره بکثرت المعلومات و زیادة الكشف والتحقیق. ثابنها ان له فی نفسه صفة بها تتم الحركات المقرونة بأرادتنا وهی القدرة. ثالثها ان له صفة بها يبصر الملائکة ویشاهد هم کہا ان للبصیر صفة بها يفارق الاعی</p>
--	--

رابعہا۔ ان له صفة بها يدرك  
 ماسيكون في الغيب۔ ص ۱۹، ۲۰ ج ۱  
 قوت ہوتی ہے جس سے وہ فرشتوں کو  
 دیکھتا ہے۔ جیسے پینا کے اندر ایک قوت  
 ہے جس کی وجہ سے وہ اندھے سے  
 علیحدہ ہے۔ رابع اسے ایک ایسی قوت  
 ہوتی ہے۔ جس سے یہ جان لیا کرتا ہے  
 کہ غیب میں کیا ہوگا۔

اس لئے نبی اس وقت تک نبی نہیں ہوگا جب تک غیب داں نہ ہو۔ اسے غیب  
 دانی پر قدرت نہ ہو۔ اس مرتبے میں جمیع علم ماکان وما یکون کا علم داخل نہیں۔ قدر  
 معتد بہ لازم ہے۔ جیسے ہر مسلمان کو دینی باتوں کا علم ہے مگر ہر مسلمان عالم نہیں کہلاتا۔  
 عالم وہ ہے جو دین کے متعدد علم سے مشروہوا۔ اس درجے میں دس بیس بلکہ سو دوسو  
 باتوں کا نہ جانتا عالم ہونے کے منافی نہیں۔ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے  
 بارے میں منقول ہے کہ انھوں نے بھی بعض سوالوں کے جواب میں فرمایا۔ لا ادری۔  
 میں نہیں جانتا۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کتنے سوالوں کے جواب میں فرمایا  
 لا ادری۔ اسی طرح جب نبی علم غیب قدر معتد بہ جانتا ہے بلکہ اسے یہ قوت ہے کہ غیب  
 جان لیا کرے تو دس بیس یا بالفرض سو دوسو غیب کی باتوں پر اگر اطلاع اس درجے  
 میں نہ ہوئی۔ تو یہ نبی کے ”غیب داں“ ہونے کے منافی نہیں۔ جیسے سیدنا امام اعظم اور  
 امام مالک کا چند مسائل کا نہ جانتا ان کے امام اعظم اور امام مجتہد ہونے کے منافی  
 نہیں۔

دوسرا مرتبہ یہ ہے جمیع ماکان وما یکون اور علوم خمسہ بشمول علم قیامت جاننے کا یہ  
 مرتبہ حضور اقدس ﷺ کو نزول قرآن کی تکمیل کے ساتھ حاصل ہوا تکمیل قرآن کے  
 بعد کوئی ایسا واقعہ نہیں جو اس دعویٰ کے منافی ہو۔

جب حدیث جبرئیل کے بارے میں اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ یہ نزول قرآن کی  
 تمامیت کے بعد کی ہے۔ تو یہ حدیث اہل سنت کے عقیدے کے مزاحم نہیں۔  
 روگیا اس کا ثبوت کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو قیام قیامت کا علم تھا۔ اس کے لئے  
 الادولۃ المکیہ الفیوض المملکیہ، الکلمۃ العلیا کا مطالعہ کریں۔ سر دست صرف علامہ  
 ابراہیم بجوری قدس سرہ کے شرح قصیدہ بردہ کی ایک عبارت پیش کرنے پر اکتفا کرتا  
 ہوں۔

ولم یخرج صلی اللہ تعالیٰ	اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے
علیہ وسلم من الدنیا الابعدان	تشریف نہیں لے گئے مگر اس کے بعد
اعلمہ اللہ تعالیٰ بہذہ الامور	کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ان پانچوں
الخمسۃ۔ (ص ۷۳)	باتوں کا علم عطا فرما دیا۔

### علامات قیامت

(۸) علامات قیامت کثیر ہیں۔ مگر اس حدیث میں صرف تین بیان فرمائیں۔  
 اول لونڈی اپنے آقا کو جنے گی۔

اس حدیث میں ”دقتہا“ کا لفظ آیا ہے۔ یہ ”رب“ کی تانیث ہے۔ رب  
 کے معنی پالنے والے کے ہیں۔ اضافت کے ساتھ اس کا اطلاق ہر پالنے والے پر آتا  
 ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر کو فرمایا۔

إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنُ مَثْوَايَ۔  
 یہ تو میری پرورش کرنے والا ہے  
 اس نے مجھ کو اچھی طرح رکھا۔

عرف میں اس کے معنی آقا اور مالک کے بھی آتے ہیں۔ بیع سلم میں ”رب  
 المال“ کا لفظ عام ہے۔ اس حدیث میں آقا ہی کے معنی میں ہے۔ ملا اضافت ”رب“  
 کا اطلاق اللہ عزوجل کے علاوہ دوسرے پر جائز نہیں۔ بلکہ کفر ہے۔ غیر خدا پر اضافت

کے ساتھ اس کا اطلاق یہ عربی کے ساتھ خاص ہے۔ ہمارے عرف میں اضافت کے ساتھ بھی غیر خدا پر اس کا اطلاق جائز نہیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ روسا معززین بلکہ بادشاہان وقت بھی لونڈیوں کو بیبیوں کی طرح رکھیں گے۔ ان سے اولاد ہوگی۔ یہ اولاد اپنی ان ماؤں کے ساتھ وہی برتاؤ کریں گے جو آقا لونڈی کے ساتھ کرتا ہے۔ بلکہ بادشاہ وقت کی لونڈی کے بطن سے جو اولاد ہوگی ان میں بادشاہ ہوں گے۔ اور یہ مائیں ان کی رعایا۔

یا مراد یہ ہے کہ لونڈیوں کی بہت زیادہ کثرت ہوگی۔ خدا ناترس لوگ ام ولد کو بھی بیچ ڈالیں گے اور وہ پھر دست بدست بکتی ہوئی اپنی اولاد کی ملکیت ہوگی۔ یہ دو علامتیں ظاہر ہو چکیں۔ شاہان بنی عباس میں سوائے امین کے سب لونڈی زاد تھے۔

یا یہ کنا یہ ہے اس بات سے کہ لوگ اپنی حقیقی ماں کے ساتھ لونڈی جیسا برتاؤں کریں گے۔ ماں کو لونڈیوں کی طرح رکھیں گے۔ ان کی حق تلفی، نافرمانی کریں گے۔ ایذا پہنچائیں گے۔ یعنی اولاد اپنی ماں کے ساتھ آقا کی طرح برتاؤ کرے گی۔ یہ تاویل مذکورہ متن پر بالکل چسپاں ہے کہ فرمایا: عورت اپنے آقا کو جنے گی۔ یہ اس طرح کہ عورت کا لفظ عام ہے۔ آزاد اور لونڈی دونوں کو۔ بلکہ عربی میں ”امْرَأَة“ کا لفظ قریب قریب آزاد عورت کے ساتھ خاص ہے۔ یہاں حدیث دو لفظوں کے ساتھ مروی ہے۔ رَبَّتْهَا اور رَبَّتْهَا کے معنی مالکہ کے ہیں۔ اس کا بھی وہی حاصل کچھ مبالغہ کے ساتھ لڑکیاں بہ نسبت لڑکوں کے ماں کی زیادہ اطاعت شعار ہوتی ہیں۔ اب حدیث کا یہ مفہوم ہوا کہ لڑکے تو لڑکے، لڑکیاں اپنی ماؤں کے ساتھ مالکہ جیسا برتاؤ کریں گی۔

دوم: ننگے بدن ننگے پاؤں رہنے والے، گونگے، بہرے، سردار اور حکمران

ہوں گے۔

سوم: بھک منگے کالے اونٹوں اور بکریوں کے چرانے والے محل میں فخر کریں

گے۔

آج جو دنیا کا حال ہے۔ اس کو دیکھو! چودہ سو برس کی یہ غیب کی خبر کس طرح

حرف بحرف ثابت ہو رہی ہے۔

### علوم خمسہ کی بحث

(۹) ارشاد فرمایا: قیامت کا علم ان پانچ باتوں میں ہے جنہیں اللہ عزوجل کے سوا

کوئی نہیں جانتا۔ جیسا کہ سورہ لقمان کی اس آیت میں ہے۔

”بیشک اللہ ہی کے پاس۔ قیامت کا علم ہے۔ اور وہ بارش برساتا ہے۔ اور مادہ

کے پیٹ میں کیا ہے جانتا ہے۔ کل کیا ہوگا کوئی نہیں جانتا اور کوئی اپنے انکل سے نہیں

جانتا کہ کہاں مرے گا۔ بیشک اللہ جاننے والا بتانے والا ہے۔“

اب یہاں سوال یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے یہ علوم خمسہ اپنے محبوب منہ علیہ السلام کو

بتائے یا نہیں۔ احادیث میں بکثرت ایسے واقعات ہیں کہ حضور اقدس منہ علیہ السلام نے

ان باتوں کی خبر دی۔

حضرت امام حسن کی ولادت سے پہلے، حضرت عباس کی اہلیہ ام الفضل سے

فرمایا۔ فاطمہ کے ایک بچہ ہوگا۔ اس کی پرورش تم کرو گی۔

جنگ بدر کے ایک دن قبل فرمایا: یہ فلان کے مرنے کی جگہ ہے۔ یہ فلاں کے

مرنے کی جگہ ہے۔ ویسا ہی ہوا۔

جنگ احزاب کے خاتمہ پر فرمایا: اب ہم ان پر چڑھائی کریں گے وہ ہم پر حملہ

نہیں کر سکتے۔

جنگ خیبر کے موقع پر فرمایا: کل جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور رسول سے



محبت کرتا ہے۔ اور اللہ و رسول اس سے محبت کرتے ہیں اللہ اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا۔ دوسرے دن جہنڈا حضرت علی کو دیا۔ اور فتح حاصل ہوئی۔

فتح مکہ سے پہلے حضرت علی اور حضرت زبیر کو بھیجا کہ ”خان“ تک چلے جاؤ۔ وہاں ایک عورت ملے گی اس کے پاس خط ہے اسے مع خط پکڑ کر لاؤ۔

ایک حدیث میں ہے کہ فرمایا: جب سب لوگ مرجائیں گے بارش ہوگی۔ جس سے سب کے جسم اپنی حالت پر ہو جائیں گے۔

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی وفات اور مدفن کی خبر دی۔ فرمایا:

عسئ ان لا تلقانی بعد عامی  
هنا لعلک ان تمز بمسجدی  
اس سال کے بعد مجھ سے تمہاری  
ملاقات نہ ہو سکے گی۔ اب تم میری مسجد  
وقبری اور میری قبر سے گزر دو گے۔

تو جب ان علوم خمسہ میں سے اتنے امور کو حضور جانتے تھے تو معلوم ہوا۔ کہ حدیث کے اس ارشاد اور آیہ کریمہ میں حصر صرف علم ذاتی واجب قدیم غیر مخلوق ممتنع الزوال کے اعتبار سے ہے۔ یعنی ان چیزوں کا علم ذاتی ازلی واجب قدیم صرف اللہ عزوجل کو ہے۔ ان چیزوں کا علم ذاتی ازلی واجب قدیم اللہ عزوجل کے سوال کسی کو نہیں۔

رہ گیا۔ علم عطائی حادث ممکن۔ یہ نہ اللہ عزوجل کی صفت اور نہ شرعاً عقلاً جائز۔ کہ ان امور کا علم۔ بلکہ مطلق علم بلکہ باری عزاسمہ کی کوئی صفت، عطائی حادث ممکن ہو۔ اس پر اجماع امت کہ جو شخص باری تعالیٰ کی کسی بھی صفت کو عطائی یا حادث یا ممکن مانے وہ کافر۔ تو پھر یہ کہنا کہ علم عطائی حادث ممکن بھی باری تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ اپنے ایمان سے ہاتھ دھونا ہے۔

اس کو دوسرے الفاظ میں یوں سمجھئے کہ ہم پوچھتے ہیں کہ۔ ”فی خمس لا یعلمہن

الا اللہ اور آیہ کریمہ ان اللہ عندہ علم الساعة میں علم سے مراد علم ذاتی واجب قدیم ہے۔ یا علم عطائی حادث ممکن یا مطلق علم۔ اب اگر کہیں کہ علم عطائی حادث مراد ہے۔ تو لازم کہ باری تعالیٰ کا علم، عطائی حادث ممکن ہو۔ اور یہ کفر بلکہ مجموعہ کفریات اور اگر کہیں کہ مطلق علم مراد ہے خواہ ذاتی واجب قدیم خواہ عطائی حادث ممکن، تو بھی محذور مذکور اپنی جگہ کہ پھر بھی لازم آئے گا۔ کہ باری تعالیٰ کا کچھ علم عطائی حادث ممکن ہے۔ اور اللہ عزوجل کی کسی بھی صفت کو عطائی حادث ممکن ماننا بالاتفاق کفر میں اس لئے شیعہ اول متعین کہ مراد یہ ہے کہ ان چیزوں کا علم ذاتی قدیم واجب باری تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ ان چیزوں کا علم ذاتی واجب قدیم اللہ عزوجل کے سوا کسی کو نہیں۔

ہم اہل سنت انبیائے کرام یا ان کے توسط سے اولیا کرام کے لیے ان علوم خمسہ کا یا دیگر غیوب کا علم مانتے ہیں تو بعطائے الہی مانتے ہیں۔ ان کے علم کو علم عطائی حادث ممکن مانتے ہیں۔ ہماری اس تقریر کی تائید میں چند علماء معتمدین کے ارشادات سنئے۔ اشقۃ اللمعات میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں۔

مراد آنست کہ بے تعلیم	مراد یہ ہے ان امور غیبیہ کو اللہ
الہی۔ بحساب عقل کس اینہاند	عزوجل کے بتائے بغیر عقل کے حساب
اند۔ از امور غیب اند کہ جز	سے کوئی نہیں جانتا۔ سوائے اس کے
خدا۔ کے آن مرا نہ اند۔ مگر	جسے اللہ تعالیٰ وحی یا الہام کے ذریعہ بتا
آنکہ دے تعالیٰ از نزد خود کے	دے۔
مرا بوحی والہام بداند۔	

عارف باللہ ملا احمد جیون، استاذ سلطان محی الدین اورنگ زیب عالمگیر قدس سرہما نے تفسیرات احمدیہ میں فرمایا:

وَلَكِنْ لَمْ يَقُولْ إِنَّ عِلْمَ هَذِهِ  
الْحَسَةِ دَانَ كَأَن لَّا يَعْلَمُ إِلَّا اللَّهُ.  
لَكِنْ يَهُودَانِ يَعْلَمُهَا مِنْ يَشَاءُ  
مِنْ مَجِيئِهِ وَأَوْلِيَاءَهُ بِقَرِينَةِ قَوْلِهِ  
تَعَالَى إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ عَلَىٰ أَن  
يَكُونَ الْخَبِيرُ عَمَى الْمَخْبِرِ (ص ۵۴)

تفسیر مادی میں ہے:

ای من حیث ذاتها۔ واما  
بأعلام الله العبد فلا مانع منه  
كألا نبیاء و بعض الاولیاء قال  
تعالی۔ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ  
عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ وَقَالَ تَعَالَى۔  
عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ  
أَحَدًا إِلَّا مَن ارْتَضَىٰ مِنْ رَّسُولٍ۔  
قال العلماء الحق انه لم يخرج  
نبیاً من الدنیا حتی اطلعه الله  
تعالی (ص ۲۶۰ ج ۲)

تم کو چاہیے کہ یہ کہو کہ ان پانچوں کا  
علم صرف اللہ کو ہے۔ لیکن جائز ہے کہ اللہ  
عزوجل اپنے محبوبین۔ اولیاء میں سے جسے  
چاہے بتا دے اس پر قرینہ اللہ عزوجل کا  
یہ ارشاد ہے۔ بیشک اللہ جاننے والا بتانے  
والا ہے۔ اس طرح کہ خیر معنی میں نجر  
کے ہے۔

یہاں مراد علم ذاتی ہے۔ رہ گئی یہ  
بات کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو عطا  
فرمائے اس سے کچھ مانع نہیں جیسے  
انبیاء اولیاء اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ کے  
علم میں سے لوگ اتنا ہی پاتے ہیں جتنا  
وہ چاہتا ہے۔ اور فرمایا۔ عالم الغیب  
اپنے پسندیدہ رسولوں کے سوال کسی کو  
اپنے غیب پر مسلط نہیں فرمایا۔ علماء نے  
فرمایا حق یہ ہے کہ ہمارے نبی ﷺ  
دنیا سے تشریف نہیں لے گئے یہاں  
تک کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں مطلع فرما دیا  
(ان پانچوں پر بھی)

بحث کے اختتام پر بخاری کے شارحین جلیلیں اجلین، علامہ عینی و علامہ

عسقلانی کے ارشاد کو جو انھوں نے اسی حدیث خبریکل کے تحت ارقام فرمائے ہیں۔  
 یہ ناظرین کرتے ہوئے۔ رخصت ہوتا ہوں۔

فمن اوعى علم شىء منها  
 غیر مستند الی رسول اللہ صلی  
 اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان کا  
 زبانی دعواہ۔ (یعنی ص ۳۳۷ ج ۱ فتح  
 الباری ص ۱۱۳ ج ۱)

یعنی اگر کوئی یہ کہے کہ مجھے ان پانچوں میں سے سب کا یا کسی ایک کا مثلاً قیام  
 قیامت کا علم، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بلا واسطہ حاصل ہے۔ وہ جھوٹا ہے۔ اس کا  
 صاف صاف مطلب یہ نکلا کہ اگر کوئی یہ کہے کہ مجھے ان پانچوں کا علم حضور  
 اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے ان کے بتانے سے حاصل ہوا۔ وہ سچا ہے۔ اس سے  
 صاف ظاہر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پانچ چیزوں کا جن میں قیام قیامت کا  
 وقت بھی داخل ہے۔ حاصل ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل کی ہر صفت ذاتی واجب قدیم ہے۔ پھر  
 اس آیت میں پانچ کی تخصیص کیوں ہے۔ اس کا ایک جواب تو ملا احمد جیون قدس سرہ  
 نے دیا ہے۔

(الف) فائدتہ ان هذا  
 الخمسة معظم الغیوبات لان  
 مفاتیبها فانه ان وقف مثلاً علی  
 مافی غد۔ وقف علی موت زید۔ و  
 تولد عمرو وفتح بکرو مقهوریہ

اس کا فائدہ یہ ہے کہ یہ معظم  
 غیوب اور ان کی کنجیاں ہیں اس لئے کہ  
 مثلاً اگر کوئی یہ جان گیا کہ کل کیا ہوگا ا تو  
 وہ کل برو نما ہونے والی ساری باتوں کو  
 مثلاً زید کی موت عمر کی پیدائش۔ بکر کی

مخالف و قدوم بشر و غیر ذالک مما  
 فی الغدہ کذا القیاس۔  
 فتح۔ خالد کی مغلوبیت۔ بشر کی آمد وغیرہ  
 کو جان جائے گا۔ علی هذا القیاس  
 (تفسیرات احمد یہ ص ۳۰۵)

اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کی اہمیت کی وجہ سے ان پانچوں کو خصوصیت  
 کے ساتھ ذکر فرمایا۔

(ب) دوسری وجہ ان پانچ چیزوں میں علم قیامت بھی ہے۔ اوپر گزر چکا۔ علم  
 قیامت کے بارے میں بکثرت سوالات ہوتے تھے۔ اور خود جبریل امین نے  
 قیامت کے بارے میں سوال کیا اس لئے اس کی تخصیص فرمائی۔

(ج) عرب کے کاہن، نجومی، علم مافی الغد وغیرہ جاننے کے مدعی تھے۔ ان کی  
 تکذیب کے لیے بالخصوص ان کو ذکر فرمایا۔

بعض منکرین علم رسول، نے ذاتی اور عطائی کی تقسیم کو تدقیقات فلسفیانہ کہہ کر  
 مسترد کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ (بوارق۔ منظور سنہلی۔ کتاب التفسیر سورہ لقمان۔ مسلم  
 ایمان ۵ ابن ماجہ مقدمہ ۹ فتن ۳۵ مسند امام احمد ۲-۲۶)

اس پر گزارش ہے کہ اگر اس فرق کو تسلیم نہ کیا جائے تو قرآن مجید، احادیث  
 کریمہ میں اتنا زبردست تعارض پڑے گا کہ اٹھائے نہ اٹھے گا۔ مثلاً ارشاد ہے:

قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ  
 وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ۔  
 فرما دوں کہ زمین و آسمان کے  
 رہنے والوں میں کوئی غیب نہیں جانتا  
 ہے سوائے اللہ کے۔

اور فرمایا:

مَا كَانَ اللَّهُ لِيُظِلَّكُمْ عَلَى  
 الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهِ  
 اللہ کی یہ شان نہیں (اے عام  
 لوگو) کہ تمہیں علم غیب دیدے۔ ہاں



مَنْ يَشَاءُ۔ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے اس

(سورہ آل عمران آیت ۱۷۹) کے لیے چن لیتا ہے۔

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ  
عَلَوِي غَيْبِهِ احداً اِلَّا مَنْ ارْتَضَى

پسندیدہ رسولوں کے سوال کسی کو مسلط  
مِنْ رَسُولٍ۔ (سورہ جن آیت ۲۶) نہیں فرماتا۔

بولے اس تعارض کا کیا جواب ہے۔ علاوہ ازیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے  
بارے میں فرمایا وَبِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُفٌ رَحِيمٌ سورہ توبہ آیت ۱۲۸ مسلمانوں پر  
بہت مہربان۔ رحم فرمانے والا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بارے میں فرمایا:  
اِنِّی حَفِیْظٌ عَلَیْہِمْ۔ میں حفاظت کرنے والا۔ علم والا

(سورہ یوسف آیت ۵۵) ہوں۔

انسان کے بارے میں ارشاد فرمایا:

فَجَعَلْنَاكَ سَمِیْعًا بَصِیْرًا۔ ہم نے انسان کو سننے والا۔ دیکھنے

(سورہ دہر آیت ۲) والا بنادیا۔

اور خود قرآن مجید میں اللہ عزوجل نے اپنے آپ کو رؤف، رحیم، حفیظ، علیم،  
سمیع، بصیر فرمایا۔ اس تعارض کا کیا جواب ہوگا۔

اس لئے اس فرق کو ماننا ناگزیر ہے کہ اللہ عزوجل کی ہر صفت ذاتی، واجب،  
قدیم، غیر متناہی غیر مخلوق۔ اور انبیاء اولیاء اور تمام مخلوقات کی ہر صفت عطائی حادث،  
ممکن متناہی مخلوق۔ اور یہی فرق علم غیب میں ہے۔ آیات نفی میں مراد علم ذاتی۔ قدیم،  
واجب غیر متناہی غیر مخلوق۔ اور آیات اثبات میں علم عطائی ممکن حادث متناہی مخلوق۔  
اس بحث کو اگر ہما دیکھنا ہو تو الدولۃ المکیہ، الفیوض المکیہ، خالص الاعتقاد،

ادخال السنن، الکلمۃ العلیا کا مطالعہ کریں۔ اس حدیث پر کلام کچھ تفصیلی ہو گیا۔ ع  
 لذید بوو حکایت دراز تر گفتہم۔



## الحديث الثالث ارکان اسلام

عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ:  
سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((بُنيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ:  
شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ  
الزَّكَاةِ، وَحَجِّ الْبَيْتِ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ))، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ.

(صحیح البخاری، کتاب ال ایمان، باب دعائکم ایمانکم، ر: 8، 14/1) (صحیح مسلم، کتاب

ال ایمان، باب بیان ارکان اسلام، ر: 16، ص 27)

روایت ہے حضرت ابن عمرؓ سے کہ فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے  
اسلام پانچ چیزوں پر قائم کیا گیا اس کی گواہی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود  
نہیں، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں اور نماز قائم کرنا  
زکوٰۃ دینا اور حج کرنا اور رمضان کے روزے۔ (بخاری و مسلم)

### حکیم الامت کے مدنی پھول

سہ حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے  
ہیں کہ آپ کا نام عبداللہ بن عمر ہے، ظہور نبوت سے ایک سال پہلے پیدا ہوئے، ۷۳  
سنہ میں شہادت ابن زبیر سے تین ماہ بعد وفات پائی، ذی طویٰ کے مقبرہ مہاجرین میں  
دفن ہوئے، چوراسی سال عمر شریف پائی، بڑے متقی اور عمل بالسنۃ تھے۔ رضی اللہ

عنہ۔ (مرقاۃ وغیرہ)

۴ یعنی اسلام مثل خیمہ یا چھت کے ہے اور یہ پانچ ارکان اس کے پانچ ستونوں کی طرح کہ جو کوئی ان میں سے ایک کا انکار کرے گا وہ اسلام سے خارج ہوگا، اور اس کا اسلام منہدم ہو جاویگا۔ خیال رہے کہ ان اعمال پر کمال ایمان موقوف ہے اور ان کے ماننے پر نفس ایمان موقوف، لہذا جو صحیح العقیدہ مسلمان کبھی کلمہ نہ پڑھے یا نماز روزہ کا پابند نہ ہو، وہ اگرچہ مؤمن تو ہے مگر کامل نہیں، اور جو ان میں سے کسی کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں، نہ اعمال ایمان کے اجزاء ہیں۔

۵ اس سے سارے عقائد اسلامیہ مراد ہیں جو کسی عقیدے کا منکر ہے وہ حضور کی رسالت ہی کا منکر ہے۔ حضور کو رسول ماننے کے یہ معنی ہیں کہ آپ کی ہر بات کو مانا جاوے۔

۶ ہمیشہ پڑھنا، صحیح پڑھنا، دل لگا کر پڑھنا، نماز قائم کرنا۔

۷ اگر مال ہو تو زکوٰۃ و حج ادا کرنا فرض ہے ورنہ نہیں مگر انکا ماننا بہر حال لازم ہے۔ نماز ہجرت سے پہلے معراج میں فرض ہوئی، زکوٰۃ و روزہ ۲ھ میں، اور حج ۹ھ میں فرض ہوئے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۱ ص ۲)

فقہیہ الہند علامہ مفتی شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے نزہۃ القادی میں لکھتے ہیں:

تشریحات

بنی الاسلام

صلوٰۃ کے سولہ معانی ہیں۔ قرآن و حدیث میں زیادہ تر اس کے ۵ معانی آتے ہیں۔ مطلق دُعا، نماز، طلب رحمت کی دعا (درود) انزال رحمت، استغفار۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب اس کا فاعل بندہ ہو اور مطلق انبیاء نہ ہوں تو مطلق دعا یا نماز

مراد ہوگی۔ اور اگر اس کے متعلق انبیاء ہوں۔ تو طلب رحمت (درود) اور اگر اس کا فاعل اللہ ہو تو مراد انزال رحمت اور جب فرشتے ہو تو استغفار۔ یہاں نماز مراد ہے۔ اقامت صلوٰۃ سے مراد یہ ہے کہ پابندی کے ساتھ صحیح طریقے سے پڑھے۔

زکوٰۃ کے معنی پاکیزگی و پاکی کے بھی ہیں اور اچھی طرح بڑھنے کے بھی۔ یہاں فقہی زکوٰۃ مراد ہے۔ صیام صوم کے معنی رکنے کے ہیں۔ یہاں مراد یہ ہے کہ عبادت کی نیت سے صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے جماع سے رکا جائے۔ حج کے لغوی معنی قصد و ارادے کے ہیں یہاں مراد، حج فقہی ہے۔

### بنی الاسلام علی خمس

کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے جیسا کہ عبدالرزاق کی روایت میں تصریح ہے یا یہ مطلب ہے کہ پانچ ارکان پر ہے جیسا کہ مسلم میں ہے: صرف ان پانچ چیزوں پر اسلام کی بنیاد اس لیے قائم ہے کہ عبادت مفروضہ منحصر ہے بدنی اور مالی میں۔ اگر محض مالی ہے۔ تو یہ زکوٰۃ ہے اور بدنی کی دو صورتیں ہیں۔ صرف قوی ہے یا صرف بدنی۔ صرف بدنی روزہ۔ صرف قوی توحید و رسالت کی شہادت۔ یا قوی بدنی دونوں ہے۔ یہ نماز ہے اور مالی بدنی دونوں ہے تو حج ہے۔

اس حدیث میں حج صیام سے پہلے مذکور ہے حالانکہ روزہ ۲ھ میں اور حج ۹ھ میں فرض ہوا۔ نیز روزہ ہر عاقل و بالغ پر فرض ہے اور حج صرف مالداروں پر۔ روزہ ہر سال فرض ہے اور حج عمر میں صرف ایک بار اس کا مقتضی تھا کہ صیام حج پر مقدم ہوتا اور مسلم میں بطریق سعد بن عبیدہ صیام حج پر مقدم ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ ایک شخص نے کہا والحج و صیام رمضان۔ تو حضرت ابن عمر نے فرمایا نہیں۔ صیام رمضان والحج۔ میں نے اس طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ نیز مسلم میں بطریق حنظلہ جو روایت ہے اس میں صیام پر مقدم ہے۔



اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں بخاری میں روایت بالمعنی ہے اور داد چونکہ مطلق جمع کے لیے آتا ہے۔ ترتیب نہیں چاہتا اس لیے کوئی حرج نہیں خود کتاب التفسیر میں امام بخاری نے جو حدیث ذکر کی ہے اس میں صیام حج پر مقدم ہے۔

یہاں ایک شبہ یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ پانچوں چیزیں اسلام کی بنیاد ہیں تو لازم آئے گا کہ ان میں سے کسی ایک کا تارک مسلمان نہ رہے۔ یہ اجماع امت کے خلاف ہے۔ اس کا جواب علامہ کرمانی نے یہ دیا کہ یہاں اسلام سے مراد کمال اسلام ہے اور یہ طے ہے کہ ان میں سے کسی ایک کا تارک کامل مومن نہیں۔ جیسے کسی مکان کا کوئی ستون یا کونہ گر جائے تو وہ مکان ناقص ضرور ہوگا مگر مکان رہے گا۔



## الحديث الرابع انسان کی خلقت اور تدریجی مراحل

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوقُ: ((إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا نُطْفَةً، ثُمَّ يَكُونُ عَلَقَةً مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ يَكُونُ مُضْغَةً مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ يُرْسَلُ إِلَيْهِ الْمَلَكُ فَيَنْفُخُ فِيهِ الرُّوحَ، وَيُؤَمَّرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ: بِكِتَابِ رِزْقِهِ وَأَجَلِهِ وَعَمَلِهِ وَشَقِيئِهِ أَوْ سَعِيدِهِ فَوَاللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ إِنْ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا، وَإِنْ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا)) رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ.

(صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکۃ، ر: 3208، 2/38)

روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ سچے مصدوق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ تم میں سے ہر ایک کا مادہ پیدائش ماں کے پیٹ میں چالیس دن نطفہ رہتا ہے پھر اسی قدر خون کی پھٹک پھر اسی قدر لوتھڑا پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ چار باتیں بتا کر بھیجتا ہے کہ وہ فرشتہ اس کے کام اس کی موت اس کا رزق اور بد بخت ہے نیک بخت ہے سب کچھ لکھ لیتا ہے پھر اس میں روح پھونکی

جاتی ہے تو اس کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ تم میں بعض جنتیوں کے کام کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اس میں اور جنت میں صرف ایک ہاتھ فاصلہ رہ جاتا ہے۔ پھر وہاں ہی پہنچتا ہے اور تم میں بعض دوزخیوں کے کام کرتے ہیں یہاں تک کہ اس میں اور دوزخ میں صرف ایک ہاتھ فاصلہ رہ جاتا ہے کہ اس کا نوشتہ سامنے آتا ہے اور جنتیوں کے کام کرتا ہے پھر اس میں داخل ہو جاتا ہے۔  
(مسلم، بخاری)

### حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں

کہ  
۱۔ صادق وہ جس کے سارے اقوال سچے ہوں، مصدوق وہ جس کے سارے اعمال سچے ہوں یا صادق وہ جو ہوش سنبھال کر سچ بولے، اور مصدوق وہ جو پہلے ہی سے سچا ہو، یا صادق وہ جو واقع کے مطابق خبر دے اور مصدوق وہ کہ جو وہ اپنی زبان مبارک سے کہہ دے واقعہ اُس کے مطابق ہو جائے حضور میں یہ سارے اوصاف جمع ہیں۔

۲۔ یعنی ماں کے رحم میں منی چالیس دن تک اسی حالت میں سفید رنگ کی رہتی ہے، پھر سرخ رنگ کا خون بن جاتی ہے، پھر چالیس روز کے بعد جم کر گوشت۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں: چونکہ آدم علیہ السلام کا خمیر چالیس سال اور موسیٰ علیہ السلام کا قیام طور پر چالیس دن رہا، اس لیے نطفہ پر ہر چلہ کے بعد انقلاب آتا ہے، پھر بعد پیدائش نفاس کی مدت چالیس دن ہے، کمال عقل چالیس سال میں ہوتا ہے۔ یہ حدیث صوفیاء کے چلوں کی دلیل ہے۔ اہل سنت میت کا چالیسواں اسی بنا پر کرتے

ہیں کہ چالیس میں انقلاب ہے۔

۴۔ یعنی کاتب تقدیر فرشتہ جو رحموں پر معین ہے ایک ہی فرشتہ جو سارے عالم کی حاملہ عورتوں کا نگران ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ حاضر و ناظر ہے۔

۵۔ کہ یہ کیا کرے گا، کب اور کہاں مرے گا، کیا کیا کھائے گا اور کیا پیئے گا، اس کا خاتمہ کفر پر ہوگا، یا ایمان پر۔ خیال رہے کہ یہ چیزیں وہ علوم خمسہ ہیں جس کے بارے میں فرمایا گیا ”وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ“ یہ فرشتہ بتعلیم الہی سارے انسانوں کی یہ ساری چیزیں جانتا ہے۔ مرقاة میں ہے کہ یہ باتیں ایک تختی پر لکھ کر بچے کے گلے میں ڈال دیتا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے: ”وَكُلُّ الْإِنْسَانِ أَزْمَنُ طَلْرِهٖ فِي عُنُقِہٖ“ غور کرو جب اُس فرشتے کا اس قدر علم ہے تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو اعلم المخلوق ہیں ان کا علم تو ہمارے خیالات سے ورا ہے اور یہ تختی پر لکھنا اور گلے میں ڈالنا اسی لیے ہے کہ حقیقت میں نگاہیں اسے پڑھ سکیں۔ خیال رہے کہ تحریر لوح محفوظ میں بھی ہوتی ہے اور شب قدر میں فرشتوں کے صحائف میں بھی ہے اور بچے کی پیشانی یا گلے کی تختی یا ہاتھ میں بھی ہے مگر یہ تحریر مختلف ہیں۔

۶۔ یعنی صرف موت کا کہ مرے اور وہاں پہنچ جائے ایک ہاتھ تشبیہ کے لیے فرمایا۔

۷۔ یعنی کافر بن جاتا ہے اس میں اشارۃ فرمایا گیا کہ رب بد عملی کے بغیر کسی کو دوزخ میں نہیں بھیجتا لہذا ظاہر یہ ہے کہ کفار کے بچے جہنمی نہیں۔ واللہ اعلم!

۸۔ یعنی ایمان لا کر متقی بن کے مرتا ہے لہذا کوئی بدکار رب تعالیٰ سے مایوس نہ ہو اور کوئی نیک کار اپنے تقویٰ پر فخر نہ کرے، اللہ تعالیٰ حسن خاتمہ نصیب کرے۔ خیال رہے کہ جنت کسباً، عطاء اور وہباً ملے گی یہاں کسی جنت کا ذکر ہے ورنہ مسلمان کے بچے جنتی ہیں، رب فرماتا ہے: ”الْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ“۔

## تخلیق انسانی کے مراحل

اللہ تعالیٰ بڑا قادر و قیوم ہے۔ اگر وہ چاہے تو ایک لمحہ میں ہزاروں انسانوں کو پیدا فرما دے مگر وہ قادرِ مطلق اپنی قدرتِ کاملہ کے باوجود اپنی حکمتِ کاملہ سے انسانوں کو بتدریج شرفِ وجود بخشتا ہے۔ چنانچہ نطفہ ماں کی پاس پہنچ کر طرح طرح کی کیفیات اور قسم قسم کے تغیرات سے ایک خاص قسم کا مزاج حاصل کر کے جما ہوا خون بن جاتا ہے۔ پھر وہ جما ہوا خون گوشت کی ایک بوٹی بن جاتا ہے۔ پھر گوشت کی بوٹی ہڈیاں بن جاتی ہیں۔ پھر ان ہڈیوں پر گوشت چڑھ جاتا ہے اور پورا جسم تیار ہو جاتا ہے پھر اُس میں رُوح ڈالی جاتی ہے اور یہ بے جان بدن جان دار ہو جاتا ہے اور اس میں نطق اور سمع و بصر وغیرہ کی مختلف طاقتیں ودیعت رکھی جاتی ہیں۔ پھر ماں اس بچہ کو جنمتی ہے اس طرح مختلف منازل و مراحل کو طے کر کے ایک انسان بتدریج عالمِ وجود میں آتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید نے تخلیق انسانی کے ان مراحل کا نقشہ ان الفاظ میں پیش فرمایا ہے کہ:

ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا  
الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظْمًا فَكَسَوْنَا الْعِظْمَ لَحْمًا ۝ ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ  
خَلْقًا آخَرَ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ۝

ترجمہ کنزالایمان:- پھر اسے پانی کی بوند کیا ایک مضبوط ٹھہراؤ میں پھر ہم نے اس پانی کی بوند کو خون کی پھٹک کیا پھر خون کی پھٹک کو گوشت کی بوٹی پھر گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں پھر ان ہڈیوں پر گوشت پہنایا پھر اسے اور صورت میں اُٹھان دی تو بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا ہے۔ (پ 18، المؤمنون: 13-14)

تخلیق انسانی کے ان مختلف مراحل سے گزرنے میں خداوند قدوس کی کون کون

سی حکمتیں اور کیا کیا مصلحتیں پوشیدہ ہیں؟ ان کو بھلا ہم عام انسان کیا اور کیونکر سمجھ سکتے ہیں؟

لیکن کم سے کم ہر انسان کے لئے اس میں عبرتوں اور نصیحتوں کے بہت سے سامان ہیں تاکہ انسان یہ سوچتا رہے اور کبھی اس سے غافل نہ رہے کہ میں اصل میں کیا تھا؟ اور خداوند قدوس نے مجھے کیا سے کیا بنا دیا؟ یہ غور کر کے خداوند تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ پر ایمان لائے اور کبھی فخر و تکبر اور خودنمائی کو اپنے قریب نہ آنے دے اور یہ سوچ کر کہ میں نطفہ کی ایک بوند سے پیدا ہوا ہوں ہمیشہ عاجزی و فروتنی کے ساتھ منکسر المزاج بن کر زندگی بسر کرے اور یہ سوچ کر قیامت پر بھی ایمان لائے کہ جس خدا نے مجھے ایک بوند نطفہ پانی سے انسان بنا دیا وہ بلاشبہ اس پر بھی قادر ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ مجھے زندہ کر کے میرے اعمال نیک و بد کا حساب لے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (عجائب القرآن مع غرائب القرآن ص ۳۴۰)

### تقدیر کا لکھا

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

بے شک ایک شخص پچاس سال تک جنتیوں والے اعمال کرتا ہے حتیٰ کہ اس کے

اور جنت کے درمیان ایک بالشت کا فاصلہ رہ جاتا ہے

(اور ایک روایت میں ہے:) مگر اونٹنی کی دودھاروں کے درمیان والی مقدار

باقی رہ جاتی ہے کہ اس پر تقدیر غالب آتی ہے تو اس کا

خاتمہ جہنمیوں والے کام پر ہوتا ہے۔ (صحیح مسلم جلد ۲ ص ۳۳۴ کتاب القدر / مسند

امام احمد بن حنبل جلد اول ص ۳۸۲ مرویات عبد اللہ) اور ظاہری بات ہے کہ اونٹنی کے دودھ

دوہنے کے دوران دودھاروں کے درمیان کا وقفہ اعضاء کے عمل کا احتمال نہیں رکھتا

یقیناً وہ موت کے وقت دل میں پیدا ہونے والے کھٹکے کی مقدار ہے پس وہ برے



خاتمہ کا تقاضا کرتی ہے تو وہ اس سے کس طرح بے خوف ہوگا کہ کہیں موت کے وقت  
قلب کی ایمانی کیفیت نہ بدل جائے۔

مومن کی انتہائی غرض و غایت یہی ہے کہ اس کا خوف اور امید اعتدال پر ہوں  
عام لوگوں میں امید کا غلبہ اس لئے ہوتا ہے کہ وہ دھوکہ کھا جاتے ہیں اور ان کو معرفت  
کم حاصل ہوتی ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں باتوں کو ان لوگوں کے وصف  
میں جمع کیا جن کی تعریف کی گئی۔

ارشاد خداوندی (عزوجل) ہے:

يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا.

ترجمہ کنزالایمان: ”اور اپنے رب کو پکارتے ہیں ڈرتے اور امید کرتے۔“

(پارہ ۲۱ سورۃ السجدہ آیت ۱۶)

اور اسی طرح ارشاد باری (عزوجل) ہے:

وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا.

ترجمہ کنزالایمان: ”اور ہمیں پکارتے تھے امید اور خوف سے۔“

(پارہ ۱۷ سورۃ انبیاء آیت ۹۰)

اور حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا شخص اس زمانے میں کہاں؟  
اس زمانے میں تو جتنے لوگ موجود ہیں ان کے لئے زیادہ بہتر غلبہ خوف ہے لیکن شرط  
یہ ہے کہ وہ (خوف) ناامیدی، ترک عمل اور مغفرت کی امید ختم کرنے کا باعث نہ  
بنے کیونکہ اس صورت میں یہ خوف، عمل سے سستی کا سبب بن جائے گا۔ اور گناہوں  
میں انہماک کی دعوت دے گا یہ تو ناامیدی ہے خوف نہیں ہے خوف تو وہ ہے جو عمل کی  
ترغیب دے اور تمام خواہشات کو گدلا کر دے نیز دل سے دنیا کی طرف محبت کم  
کر دے اور اس دھوکے والے گھریلے (دنیا) سے دور رہنے کی دعوت دے ایسا خوف

پسندیدہ ہے۔

چنانچہ حضرت سیدنا یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت محض خوف سے کرتا ہے وہ فکرات کے سمندروں میں غرق ہو جاتا ہے اور جو شخص اس کی عبادت محض امید سے کرتا ہے وہ دھوکے کے جنگل میں بھٹکتا رہے گا اور جو آدمی اللہ تعالیٰ کی عبادت خوف اور امید دونوں کے ساتھ کرتا ہے وہ ذکر کے راستے میں سیدھا چلے گا۔

اسی طرح حضرت سیدنا مکحول دمشقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت محض خوف کی وجہ سے کرتا ہے وہ حروری (خارجی) ہے اور جو امید کے ساتھ عبادت کرتا ہے وہ مرجی ہے (یہ وہ فرقہ ہے جن کے خیال میں مومن جہنم میں نہیں جائے گا چاہے وہ برے اعمال کرے) اور جو محض محبت کی وجہ سے عبادت کرتا ہے وہ زندیق (بے دین) ہے اور جو شخص خوف امید اور محبت (تینوں باتوں) کے پیش نظر عبادت کرتا ہے وہ مؤجد (یعنی اللہ عزوجل کو ایک ماننے والا) ہے۔

تو ان تینوں امور کو کا جمع ہونا ضروری ہے اور غلبہ خوف زیادہ بہتر ہے لیکن موت سے پہلے پہلے جبکہ موت کے وقت زیادہ بہتر امید اور حسن ظن کا غلبہ ہے کیونکہ خوف اس کو ڈرے (ڈنڈے) کے قائم مقام ہے جو عمل پر ابھارتا ہے اور اب عمل کا وقت ختم ہو گیا کیونکہ موت کا سامنا کرنے والا عمل پر قادر نہیں ہوتا چنانچہ وہ خوف کے اسباب کی طاقت بھی نہیں رکھتا کیونکہ اس وقت اس کی زیادہ دل شکنی ہونے کا امکان ہوتا ہے لیکن امید دل کو مضبوط کرتی ہے اور اسے اس رب سے محبت دلاتی ہے جس سے امید باندھی ہے۔

کسی آدمی کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ دنیا سے اللہ تعالیٰ کی محبت کے بغیر جائے بلکہ ضروری ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی ملاقات محبوب ہو کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ

سے ملاقات چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے ملاقات کو پسند فرماتا ہے اور امید کے ساتھ محبت ملی ہوئی ہوتی ہے اور جس کے کرم کی امید ہو وہ محبوب ہوتا ہے اور تمام علوم و اعمال کا مقصد اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے اور معرفت سے محبت پیدا ہوتی ہے کیونکہ اسی کی طرف جانا ہے اور موت کے ذریعے اسی کی طرف بڑھنا ہے اور جو آدمی اپنے محبوب کی طرف جاتا ہے اس کا سرور بقدر محبت بڑھتا ہے اور جو شخص اپنے محبوب سے جدا ہو جائے اس کی تکلیف اور سختی بہت زیادہ ہوتی ہے۔

(فیضانِ احیاء العلوم ص ۱۷۴-۱۷۵)



# الحديث الخامس کامل دین

عَنْ أَمْرِ الْمُؤْمِنِينَ أَمْرَ عَبْدِ اللَّهِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ: مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ.

(صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب إذا اصطلموا علی صلح جور... إلخ، ر: 2697، 2/211) (صحیح مسلم، کتاب الأتقنیۃ، باب نقض الأحکام الباطلة... إلخ، ر: 1718، ص 945) (صحیح مسلم، کتاب الأتقنیۃ، باب نقض الأحکام الباطلة... إلخ، ر: 1719، ص 946)

روایت ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ایجاد کرے ہمارے دین میں وہ طریقہ جو اس دین سے نہیں وہ مردود ہے۔<sup>۱</sup>

## حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

<sup>۱</sup> یعنی وہ ایجاد کرنے والا مردود ہے یا اس کی یہ ایجاد مردود ہے۔ خیال رہے کہ امر سے مراد دین اسلام ہے اور مانے سے مراد عقائد یعنی جو شخص اسلام میں خلاف اسلام عقیدے ایجاد کرے وہ شخص بھی مردود اور وہ عقائد بھی باطل۔ لہذا روافض،

قادیانی، وہابی وغیرہ بہتر ۷۲ فرقے جن کے عقائد خلاف اسلام ہیں باطل ہیں۔ یا  
 امر سے مراد دین ہے اور مآ سے مراد اعمال ہیں اور لیس منہ سے مراد قرآن و  
 حدیث کے مخالف، یعنی جو کوئی دین میں ایسے عمل ایجاد کرے جو دین، یعنی کتاب و  
 سنت کے مخالف ہوں جس سے سنت اٹھ جاتی ہو وہ ایجاد کرنے والا بھی مردود ایسے عمل  
 بھی باطل جیسے اردو میں خطبہ و نماز پڑھنا، فارسی میں اذان دینا وغیرہ۔ اس کی تفسیر وہ  
 حدیث ہے جو آگے آرہی ہے کہ جو کوئی بدعت ایجاد کرے تو اللہ سنت کو اٹھا لیتا  
 ہے۔ ہماری اس تفسیر کی بنا پر یہ حدیث اپنے عموم پر ہے اس میں کوئی قید لگانے کی  
 ضرورت نہیں۔ مرقاۃ نے فرمایا: لیس منہ سے معلوم ہوا کہ دین میں ایسے کام کی  
 ایجاد جو کتاب و سنت کے خلاف نہ ہو بُری نہیں۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۱ ص ۱۳۸)

### بدعت کا لغوی معنی

بدعت کا لغوی معنی ہے نئی چیز اور شرعی طور پر ہر وہ نئی چیز جو حضور پاک صاحب  
 لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک کے بعد ایجاد ہوئی بدعت ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح، ج ۱ ص ۳۶۸)

بدعت کی تعریف میں ”زمانہ نبوی کی قید“ لگائی گئی ہے، چنانچہ خلفائے  
 راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پاکیزہ دور میں ایجاد شدہ نئے کام کو بھی بدعت ہی کہا  
 جائے گا۔ مگر درحقیقت یہ نئے کام بھی سنت میں داخل ہیں۔ (ماخوذ از اشعۃ اللمعات  
 ، ج ۱ ص ۱۳۵) کیونکہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”میری سنت اور  
 میرے خلفاء کی سنت کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔“

(سنن ابن ماجہ، مقدمہ، الحدیث ۴۲، ج ۱ ص ۳۱)

بدعت کی (اصول شرع کے اعتبار سے) دو اقسام ہیں:

(۱) بدعتِ حسنہ: ہر وہ نیا کام جو اصول شرع (یعنی قرآن و حدیث اور اجماع) کے موافق ہو مخالف نہ ہو۔

(۲) بدعتِ ضلالتہ: جو نیا کام اصول شرع کے مخالف ہو۔

اس حدیث میں کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ سے مراد دوسری قسم ہے یعنی ہر وہ نیا کام جو قرآن پاک، حدیث شریف، آثارِ صحابہ یا اجماع امت کے خلاف ہو وہ بدعتِ سیئہ اور گمراہی ہے اور جو نیا اچھا کام ان میں سے کسی کے مخالف نہ ہو تو وہ کام مذموم نہیں ہے جیسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تراویح کی جماعت کے متعلق فرمایا  
يُعْتَبَرُ الْبِدْعَةُ هَذِهِ یعنی یہ کیا ہی اچھی بدعت ہے۔

پھر بدعت کی مزید پانچ اقسام ہیں

(۱) واجبہ (۲) مستحبہ (۳) مباحہ (۴) مکروہہ (۵) محرمہ

(۱) بدعت واجبہ:

جیسے علمِ نحو و صرف کا سیکھنا سکھانا کہ اسی کے ذریعے آیات و احادیث کے معنی کی صحیح پہچان حاصل ہوتی ہے (اگرچہ یہ علوم مرثوۂ انداز میں عہدِ رسالت میں موجود نہ تھے)، اسی طرح دوسری بہت سی وہ چیزیں اور علوم جن پر دین و ملت کی حفاظت موقوف ہے۔ اسی طرح باطل فرقوں کا رد کہ ان کے عقائد باطلہ سے شریعت کی حفاظت فرضِ کفایہ ہے۔

(۲) بدعت مستحبہ:

جیسے سرائوں (مسافر خانوں) کی تعمیر تاکہ مسافر وہاں آرام سے رات بسر کر سکیں، دینی مدارس کا قیام تاکہ علم کی روشنی ہر سو پھیلے، اجتماع میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور بزرگانِ دین کے عرس کی محافل قائم کرنا۔ اسی طرح



مسلمانوں کی خیر خواہی کا ہر وہ نیا انداز جو پہلے زمانے (یعنی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے) میں موجود نہ تھا۔

### (3) بدعت مباحہ:

جیسے کھانے پینے کی لذیذ چیزیں کثرت سے استعمال کرنا، وسیع مکان میں رہنا، اچھا لباس پہننا جبکہ یہ چیزیں حلال و جائز ذرائع سے حاصل ہوئی ہوں نیز تکبر اور ایک دوسرے پر فخر کا باعث نہ بن رہی ہوں۔ اسی طرح آٹا چھان کر استعمال کرنا اگرچہ عہد رسالت میں ان چھنے آٹے کی روٹی استعمال ہوتی تھی۔

### (4) بدعت مکروہہ:

وہ کام جس میں اسراف ہو جیسے شافعیوں کے نزدیک قرآن پاک کی جلد اور غلاف وغیرہ کی آرائش و زیبائش اور مساجد کو نقش و نگار سے مزین کرنا۔ خفیوں کے نزدیک یہ سب کام بلا کراہت جائز ہیں۔

### (5) بدعت محرمہ:

جیسے اہل بدعت کے مذاہب باطلہ جو کہ کتاب و سنت (اور اجماع) کے مخالف

ہیں۔ (ماخوذ از اشعۃ اللمعات، ج ۱، ص ۱۳۵ و مرآۃ المفاتیح، ج ۱، ص ۳۶۸)

بعض لوگ اس حدیث کے معنی یہ کرتے ہیں کہ جو کام حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ایجاد ہو وہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی، یہ معنی بالکل فاسد ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۱، ص ۱۳۷) شیخ طریقت امیر اہلسنت بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ کے رسائل کے مجموعے ”نماز کے احکام“ سے بدعت حسنہ کی بارہ مثالیں ملاحظہ ہوں:

(۱) قرآن پاک پر نقطے اور اعراب حجاج بن یوسف نے ۹۵ھ میں لگوائے۔

(2) اسی نے ختم آیات پر علامات کے طور پر نقطے لگوائے۔ (3) قرآن پاک کی چھپائی (4) مسجد کے وسط میں امام کے کھڑے رہنے کیلئے طاق نما محراب پہلے نہ تھی ولید مروانی کے دور میں سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایجاد کی، آج کوئی مسجد اس سے خالی نہیں۔ (5) چھ کلمے۔ (6) علم صرف و نحو۔ (7) علم حدیث اور احادیث کی اقسام۔ (8) درس نظامی۔ (9) زبان سے نماز کی نیت۔ (10) ہوائی جہاز کے ذریعے سفر حج۔ (11) شریعت (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) و طریقت (قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی) کے چار سلسلے۔ (12) جدید سائنسی ہتھیاروں کے ذریعے جہاد۔ (نماز کے احکام، ص ۵۴)

### حکیم الامت کے مدنی پھول

مفسر قرآن حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اپنی کتاب علم القرآن میں لکھتے ہیں:

### بدعت

بدعت کے لغوی معنی ہیں نئی چیز اصطلاح شریعت میں بدعت کہتے ہیں دین میں نیا کام جو ثواب کیلئے ایجاد کیا جائے اگر یہ کام خلاف دین ہو تو حرام ہے اور اگر اس کے خلاف نہ ہو تو درست یہ دونوں معنی قرآن شریف میں استعمال ہوئے ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

(1) بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

وہ اللہ آسمانوں اور زمین کا ایجاد فرمانے والا ہے۔ (پ 1، البقرة: 117)

(2) قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ

فرمادو کہ میں انوکھا رسول نہیں ہوں۔ (پ 26، الاحقاف: 9)

ان دونوں آیتوں میں بدعت لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی انوکھا نیا رب

تعالیٰ فرماتا ہے:

وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوا رَافَةً وَرَحْمَةً وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَائِهَا فَأَتَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ ۝

اور عیسیٰ علیہ السلام کے پیروؤں کے دل میں ہم نے نرمی اور رحمت رکھی اور ترک دنیا یہ بات جو انہوں نے دین میں اپنی طرف سے نکالی۔ ہم نے ان پر مقرر نہ کی تھی ہاں یہ بدعت انہوں نے اللہ کی رضا چاہنے کو پیدا کی پھر اسے نہ نباہا جیسا اس کے نباہنے کا حق تھا تو ان کے مومنوں کو ہم نے ان کا ثواب عطا کیا اور ان میں سے بہت سے فاسق ہیں۔ (پ 27، الحدید: 27)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ عیسائیوں نے رہبانیت اور تارک الدنیا ہونا اپنی طرف سے ایجاد کیا۔ رب تعالیٰ نے ان کو اس کا حکم نہ دیا۔ بدعت حسنہ کے طور پر انہوں نے یہ عبادت ایجاد کی اللہ تعالیٰ نے انہیں اس بدعت کا ثواب دیا مگر جو اسے نباہ نہ سکے یا جو ایمان سے پھر گئے وہ عذاب کے مستحق ہو گئے معلوم ہوا کہ دین میں نئی بدعتیں ایجاد کرنا جو دین کے خلاف نہ ہوں ثواب کا باعث ہیں مگر انہیں ہمیشہ کرنا چاہیے جیسے چھ کلمے، نماز میں زبان سے نیت، قرآن کے رکوع وغیرہ، علم حدیث، محفل میلاد شریف، اور ختم بزرگان، کہ یہ دینی چیزیں اگرچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کے بعد ایجاد ہوئیں مگر چونکہ دین کے خلاف نہیں اور ان سے دینی فائدہ ہے لہذا باعث ثواب ہیں جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے کہ جو اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرے اسے بہت ثواب ہوگا۔

(علم القرآن ۷۵)

حضرت علامہ غلام رسول سعدی شرح صحیح مسلم میں بدعت کے موضوع پر

یوں رقم طراز ہیں:

### بدعت سیئہ کی تعریف

بدعت سیئہ محرمہ کی تعریف یہ ہے کہ جو نیا کام مزاج اسلام کے خلاف ہو اور دین کے کسی حکم کو تبدیل کر کے رکھ دے اس کو اس عقیدے کے ساتھ دین میں داخل کر لیا جائے کہ اس کام کا کرنا باعثِ ثواب ہو اور نہ کرنا موجبِ عذاب ہو۔

علامہ شامی نے بدعت سیئہ کی یہ تعریف کی ہے:

ما احدث علی خلاف الحق	وہ نئی چیز جو رسول اللہ صلی اللہ
المتعلق عن رسول اللہ صلی اللہ	علیہ وسلم سے حاصل شدہ دین کے
علیہ وسلم من علم او عمل	خلاف ہو۔ خواہ وہ علم ہو عمل ہو یا حال
او حال بنوع شبهة واستحسان و	ہو اور اس کی بنیاد کسی شبہ یا قیاس خفی پر
جعل دینا قویما و صراطا	ہو اور اس چیز کو دین قویم اور صراط مستقیم
مستقیما	بنالیا جائے

علامہ شرنبلالی نے بھی بدعت سیئہ کی یہی تعریف کی ہے۔ (علامہ حسن بن عمار شرنبلالی

متوفی ۱۰۶۹ھ، مراۃ الفلاح ص ۱۸/ مطبوعہ مصطفیٰ البابی، مصر، الطبعة الثالثہ ۱۳۵۶ھ)

علامہ طحطاوی نے اس تعریف کی شرح میں لکھا ہے کہ باعتبار علم کے بدعتی کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کا منکر ہو اور بدعتی باعتبار عمل کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص کسی قبیلہ میں نیک کام کے لیے اذان دیتا ہو اور بدعتی باعتبار حال کے یہ ہے کہ کوئی شخص اس اعتقاد سے خاموش رہتا ہو کہ چپ رہنا عبادت ہے۔ (علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ۔ حاشیہ مراۃ الفلاح ص ۱۸۱ مطبوعہ مصطفیٰ

البابی، مصر الطبعة الثالثہ ۱۳۵۶ھ)

البدعة الشرعية هي الامر  
الحادث في الدين بعد القرون  
الثلاثة المشهود لهم بالخبر لم  
يدل عليه دليل من الكتاب  
والسنة ولم يدخل تحت عمر  
مها بل كان في خلاف ما امر الله به  
ورسوله وهي البراد في قوله كل  
بدعة ضلالة وقوله ما احدث  
قوم بدعة وقوله ما احدث قوم  
بدعة الرفع مثلها من السنة  
وهي في رواية ما ابتدع قوم بدعة  
في دينهم الا نزع الله من سنتهم  
مثلها ثم لا يعيدها اليهم يوم  
القيامة.

(شيخ وحيد الزمان متوفى ١٣٢٨ هـ، ١٠١٢ م)

الهدى ص ١١٦، مطبوعه ميور پريس دہلی ١٣٢٥ هـ)

بدعت شرعیہ و دنیا کام ہے جو ان  
قرون ثلاثہ کے بعد دین میں پیدا کیا گیا  
ہو جن کے خیر ہونے کی زبان رسالت  
نے گواہی دی ہے اس نئے کام پر نہ  
کتاب و سنت سے کوئی دلیل قائم ہو نہ وہ  
کتاب و سنت کے کسی عام حکم کے تحت  
داخل ہو بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول  
صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے خلاف  
ہو۔ حسب ذیل احادیث میں جس

بدعت کا ذکر ہے اس سے یہی بدعت  
مراد ہے۔ ”گر بدعت گمراہی ہے۔“ جو  
قوم کسی بدعت کو پیدا کرتی ہے اس قوم  
سے اس بدعت کے بدلہ میں ایک سنت  
اٹھالی جاتی ہے، جو قوم اپنے دین  
میں کوئی بدعت نکالتی ہے اللہ تعالیٰ اس  
بدعت کے بدلہ میں ان سے کوئی سنت  
اٹھا لیتا ہے پھر قیامت تک ان میں وہ  
سنت واپس نہیں لاتا۔

### بدعت کا شرعی معنی اور اقسام

علامہ ابن اثیر جذری بدعت کا شرعی معنی اور اس کی اقسام بیان کرتے ہوئے رقم

طراز ہیں:

البدعة بدعتان: بدعة  
 هدى و بدعة ضلال فما كان في  
 خلاف ما امر الله به ورسوله صلى  
 الله عليه وسلم فهو في خيبر الذم  
 والانتكار وما كان واقعا تحت  
 عمر ما ندب الله اليه  
 وحض عليه الله ورسوله فهو في  
 حيز البهت و ما لم يكن له مجال  
 موجود كنوع من الجود والسواء  
 وفعل المعروف فهو من الافعال  
 البهتة والا يجوز ان يكون ذلك  
 في خلاف ما ورد الشرع به لان  
 النبي صلى الله عليه وسلم  
 قد جعل له في ذلك ثوابا فقال  
 (من سن سنة حسنة كان له  
 اجرها واجر من عمل بها) وقال  
 في سنة سيئة  
 كان عليه وزرها ووزن عمل بها  
 وذلك اذا كان في خلاف ما امر الله  
 به ورسوله صلى الله عليه وسلم.  
 (علامہ محمد الدین ابن اثیر جلد ۱ ص ۱۰۱)

بدعت کی دو قسمیں ہیں، بدعت  
 حسنة اور بدعت سيئة۔ جو کام اللہ تعالیٰ  
 اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 احکام کے خلاف ہو وہ مذموم اور منوع  
 ہے، اور جو کام کسی ایسے عام حکم کا فرد ہو  
 جس کو اللہ تعالیٰ نے مستحب قرار دیا ہو یا  
 اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے اس حکم پر برا بیختہ کیا ہو اس کام کا  
 کرنا محمود ہے اور جن کاموں کی مثال  
 پہلے موجود نہ ہو جیسے سخاوت کی اقسام اور  
 دوسرے نیک کام، وہ اچھے کام ہیں  
 بشرطیکہ وہ خلاف شرع نہ ہو کیونکہ رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے کاموں پر  
 ثواب کی بشارت دی ہے۔ آپ  
 نے فرمایا: ”جس شخص نے اچھے کام کی  
 ابتداء کی اس کو اپنا اجر بھی ملے گا اور جو  
 لوگ اس کام کو کریں گے ان کے عمل کا  
 اجر بھی ملے گا اور جو بُرے کام کی ابتداء  
 کرے اس کے بارہ میں فرمایا: جس  
 شخص نے بُرے کام کی ابتداء کی اس پر  
 اپنی بُرائی کا وبال بھی ہوگا اور جو اس



۶۰۶ھ، التہایہ ج ۱ ص ۱۰۶، مطبوعہ موسسہ اسماعیلیان قم الطبعة الرابعة ۱۳۶۳ھ)

بُرائی کو کریں گے ان کا وبال بھی اس پر ہوگا اور یہ اس وقت ہے جب وہ کام اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے خلاف ہو۔

علامہ طاہر پٹنی نے بھی بدعت کی اسی طرح دو قسمیں بیان کی ہیں۔

(علامہ محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ۔ مجمع بحار الانوار ج ۱ ص ۸۰ مطبوعہ مطبع نولکشور ہند)

علامہ ابن منظور افریقی نے علامہ ابن اثیر کی مذکورہ الصدر پوری عبارت نقل کی ہے اور علامہ ابن اثیر ہی کے حوالہ سے یہ لکھا ہے کہ حدیث میں جو ہے کہ ہر نیا کام بدعت ہے اس نئے کام سے مراد وہ کام ہے جو خلاف شریعت ہو، لکھتے ہیں:

ان دلائل کی بناء پر حدیث ہر "نیا کام بدعت ہے" کی تاویل کی جائے گی اور اس نئے کام سے مراد وہ کام ہیں جو اصول شریعت کے مخالف ہوں اور سنت کے موافق نہ ہوں۔

وعلى هذا التاويل يحمل الحديث الآخر كل محدثة بدعة انما يريد ما خالف اصول الشريعة ولم يوافق السنة.

(علامہ محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ۔ مجمع بحار

الانوار ج ۱ ص ۸۰ مطبوعہ مطبع نولکشور ہند۔)

علامہ میر سید شریف نے بدعت کی دو تعریفیں لکھی ہیں:

(البدعة) هي الفعلة	بدعت وہ کام ہے جو سنت
المخالفة للسنة سميت البدعة	کے مخالف ہو اور اس کو بدعت اس لیے
لان قائلها ابتدعها من غير مقال	کہتے ہیں کہ اس کا قائل امام کے قول
امام (البدعة) هي الامر المحدث	کے بغیر اس کی اختراع کرتا ہے۔
الذي کم يكن عليه اصحابه	بدعت و نیا کام ہے جس کو صحابہ اور

والتابعون ولم یکن مما اقتضاہ الدلیل الشرعی۔  
تابعین نے نہ کیا ہو اور نہ وہ دلیل شرعی کا تقاضا ہو۔

(میر سید شریف جرجانی متوفی ۸۱۶ھ کتاب التعریفات ص ۱۶ مطبوعہ مطبعہ خیر یہ مصر، الطبعة

الاولیٰ ۱۳۰۶ھ)

علامہ نووی نے بدعت پر انتہائی تفصیل اور تحقیق سے لکھا ہے، وہ فرماتے ہیں:

(بدع) البدعة یکسر الباع فی الشرع ہی احداث ما لم یکن فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہی مقسبة الی حسنہ و قبیحة۔ قال الشیخ الامام المجمع علی امامتہ وجلالتہ و تمکنہ فی انواع العلوم و براعتہ ابو محمد عبدالعزیز بن عبدالسلام و براعتہ ابو محمد عبدالعزیز بن عبدالسلام رحمہ اللہ و رضی اللہ عنہ فی آخر کتاب القواعد البدعة منقسبة الی واجبة و محرمہ و مندوبة و مکروهة و مباحة قال والطریق فی ذلک ان تعرض البدعة علی قواعد الشریعة فان دخلت فی

بدعت کا شرعی معنی یہ ہے ”وہ نیا کام کرنا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں نہ ہو اور اس کی دو قسمیں ہیں حسنہ اور قبیحہ (سید) شیخ امام ابو محمد عبدالعزیز بن عبدالسلام رحمہ اللہ و رضی اللہ عنہ جو تمام علوم میں ماہر اور فائق ہیں اور جن کی جلالت اور امامت پر تمام کا اتفاق ہے، انہوں نے کتاب القواعد کے آخر میں فرمایا: بدعت کی حسب ذیل اقسام ہیں۔ واجب، حرام، مستحب، مکروہ اور مباح۔ انہوں نے فرمایا کہ اس کے جاننے کا طریقہ یہ ہے کہ بدعت کا قواعد شرعیہ سے موازنہ کی جائے اگر وہ بدعت قواعد ایجاب کے تحت داخل ہے تو واجب ہے اور اگر قواعد تحریم کے تحت داخل ہے تو مستحب

قواعد الميجاب فهي واجبة اولی  
 قواعد التحريم فمحرمه  
 او النذب فمندوبه او المکروه  
 فمکروهه او المباح فمباحه  
 وللبدع الواجبة أمثلة منها  
 الاشتغال بعلم النحو الذي  
 يفهم به كلام الله تعالى وكلام  
 رسول الله صلى الله عليه وآله  
 وسلم وذلك واجب لان حفظ  
 الشريعة واجب ولا يتأتى حفظها  
 الا بذلك وما لا يتم الواجب  
 الا به فهو واجب الثاني حفظ  
 غريب الكتاب واللسنة من  
 اللغة الثالث تدوين اصول  
 الدين واصول الفقه الرابع  
 الكلام في الجرح والتعديل و  
 تميز الصحيح من السقيم  
 وقد دلت قواعد الشريعة على ان  
 حفظ الشريعة فرض كفاية فيما  
 زاد على المتعين ولا يتأتى ذلك  
 الا بما ذكرنا، وللبدع المحرمه

ہے اور اگر کراہیت کے قاعدہ کے تحت  
 داخل ہے تو مکروہ اور اباحت کے قاعدہ  
 میں داخل ہے تو مباح ہے۔ بدعات  
 واجبہ کی بعض مثالیں یہ ہیں: علم نحو کا  
 پڑھنا جس پر قرآن اور حدیث کا سمجھنا  
 موقوف ہے، یہ اس لیے واجب ہے کہ  
 علم شریعت کا حصول واجب ہے اور  
 قرآن اور حدیث کے بغیر علم شریعت  
 حاصل نہیں ہو سکتا اور جس چیز پر کوئی  
 واجب موقوف ہو وہ بھی واجب ہوتی  
 ہے۔ دوسری مثال ہے قرآن اور  
 حدیث کے معانی جاننے کے لیے علم  
 لغت کا حاصل کرنا، تیسری مثال ہے  
 دین کے قواعد اور اصول فقہ کو مرتب کرنا  
 چوتھی مثال ہے سند حدیث میں  
 جرح اور تعدیل کا علم حاصل کرنا تاکہ  
 صحیح اور ضعیف حدیث میں امتیاز ہو سکے  
 اور قواعد شرعیہ اس بات پر دلالت  
 کرتے ہیں کہ اپنی ضروریات سے  
 زیادہ علم شریعت حاصل کرنا فرض کفایہ  
 ہے اور یہ علم مذکور الصدر علوم کے بغیر

امثلة منها مذاهب القدرية  
والجدرية والمرجئة والمجسة  
والرد على هؤلاء من البدع  
الواحة وللبدع المندوبة امثلة  
منها احداث الربط والمدارس  
وكل احسان لم يعهد في العصر  
الاول منها التراويج والكلام في  
دقائق التصرف وفي الجدل ومنها  
جمع المحافل للاستدلال ان  
قصد بذلك وجه الله تعالى:  
وللبدع المكروهة امثلة  
كزخرفة المساجد وتزويق  
المصاحف وللبدع المباحة  
امثلة منها المصافحة عقب  
الصبح والعصر ومنها التوسع في  
اللذيق من المأكول والمشرب  
والبلباس والمساكن ولبس  
الطيبالسنة وتوسيع الاكمام وقد  
يختلف في بعض ذلك فيجعله  
بعض العلماء من البدع  
المكروهة ويجعله آخرون من

حاصل کرنا فرض کفایہ ہے اور یہ علم مذکور  
الصدر علوم کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔  
بدعات محرمہ کی بعض مثالیں یہ ہیں:  
قدریہ، جبریہ، مرجہ اور مجسمہ  
کے نظریات (آج کل پرویزی،  
چکڑالوی، بہائی، مرزائی، رافضی،  
اسماعیلی وغیرہ کے نظریات، سعیدی  
غفرلہ) اور ان لوگوں پر رد کرنا۔  
بدعات واجبہ کی قسم میں داخل ہے۔  
بدعات مستحبہ کی بعض مثالیں یہ ہیں:  
سرائے اور مدارس بنانا اور ہر ایسا  
اصلاحی اور فلاحی کام جو عہد رسالت  
میں نہیں تھا (تمام رمضان میں)  
جماعت تراویح، تصوف کی دقیق  
ابحاث، بدعتیہ فرقوں سے مناظرہ، اور  
اس مقصد کے لیے جلسے منعقد کرنا  
بشرطیکہ اس سے مقصود رضائے الہی ہو،  
بدعات مکروہہ کی بعض مثالیں یہ ہیں:  
مساجد کی زیب و زینت، (متاخرین  
فقہاء نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔  
سعیدی غفرلہ) مصحف قرآن کو مزین

شرح الوردیوں  
اللسان المفعولة فی عهد رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی  
بعده وذلك كالاستعاذة فی  
الصلاة والبسيلة هذا آخر كلامه  
وردی البیهقی بأسنادہ فی مناقب  
الشافعی عن الشافعی رضی اللہ  
عنه قال المحدثات من الامور  
ضربان احدهما احدث مما یخالف  
کتاباً اوسنة او اثر او اجماعاً  
فهذه البدعة الضلالة والثانية  
ما احدث من الخیر لا خلاف فیہ  
لواحد من العلماء وهذه محدثة  
غیر مذمومة وقد قال عمر رضی  
اللہ عنه فی قیام شهر رمضان  
نعمت البدعة هذه یعنی انها  
محدثة لم تکن واذا کانت لیس  
فیہا رد لها مضی هذا آخر کلام  
الشافعی رضی اللہ تعالیٰ عنه۔

(علامہ ابو ذکریا محی الدین بن شرف نودی

متوفی ۶۷۶ھ، تہذیب الاسماء واللغات، ج ۱ ص

۲۳-۲۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

کرنا (یہ بھی متاخرین کے نزدیک جائز  
ہے۔ سعیدی غفرلہ) بدعات مباح کی  
بعض مثالیں یہ ہیں: صبح اور عصر (کی  
نماز کے) بعد مصافحہ کرنا، کھانے پینے،  
پہننے اور رہائش کے معاملات میں  
وسعت کو اختیار کرنا، سبز چادریں  
اوڑھنا کھلی آستینوں کی قمیص پہننا۔ ان  
امور میں اختلاف ہے بعض علماء نے ان  
امور کو بدعات مکروہ میں داخل کیا ہے  
اور بعض علماء نے ان کو عہد رسالت اور  
عہد صحابہ کی سنتوں میں داخل کیا ہے  
جیسے نماز میں اعوذ باللہ اور بسم اللہ جہراً  
پڑھنے میں سنت ہونے نہ ہونے کا  
اختلاف ہے۔ یہاں تک امام  
عبدالعزیز بن عبدالسلام کا کلام ہے اس  
کے بعد علامہ نودی فرماتے ہیں: امام  
بیہقی نے مناقب شافعی میں اپنی سند  
کے ساتھ امام شافعی رضی اللہ عنہ سے  
روایت کیا ہے کہ بدعات کی دو قسمیں  
ہیں ایک وہ جو کتاب، سنت اثر یا اجماع  
کے خلاف ہو یہ بدعت سیئہ ہے دوسری

قسم وہ نئے کام ہیں جن میں خیر ہو، ان میں کسی عالم کا اختلاف نہیں ہے اور یہ بدعت غیر مذموم ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان میں جماعت قائم کرا کر فرمایا یہ اچھی بدعت ہے، یعنی یہ وہ کام ہے جو پہلے نہیں تھا کیونکہ یہ شریعت کے خلاف نہیں ہے۔ یہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کی مکمل عبادت ہے۔

ملا علی قاری نے بھی شیخ عبدالعزیز بن عبدالسلام کے حوالے سے بدعات کی مذکورہ صدر پانچ اقسام ذکر کی ہیں۔<sup>۱</sup> اسی طرح شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی شیخ عبدالعزیز بن عبدالسلام کے حوالہ سے بدعت کی یہ پانچ اقسام ذکر کی ہیں۔<sup>۲</sup> علامہ شامی نے بھی علامہ نودی کے مذکورہ حوالہ سے یہ پانچ اقسام ذکر کی ہیں۔<sup>۳</sup> اسی طرح علامہ آلوسی نے بھی علامہ نودی کے حوالے سے بدعت کی یہ پانچ اقسام ذکر کی ہیں۔<sup>۴</sup> علامہ ابن حجر مکی نے بھی شیخ عبدالعزیز بن عبدالسلام کے حوالہ سے بدعت کی پانچ اقسام ذکر کی ہیں۔<sup>۵</sup> علامہ دشتانی مالکی نے بھی علامہ نودی کے حوالہ سے بدعت کی مذکورہ پانچ اقسام بیان کی ہیں۔<sup>۶</sup> علامہ سنوسی مالکی نے بھی قاضی عیاض مالکی کے حوالہ سے بدعت کی یہ پانچ اقسام ذکر کی ہیں۔<sup>۷</sup> علامہ جلال الدین سیوطی نے بھی علامہ نودی کے مذکورہ حوالہ سے بدعت کی پانچ اقسام بیان کی ہیں۔<sup>۸</sup> شیخ عثمانی دیوبندی نے بھی علامہ نودی کے حوالہ سے بدعت کی یہ پانچ اقسام ذکر کی ہیں۔<sup>۹</sup>

مشہور غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان بدعت کی اقسام کے بارے میں لکھتے ہیں:

بہر حال باعتبار لغت کے بدعت

اما البدعة اللغویۃ فہی



تنقسم الی مباحة و مکروهة و  
 حسنة و سيئة قال الشيخ ولی  
 الله من اصحابنا من البدعة بدعة  
 حسنة كالاخذ بالنواجذ لمباحث  
 عليه النبی صلی الله علیه وسلم  
 من غیر عزم كالتراویح ومنها  
 مباحة کغادات الناس فی الاكل  
 والشرب واللباس وهی هنیئة  
 قلت تدخل فی البدعات  
 المباحة استعمال الورود والریا  
 حین والازهار للعروس ومن  
 الناس من منع عنها لاجل  
 التشبه بالهنود الکفار قلنا  
 اذالم ینوالتشبه او جری الامر  
 المرسوم بین الکفار فی جماعة  
 المسلمین من غیر نکیر فلا یضر  
 التشبه تکثیر من الاقبیئة والا  
 لبسة التي جائت من قبل  
 الکفار ثم شاعت بین  
 المسلمین وقد لبس النبی صلی  
 الله علیه وسلم جبة رومية  
 ضيقة الکمین وقسم الاقبیة  
 التي جائت من بلاد الکفار علی

کی حسب ذیل اقسام ہیں: بدعت  
 مباحہ، بدعت مکروہہ، بدعت حسنة اور  
 بدعت سیئہ ہمارے اصحاب میں سے شیخ  
 ولی اللہ نے کہا کہ بدعات میں سے  
 بدعت حسنة کو دانتوں سے پکڑ لینا چاہیے  
 کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو  
 واجب کیے بغیر اس پر برا بیچتہ کیا ہے  
 جیسے تراویح، بدعات میں سے ایک قسم  
 بدعت مباحہ ہے جیسے لوگوں کے  
 کھانے پینے اور پہننے کے معمولات  
 ہیں اور یہ آسان ہے۔ میں کہتا ہوں کہ  
 دولہا، دلہن کے لیے کلیوں اور پھولوں کا  
 استعمال (جیسے ہار اور سہرا) بھی بدعات  
 مباحہ میں داخل ہے بعض لوگوں  
 نے ہندوؤں سے مشابہت کے سبب  
 اس سے منع کیا ہے، ہم کہتے ہیں کہ  
 جب کوئی شخص تشبہ کی نیت نہ کرے یا  
 کفار کی کوئی رسم مسلمانوں میں بغیر  
 انکار کے جاری ہو تو اس میں مشابہت  
 سے کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ قباء اور  
 دوسرے لباس کفار کی طرف سے آئے  
 اور مسلمانوں میں رائج ہو گئے اور خود  
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تنگ آستینوں

اصحابہ ومنها ماہی ترك  
المسلون وتحريف المشرع وهي  
الضلالة وقال السيد البدعة  
الضلالة المحرمة هي التي ترفع  
السنة مثلها والتي لا ترفع شيئا  
منها فليست هي من البدعة  
بدهي مباح الاصل۔

(فتح وحيد الزمان متوفى ۱۳۲۸ھ، ہدیت)

المہدی ص ۱۱۷ مطبوعہ میور پریس دہلی ۱۳۲۵ھ)

والا روئی جنبہ پہتا ہے اور کفار کی طرف  
سے جو قبائیں آئی تھیں ان کو صحابہ میں  
تقسیم فرمایا ہے اور بدعات  
میں سے ایک وہ بدعت ہے جس  
سے کوئی سنت متروک ہو اور حکم شرعی  
میں تبدیلی آئے اور یہی بدعت ضلالہ  
(سینہ) ہے۔ نواب صاحب (نواب  
صدیق حسن بھوپالی جو غیر مقلدین  
کے بہت بڑے عالم تھے) نے کہا ہے  
کہ بدعت وہ ہے جس سے اس کے  
بدلہ میں کوئی سنت متروک ہو جائے اور  
جس بدعت سے کسی سنت کا ترک نہ ہو  
وہ بدعت نہیں ہے بلکہ وہ اپنی اصل  
میں مباح ہے۔

مشہور مجددی عالم شیخ کافی فتح الباری سے نقل کر کے اقسام بدعت کے  
بارے میں لکھتے ہیں:

لغت میں بدعت اس کام کو  
کہتے ہیں جس کی پہلے کوئی مثال نہ ہو اور  
اصطلاح شرح میں سنت کے مقابلہ میں  
بدعت کا اطلاق ہوتا ہے اس لیے یہ  
مذموم ہے اور تحقیق یہ ہے کہ بدعت اگر

البدعة اصلها ما أحدث  
على غير مثال سابق وتطلق في  
الشرع على مقابل السنة فتكون  
مذمومة والتحقيق انها ان كانت  
مما يندرج تحت مستحسن في

الشرع فهي حصة وان كانت مما  
يندرج تحت مستقبح في الشرع  
فهي مستقبحة والافهي من  
قسم المباح وقد تنقسم الى  
الاحكام الخمسة.

(شيخ محمد بن علي شوكاني متوفى ۱۲۵۰، نخل

الادوار ج ۳ ص ۲۲۵، مطبوعه مكتبة الكليات

الازهرية مطبوعه جديد ۱۳۹۸ھ)

### بدعات حسنہ اور مصالح مرسلہ

علامہ ابواسحاق شاطبی رحمہ اللہ بدعت کی اقسام کے بارے میں لکھتے ہیں:

هذا الباب يضطر الى

الكلام فيه عند النظر فيما هو

بدعة وما ليس ببدعة فان

كثيراً من الناس عدوا اكثر

المصالح المرسله بدعاً ونسبوا

الى الصحابه والتابعين وجعلوها

حجة فيما ذهبوا اليه من اختراع

العبادات و قوم جعلوا البدع

تنقسم باقسام احكام الشريعة

فقالوا ان منها ما هو واجب و

مندوب و عدوا من الواجب

کسی ایسے اصول کے تحت داخل ہے جو  
شریعت میں مستحسن ہے تو یہ بدعت حسنہ  
ہے اور اگر ایسے اصول کے تحت داخل  
ہے جو شریعت میں قبیح ہے۔ تو یہ بدعت  
سیئہ ہے ورنہ بدعت مباحہ ہے اور  
بلاشبہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں۔

اس بات میں یہ بحث کرنا

ضروری ہے کہ کیا چیز بدعت ہے اور کیا

چیز بدعت نہیں ہے کیونکہ زیادہ تر لوگوں

نے بہت سی مصالح مرسلہ کو بدعت قرار

دیا ہے اور ان بدعات کو صحابہ کرام اور

تابعین عظام کی طرف منسوب کی ہے

اور ان سے اپنی من گھٹ عبادات پر

استدلال کیا ہے۔ اور ایک قوم نے

بدعات کی احکام شریعہ کے مطابق تقسیم

کی ہے اور انہوں نے کہا کہ بعض

بدعات واجب ہیں اور بعض مستحب

حدیث 5: کامل دین

كتب المصحف وغيره ومن  
المندوب الاجتماع في قيام  
رمضان على قارئ واحد وايضا  
فان المصالح المرسله يوجع  
معناها الى اعتبار المناسب  
الذي لا يشهد له اصل معين  
فليس له على هذا شاهد شرعي على  
الخصوص ولا كونه قياسا بحيث  
اذا عرض على العقول تلقته  
بالقبول وهذا بعينه موجود في  
البدع المستحسنة فانها راجعة  
الى امور في الدين مصلحية في زعم  
واضعيها في الشرع على الخصوص  
واذا ثبت هذا فان كان اعتبار  
المصالح المرسله حقا فاعتبار  
البدع المستحسنة حق لانها  
يميزان من واحد واحد وان لم يكن  
اعتبار البدع حقا لم يصح اعتبار  
المصالح المرسله.

ہیں۔ انہوں نے بدعات واجبہ میں  
قرآن کریم کی کتابت کو شمار کیا ہے اور  
بدعات مستحبہ میں ایک امام کے ساتھ  
تراویح کے اجتماع کو شامل کی ہے۔  
مصالح مرسلہ کا رجوع اس اعتبار  
مناسب کی طرف ہوتا ہے جس پر کوئی  
اصل معین شاہد نہیں ہوتی اس لحاظ  
سے اس پر کوئی دلیل شرعی بالخصوص نہیں  
ہوتی اور نہ وہ کسی ایسے قیاس سے ثابت  
ہے کہ جب اسے عقل پر پیش کی جائے  
تو وہ اسے قبول کر لے اور یہ چیز بعینہ  
بدعات حسنہ میں بھی پائی جاتی  
ہے کیونکہ بدعات حسنہ کے ایجاد کرنے  
والوں کے نزدیک ان کی بنیاد دین اور  
بالخصوص شریعت کی کسی مصلحت پر ہوتی  
ہے اور جب یہ بات ثابت ہوگئی تو  
مصالح مرسلہ اور بدعات حسنہ دونوں کا  
مال ایک ہے اور دونوں برحق ہیں اور  
اگر بدعات حسنہ کا اعتبار صحیح نہ ہو تو صالحہ  
مرسلہ کا اعتبار بھی صحیح نہیں ہوگا۔

(علامہ ابواسحاق ابراہیم بن ہبوی شافعی متوفی ۷۹۰ھ، الاعتصام ج ۲ ص ۱۱۱، مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت)

شیخ عبدالعزیز بن عبدالسلام رحمہ اللہ اور ان کی اتباع میں علامہ نووی و دیگر اکابر علمائے جن امور کو بدعت حسنیق قرار دیا ہے علامہ شاطبی رحمہ اللہ انہی امور کو مصالح مرسلہ قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ دونوں کا مآل ایک ہے کیونکہ بدعات حسنہ اور مصالح مرسلہ دونوں کی علت ایک ہے اور وہ شریعت اور دین کی ایسی مصلحت ہے جس کی وجہ سے شریعت کا تحفظ ہو سکے یا اس پر عمل آسان ہو تا کہ عام مسلمانوں کے لیے شریعت پر عمل کرنا دشوار نہ ہو اور جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ بدعت کی یہ اقسام مجتہدین کے دائرہ کار میں داخل ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو پہلے قرآن کریم کو ایک مصحف میں جمع کیا اور پھر صرف لغت قریش کو باقی رکھا اور باقی تمام لغات میں لکھے ہوئے مصاحف کو جلا دیا، ان کا یہ اقدام محض شریعت کے تحفظ کی وجہ سے تھا۔  
علامہ شاطبی لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ قرآن کریم کو ایک مصحف میں جمع کرنے پر متفق ہو گئے حالانکہ قرآن کریم کو جمع کرنے اور لکھنے کے بارے میں ان کے پاس کوئی صریح حکم نہیں تھا حتیٰ کہ جب انہوں نے (لعنت قریش پر) صحائف لکھ لیے تو حضرت عثمان نے تمام شہروں میں ان مصاحف کو بھیجا اور یہ حکم دیا کہ اس لغت کے سوا باقی تمام لغات پر لکھے ہوئے مصاحف

ان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتفقوا علی جمع المصحف ولیس ثمنص علی جمعه وکتبه ایضا الی قوله: حتی اذا نسخوا الصحف فی المصاحف بعث عثمان فی کل افق بمصحف من تلك المصاحف التي نسخوها ثم امر بما سوی ذلك من القراءة فی کل صحیفة او مصحف ان یحرق ولم یرد نص عن النبو صلی اللہ

عليه وسلم بما صنعوا من ذلك  
ولكنهم وأوة مصلحة تناسب  
تصرفات الشرع قطعاً فان ذلك  
راجع الى حفظ الشريعة والامر  
بمحافظة معلوم والى منع الذريعة  
للاختلاف في اصلها الذي هو  
القرآن وقد علم النہی عن  
الاختلاف في ذلك بما لا مزيد  
عليه. واذا استقام هذا الاصل  
فاجل عليه كتب العلم من  
السنن وغيرها إذا خيف عليها  
الانحداس زيادة على ما جاء في  
الحديث من الامر بكتب العلم.

(علامہ ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ شاطبی

غریابی متوفی ۷۹۰ھ، الاعتصام ج ۲ ص ۱۱۷-۱۱۵

ملخصاً مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

کو جلا دیا جائے، حالانکہ اس معاملہ  
میں ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم کا کوئی حکم نہیں تھا لیکن انہوں نے  
اس اقدام میں ایسی مصلحت دیکھی جو  
تصرفات شرعیہ کے بالکل مناسب تھی  
کیونکہ قرآن کریم کو مصحف واحد میں جمع  
کرنا شریعت کے تحفظ کی خاطر تھا اور یہ  
بات مسلم اور طے شدہ ہے کہ ہمیں  
شریعت کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے اور  
ایک لغت پر قرآن کریم کو جمع کرنا اس  
لیے تھا کہ مسلمان ایک دوسرے کی  
قرأت کی تکذیب نہ کریں اور ان میں  
اختلاف نہ پیدا ہو اور یہ بات بھی مسلم  
ہے کہ ہمیں اختلاف سے منع کیا گیا ہے  
اور جب یہ قاعدہ معلوم ہو گیا تو جان لو  
کہ احادیث اور کتب فقہ کو مدون کرنا  
بھی اسی وجہ سے ہے کہ شریعت  
محفوظ رہے۔ علاوہ ازیں احادیث  
میں علم کی باتوں کو لکھنے کا بھی حکم ثابت  
ہے۔



## بدعت حسنہ کی وجہ اخترا اور بدعت سیئہ کا مصداق

علامہ شاطبی کی اس عبارت سے یہ بات آفتاب سے زیادہ روشن ہو گئی کہ صرف ضرورت شرعیہ اور دینی مصلحت کی بنا پر بدعات حسنہ کا ارتکاب جائز بلکہ مستحسن اور بعض صورتوں میں واجب ہے اور اگر کوئی شخص بغیر کسی ضرورت شرعیہ اور دینی مصلحت کے خود ساختہ اور من گھڑت عبادات کے ارتکاب کے لیے بدعات حسنہ کا سہارا لیتا ہے تو یہ صحیح نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر واضح نکیر فرمائی ہے۔

بہر حال شریعت میں اس امر کے

خلاف دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے ان صحابہ پر رد فرمایا جن

میں سے ایک نے کہا تھا میں تمام رات

قیام کروں گا اور نیند نہیں کروں گا اور

دوسرے نے کہا تھا میں عورتوں سے

شادی نہیں کروں گا الحدیث

(تیسرے صحابی نے کہا تھا کہ میں تمام

عمر روزے رکھوں گا۔ سعیدی) رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا رد کر کے

فرمایا ”جس شخص نے میری سنت

سے اعراض کیا وہ میرا پیروکار نہیں

ہے۔“ اور آپ کے اس فرمان میں ان

کے اس نظریے کا بہت شدید رد ہے۔

حالانکہ ان لوگوں نے ایک مستحب فعل

اما الشئ ففیہ ما یدل علی

خلاف ذلك لان رسول الله صلی

الله علیہ وسلم رد علی من قال:

اما انا فاقوم الليل ولا انام،

وقال الآخر: اما انا فلا انکح

النساء الی آخر ما قالوا، فرد

عليهم ذلك صلی الله علیہ وسلم

وقال:

من رغب عن سنتی فلیس

منی۔“

وهذه العیارة اشد شئی فی

الانکار ولم یکن ما التزموا

الافعل مندوب او ترك مندوب

الی فعل مندوب آخر و كذلك

ما فی الحدیث انه علیہ السلام

رأى رجلا قائما في الشمس فقال  
سأهال هذا - قيل لذر ان لا  
يستظل ولا يتكلم ولا يجلس  
ويصوم فقال رسول الله صلى الله  
عليه وسلم مرة فليجلس  
وليتكلم وليستظل وليتم  
صومه - قال مالك امرأة ان يتم  
ما كان لله عليه فيه طاعة، ويترك  
ما كان عليه فيه معصية ويعضد  
هذا الذي قاله مالك في البخاري  
عن قيس بن ابي حازم، قال  
دخل على امرأة من قيس يقال  
لها زينب فراها لا تتكلم، فقال  
"مالها - فقال حجة مصيبة قال  
لها: "تكلبي" فان هذا لا يحمل هذا  
من عمل الجاهلية فتكلمت  
الحديث... الخ

(علامہ ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ شافعی

متوفی ۷۹۰ھ، الاعتصام ج ۲ ص ۵۲-۵۱، مطبوعہ

دارالکتب العلمیہ بیروت)

کی طرف منتقل ہونے کا التزام کیا تھا!  
اسی طرح حدیث شریف میں ہے کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک  
شخص کو دھوپ میں کھڑے دیکھا تو  
فرمایا یہ کیوں کھڑا ہے؟ بتایا گیا کہ اس  
نے نذر مانی ہے کہ سایہ میں رہے گا نہ  
کسی سے بات کرے گا نہ بیٹھے گا اور  
روزے رکھے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم نے فرمایا کہ اس سے کہو کہ بیٹھے،  
بات کرے، سایہ میں رہے اور اپنے  
روزے پورے کرے۔ امام مالک نے  
فرمایا کہ اس کی نذر میں جو عبادت کا  
پہلو تھا اس کو پورا کرنے کا حکم دیا اور  
جس میں معصیت تھی اس کے ترک کا  
حکم دیا۔ امام مالک کے اس قول کی  
بخاری کی اس روایت سے تقویت ہوتی  
ہے:

قیس بن ابی حازم بیان کرتے ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ قیس کی  
ایک عورت کے پاس گئے جن کا نام  
زینب تھا آپ نے دیکھا کہ وہ بات

نہیں کرتی تھی۔ آپ نے فرمایا یہ بات  
کیوں نہیں کرتی آپ کو بتایا گیا کہ اس  
نے چپ کا حج کیا ہے، آپ نے اس  
سے فرمایا بات کرے، یہ جائز نہیں ہے،  
یہ زمانہ جاہلیت کے اعمال سے ہے پھر  
وہ عورت بات کرنے لگی۔

علامہ شاطبی نے جو احادیث بیان کی ہیں ان میں بعض وہ چیزیں ہیں جن میں  
عبث، لایعنی اور افعال جاہلیت کو بطور عبادت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ایسے افعال کو  
بطور عبادت کرنا حرام ہے اور بعض وہ چیزیں ہیں جن میں امور مستحبہ کو دوام اور التزام  
کے ساتھ بطور عبادت کرنے سے منع فرمایا ہے اور اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر وہ یہ  
التزام فرض سمجھ کر کرتا ہے تو یہ افعال حرام ہیں اور صرف دوام کے ساتھ مکروہ تنزیہی  
ہیں جیسا کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔

مذکور الصدر دلائل کے پیش نظر عبادات میں یہ امر ملحوظ رکھنا چاہیے کہ جو عبادت  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جماعت صحابہ سے جس طرح منقول ہے اس عبادت کو  
اسی طرح ادا کیا جائے اور اس میں اپنی طرف سے کسی سابقہ لاحقہ کا اضافہ نہ کیا جائے  
اور کسی امر مستحب کو دوام اور التزام کے ساتھ نہ کیا جائے اور نہ انفرادی نقلی عبادات کو  
اجتماعی شائر کا درجہ دیا جائے۔ علامہ شاطبی لکھتے ہیں:

اسی وجہ سے حضرت حذیفہ رضی

اللہ علیہ عنہ نے فرمایا ”ہر وہ عبادت جو  
اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
نہیں کی اس عبادت کو مت کرو، کیونکہ

ومن اجل ذلك قال حذيفة

رضی اللہ عنہ: ”کل عبادۃ لم  
یتعبدھا اصحاب رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم فلا تعبدوها

فان الاول لم يدع للاخر مقالا  
فاتقوا الله يا معشر القراء وخذوا  
بطريق من كان قبلكم ونحوه  
لاين مسعود ايضا وقد تقدم من  
ذلك كثير.

(علامہ ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ شاطبی

متوفی ۷۹۰ھ الاعتصام ج ۲ ص ۱۳۲، مطبوعہ

دارالکتب العلمیہ بیروت)

پہلے لوگوں نے بعد کے لوگوں کے لیے  
کوئی گنجائش نہیں چھوڑی ہے۔ اسے  
قرآن پڑھنے والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو  
اور صحابہ کے طریقہ پر عمل کرو۔“  
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

سے بھی ایسا ہی قول منقول ہے اور اس  
سے پہلے کافی دلائل گزر چکے ہیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے اس فرمان میں غور و فکر کی ضرورت ہے۔ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احایث اور ارشادات صحابہ سے جو بات صاف اور واضح طور پر  
سمجھ میں آتی ہے وہ یہی ہے کہ عبادت کا صحیح طریقہ وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم نے بتلایا اور جس پر جماعت صحابہ گامزن رہی۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کو ہمارے لیے نمونہ بنا کر بھیجا ہے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ  
(احزاب: ۲۱) ”ہر گاہ تمہارے لیے رسول اللہ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے۔“ اور  
یہ بات معروف ہے کہ جب کوئی شخص کسی سے کوئی چیز بنوانے کے لیے نمونہ پیش کرتا  
ہے تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ بنانے والا اس نمونہ کے مطابق چیز بنائے اگر  
بنانے والے کی چیز اس نمونہ کے مطابق ہو تو وہ چیز مقبول ہوتی ہے ورنہ اس کے مزدور  
ہونے کا خطرہ ہے:

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ

فهي عامة في كل انعاله صلى

آپ کے تمام افعال کو شامل ہے سو ان

الله عليه وسلم اذا لم يعلم انها

من خصوصیاتہ کنکاح مافوق  
 اربع نسوة اخرج ابن ماجہ وابن  
 ابی حاتم عن حفص بن عاصم  
 قال: قلت لعبد اللہ بن عمر رضی  
 اللہ عنہما رایتک فی السفر لا  
 تصلی قبل الصلوۃ ولا بعدها  
 فقال یا ابن اخی صحبت رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کذا وکذا  
 فلم ارة یصلی قبل الصلوۃ ولا  
 بعدها ویقول اللہ تعالیٰ: لقد کان  
 لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ۔

(علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۲ھ)

روح المعانی ج ۲۱ ص ۱۶۷، مطبوعہ دار احیاء  
 التراث العربی بیروت)

انفال کے جو آپ کی خصوصیت ہیں  
 جیسے بیک وقت چار عورتوں سے زیادہ  
 نکاح میں رکھنا۔ ابن ماجہ اور ابن ابی  
 حاتم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا  
 ہے کہ حفص بن عاصم نے حضرت  
 عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا:  
 ”میں نے دیکھا ہے کہ آپ سفر  
 میں فرض سے پہلے نماز پڑھتے ہیں نہ  
 بعد۔“ آپ نے فرمایا: ”اے میرے  
 بھتیجے! میں اتنا عرصہ رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا ہوں  
 میں نے آپ کو فرض سے پہلے کوئی نماز  
 نہ پڑھتے دیکھا اور نہ بعد میں اور اللہ  
 تعالیٰ فرماتا ہے: ”ہر گاہ تمہارے  
 لیے رسول اللہ کی ذات میں بہترین  
 نمونہ ہے۔“

علامہ آلوسی نے اس آیت کی تفسیر میں امام ابن ماجہ اور امام ابن ابی حاتم کے  
 حوالہ سے جو حدیث نقل کی ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما  
 کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح اتباع اور آپ کی عبادات کے نمونہ  
 ہونے کا تقاضا یہی تھا کہ آپ کے فعل پر کسی سابقہ اور لاحقہ کا اضافہ نہ کیا جائے اس  
 وجہ سے آپ سفر میں فرض سے پہلے سنتیں پڑھتے تھے نہ فرض کے بعد، حالانکہ فی نفسہ

سنن اور نوافل پڑھنا اچھا کام ہے اور قرآن اور حدیث میں نقلی نمازوں کا ثبوت بھی ہے لیکن چونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک سفر کے موقعہ پر آپ کا سنن اور نوافل پڑھنا ثابت نہیں تھا۔ اس لیے انہوں نے سفری میں سنتیں نہیں پڑھیں اور سنتیں پڑھنے کو انہوں نے آپ کے نمونہ کے خلاف سمجھا۔ اس لیے بے خطر اور سلامتی کا طریقہ یہی ہے کہ سنت رسول اور طریق صحابہ کو دانتوں سے پکڑ لیا جائی اور اس میں سرمو کی بیشی نہ کی جائے۔ اعلیٰ حضرت سے سوال کیا گیا کہ کیا کفن مسنون سے کچھ زیادہ چیزیں کفن میں رکھنا جائز ہیں اس کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا:

”مرد کے لیے کفن کے تین کپڑے اور عورت کے لیے پانچ ان کے سوا کفن میں کوئی اور تہبند یا رومال دینا بدعت و ممنوع ہے۔ سرمہ کنگھی اگر فقیر کو بطور صدقہ دیں تو حرج نہیں اور کفن میں رکھنا حرام ہے۔“ (اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۲۱۳، مطبوعہ سنی دارالاشاعت فیصل آباد، طبع دوم ۱۳۹۲ھ)

اس عبارت سے آفتاب سے زیادہ روشن طریقہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن امور کو منضبط کر دیا ہے ان میں کسی قسم کی زیادتی اور سابقہ و لاحقہ کا اضافہ کرنا ناجائز اور بدعت ہے۔

### ایک شبہ کا ازالہ

بعض لوگ آپ کی بتائی ہوئی اور مقرر شدہ عبادات پر سابقہ یا لاحقہ کا اضافہ فرض اور واجب سمجھ کر نہیں کرتے اور یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم یہ اضافہ آپ کی محبت میں کر رہے ہیں اور اس کو فرض نہیں سمجھتے اور اس خیال سے اس عمل کو دائما کرتے ہیں لیکن یہ طریقہ بھی صحیح نہیں ہے حدیث شریف میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

عن ابن عباس قال بعث

بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

النبي صلى الله عليه وسلم



عبداللہ بن رواحہ فی سریۃ  
فوافق ذلک یوم الجمعة فغدا  
اصحابہ فقال الخلف فاصلی مع  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
ثم الحقہم فلما صلی مع النبی  
صلی اللہ علیہ وسلم راکا فقال لہ  
ما منعک ان تغدوا مع اصحابک  
فقال اردت ان اصلی معک ثم  
الحقہم فقال لو انفقت ما فی  
الارض ما ادرکت فضل  
عندوتہم۔

(امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی

۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۱۰۲، مطبوعہ نور محمد اصح

المطابع کراچی۔)

نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ  
عنہ کو ایک لشکر میں بھیجا اور وہ دن جمعہ کا  
تھا حضرت عبداللہ بن رواحہ کے ساتھی  
علی الصباح چلے گئے۔ حضرت عبداللہ  
بن رواحہ نے سوچا کہ میں رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ پڑھ کر  
بعد میں چلا جاؤں گا اور پھر اپنے  
ساتھیوں سے جا ملوں گا۔ جب انہوں  
نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز  
پڑھی تو آپ نے ان کو دیکھ کر فرمایا تم  
اپنے ساتھیوں کے ساتھ صبح  
کیوں نہیں گئے؟ انہوں نے کہا میں  
نے چاہا کہ آپ کے ساتھ نماز پڑھ کر  
پھر انہیں جا ملوں۔ آپ نے فرمایا اگر تم  
تمام روئے زمین کو بھی خرچ کر دو پھر بھی  
ان کے علی الصباح جانے کا ثواب نہیں  
پاسکتے!

دیکھئے جمعہ پڑھنے کا قرآن اور حدیث میں حکم موجود ہے اور رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز جمعہ پڑھنا عظیم ترین فضیلت ہے اور حضرت عبداللہ بن  
رواحہ رضی اللہ عنہ نے لشکر میں ساتھیوں کے ساتھ صبح کے وقت جانے پر جمعہ پڑھنے کا  
فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ہی کیا تھا اس کے باوجود رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس عمل کو ناپسند فرمایا اور انہیں اپنے ساتھیوں کے اجر سے محروم ہونے کی خبر دی۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ نے صرف ایک بار آپ کے بتائے ہوئے طریقہ پر یہ اضافہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمل کو ناپسند فرمایا، سوچئے اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقرر کردہ عبادات پر سابقہ یا لاحقہ کے اضافوں کو دامنہ اور شب و روز کا معمول بنالیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناپسندیدگی کا کیا عالم ہوگا!!

### قرون ثلاثہ پر سنت و بدعت کا مدار

شیخ خلیل احمد انبیٹھوی لکھتے ہیں:

جوشی بوجود شرعی قرون ثلاثہ میں موجود ہو وہ سنت ہے اور جو بوجود شرعی نہ موجود ہو وہ بدعت ہے۔ اب سنو کہ بوجود شرعی اصطلاح فقہ میں اس کو کہتے ہیں کہ بدون شارع کے بتلانے کے اور فرمانے کے معلوم نہ ہو سکے اور حس اور عقل کو اس میں دخل نہ ہو پس اس شئی کا وجود شارع کے ارشاد پر موقوف ہو خواہ صراحۃً ارشاد ہو یا اشارۃً دلالتہً پس جب کسی نوع ارشاد سے حکم جواز کا ہو گیا تو وہ شئی بوجود شرعی میں آگئی، اگرچہ اس کی جنس بھی خارج میں نہ آئی ہو اور معلوم رہے کہ سب احکام شرعیہ موجود بوجود شرعیہ ہی ہیں کیونکہ حکم حلت اور حرمت کا بدون شارع کے ارشاد کے معلوم نہیں ہو سکتا پس جس کے جواز کا حکم کلیۃً ہو گیا وہ بجمیع جزئیات شرع میں موجود ہو گیا اور جس کے عدم جواز کا حکم ہو گیا تو شرع میں اس کا عدم ثابت ہو گیا اور وجود اس کا مرتفع ہو گیا، پس یہ حاصل ہوا کہ جس کے جواز کی دلیل قرون ثلاثہ میں ہو خواہ وہ جزئیہ بوجود خارجی ان قرون میں ہو یا نہ ہو اور خواہ اس کی جنس کا وجود خارج ہو یا نہ ہو وہ سب سنت ہے اور وہ بوجود شرعی ان قرون میں موجود رہے اور جس کے جواز کی دلیل نہیں تو

خواہ وہ ان قرون میں بوجود خارجی ہوا ہو یا نہ ہوا وہ سب بدعت ضلالہ ہے اور یہ بھی سنو کہ اس زمانہ کا شیوع بلا تکیر دلیل جواز کے ہے اور تکیر ہونا اس پر دلیل عدم جواز کی ہے، علی ہذا اس کی جنس پ تکیر ہونا دلیل اس کے عدم جواز کی اور قبول کرنا جنس کا دلیل اس کے جواز کی ہوتی ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ حکم کا اثبات قرآن و حدیث ہی سے ہوتا ہے اور قیاس مظہر حکم کا ہے مثبت کا حکم نہیں ہوتا پس جو قیاس سے ثابت ہوتا ہے وہ بھی کتاب و سنت ہی سے ثابت ہوتا ہے اس قاعدہ کو خوب غور کرنا اور سمجھ لینا ضرور ہے۔ مؤلف اور اس کے اشیاع نے اس کی ہوا بھی نہیں سونگھی۔ اس عاجز ف کو اپنے اساتذہ جہابذہ کی توجہ سے حاصل ہوا ہے اس جوہر کو اس کتاب میں ضرورتاً لکھتا ہوں۔ (شیخ خلیل احمد ایٹھوی متوفی ۱۳۴۶ھ، براہین قاطعہ ص ۲۹-۲۸ مطبوعہ مطبع بلائی دھور بند)

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ جس کے جواز کی دلیل قرون ثلاثہ (عہد رسالت، صحابہ و تابعین) میں ہو وہ سنت ہے اور جس چیز کے جواز کی دلیل قرون ثلاثہ میں نہیں ہے وہ بدعت ضلالہ ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اس قاعدے پر تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اب قرون ثلاثہ کی وہ ہٹ نئے طائفہ کی پرانی رٹ جسے یہاں بھی نباہ رہی ہو مہمل رہ گئی لفظ کا سوار پکڑا کیجئے معنی کی نیا اس پار بہ گئی جب ان میں وجود سے سود نہ عدم سے زیادہ پھر ان کا قدم کیا درمیان خود کہتے ہو کہ وجود خارجی کا اعتبار نہیں اور وجود شرعی بے ارشاد شارع محال تو کیا صحابہ و تابعین پر کوئی نئی شریعت اترے گی کہ ان کے قرون میں وجود نو کا خیال، ارشاد شارع سے جس کا جواز مستفاد وہ ہر قرن میں بوجود شرعی موجود اور جس کے منع مقتضائے ارشاد وہ ہر قرن میں شرع مظہر سے معدوم و مفقود پھر قرن دو قرن سے کیا کام رہا محض ارشاد اقدس میں کلام رہا یعنی فعل کبھی حادث ہوا ہو قواعد شرعیہ پر عرض کریں گے اباحت سے وجوب یا ترک اولیٰ سے

حرمت تک جس اصل میں داخل ہو وہی فرض کریں گے یہی خاص مذہب مہذب  
 ارباب حق ہے، صاف نہ کہہ دو شرم نہ اپنے کو اگلی رٹ کا ناحق سبق ہے تم سمجھنا کہ اب تو  
 جو کہنی تھی کہہ گئے ہم جانیں گے تم جنم کے ایسے ہی تھے، چلو نہ ہم سمجھے نہ تم  
 آئے کہیں سے، پسینہ پوچھے اپنی جبیں اپنی جبیں سے طرفہ تریہ کہ جس کا جواز دلیل  
 شرعی میں موجود وہ سب سنت جس کا معدوم وہ سب بدعت ضلالت اب تیسری شق کی  
 کوئی صورت تمام افعال انہیں دو حکموں میں محصور ہو گئے خصوصاً اباحت و استحباب و  
 کراہت تنزیہ تین حکم شرعی تو کا فور ہو گئے اساتذہ جہابذہ نے سمجھائی تو اچھی کہ دونی  
 اُلجھ گئی سلجھائی کچھی اس ہستی پر تاز و غرور کہ لوگ تو اس کی ہوا سے دور حضرت یہ اپنی  
 ہوا خود آپ ہی سونگھیں اہل حق کو معاف ہی رکھیں اچھی تلیم بھلے تلامذہ زہے تلقین۔

(اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ۔ فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۳۵۸، ۳۵۹، مطبوعہ سنی

دارالاشاعت فیصل آباد ۱۴۰۰ھ)

اعلیٰ حضرت کی اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ اولاً تو کسی چیز کے سنت اور بدعت  
 ہونے کا مدار قرونِ ثلاثہ پر نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات پر ہے جس کام  
 کی اصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو وہ سنت کے مطابق ہے خواہ کسی دور  
 میں ہو اور جس کی اصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہو وہ خواہ کسی دور میں  
 ہو سنت نہیں ہوگا ثانیاً یہ کہنا بھی غلط ہے کہ جو کام سنت نہ ہو وہ بدعت ضلالہ ہے کیونکہ  
 جو کام سنت نہ ہو وہ مستحب، مباح اور مکروہ تنزیہی بھی ہو سکتا ہے۔ بدعت ضلالہ  
 کا مرتبہ مکروہ تنزیہی کے بعد ہے اس لیے احکام کا سنت اور بدعت ضلالہ میں حصر کرنا  
 باطل ہے۔ نقلی عبادات کے ضمن میں ہم نے جو بدعت کی بحث شروع کی تھی اس کو  
 یہاں ختم کرتے ہیں۔ وآخر دعوانا الحمد لله رب العلمین والصلوة  
 والسلام علی سید المرسلین۔

## الحدیث السادس شبہات سے پرہیز

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الثُّعْبَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ الْخَلَالَ بَيِّنٌ وَإِنَّ الْحَرَامَ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا أُمُورٌ مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ، فَمَنْ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ فَقَدْ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ، وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ كَالرَّاعِي يَزْعَى حَوْلَ الْحِمَى يُوشِكُ أَنْ يَقَعَ فِيهِ، أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى. أَلَا وَإِنَّ حِمَى اللَّهِ مُحَارِمُهُ، أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ.

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب فضل من استبرأ لدينه، ر: 52، 1/33) (صحیح مسلم، کتاب

المساقاة، باب أخذ الخلال وترك الشبهات، ر: 1599، ص 862)

روایت ہے حضرت نعمان ابن بشیر سے <sup>۱</sup> فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے اور ان کے درمیان کچھ شبہ کی چیزیں ہیں جنہیں بہت لوگ نہیں جانتے <sup>۲</sup> تو جو شبہات سے بچے گا وہ اپنا دین اور اپنی آبرو بچالے گا اور جو شبہات میں پڑے گا وہ حرام میں واقع ہو جائے گا <sup>۳</sup> جیسے جو چرواہا شاہی چراگاہ کے آس پاس چرائے تو قریب ہے کہ اس میں جانور چر لیں <sup>۴</sup> آگاہ رہو کہ ہر بادشاہ کی چراگاہ ہوتی ہے اور اللہ کی مقرر کردہ

چراگاہ اس کے محرمات ہیں، آگاہ رہو کہ جسم میں ایک پارہ گوشت ہے جب وہ ٹھیک ہو جائے تو سارا جسم ٹھیک ہو جاتا ہے اور جب وہ بگڑ جائے تو تمام جسم بگڑ جاتا ہے، خبردار وہ دل ہے۔ (مسلم، بخاری)

### حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں

کہ

۱۔ بشیر بروزن زبیر ہے، آپ بہت خورد سال صحابی ہیں، ہجرت سے چودہ ماہ بعد پیدا ہوئے، آپ انصار میں پہلے بچے ہیں جو پیدا ہوئے جیسے مہاجرین میں اول حضرت عبداللہ ابن زبیر پہلے بچے ہیں، حضور کی وفات کے وقت آٹھ سال سات ماہ کے تھے، کوفہ میں قیام رہا، امیر معاویہ کی طرف سے عراق کے حاکم تھے، جب حضرت امام حسین نے مسلم ابن عقیل کو کوفہ بھیجا تو آپ اس وقت یزید ابن معاویہ کی طرف سے کوفہ کے حاکم تھے، آپ نے حضرت مسلم سے کوئی تعرض نہ کیا اس لیے یزید نے آپ کو معزول کر دیا اور عبید اللہ ابن زیاد کو مقرر کیا، جب سر مبارک امام حسین کو کوفہ سے شام بھیجا گیا اس وقت اہل بیت پر یہ ہی نعمان مقرر تھے، آپ نے راہ میں اہل بیت کی بہت خدمات انجام دیں اور اہل بیت اطہار نے آپ کو بہت دعائیں دیں، رضی اللہ عنہ۔ (اشعہ)

۲۔ یہ حدیث اصل اصول دین ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ چیزیں تین قسم کی ہیں: بالکل حلال جن کی حلت منصوص ہے، بالکل حرام جن کی حرمت منصوص ہے جیسے محرمات و فواحش اور مشتبہات جن میں حلت و حرمت کے دلائل متعارض ہیں یا حلت و حرمت کی دلیل نہیں، اصل حلال پر عمل کرو، اصل حرام سے ضرور بچو اور مشتبہات سے احتیاطاً پرہیز کرو کہ شاید حرام ہوں مگر جن میں حلت کی اصل موجود ہو وہ مشتبہ



نہیں، انہیں حرام سمجھنا محض باطل وہم ہے لہذا یہ نہیں کہہ سکتے کہ چونکہ میلاد شریف عرس بزرگان دین کو بعض علماء حرام بھی کہتے ہیں لہذا یہ شبہات سے ہے۔

(ازمرقات)

۴۔ یعنی جو شخص شبہات سے پرہیز نہ کریگا وہ آخر کار محرمات میں بھی پھنس جائیگا اس لئے شبہات سے بچو۔

۵۔ شاہی چراگاہ میں جانور چرانا سخت جرم ہوتا ہے ہوشیار چرواہے شاہی چراگاہ سے دور ہی رہتے ہیں تاکہ کوئی جانور بے قابو ہو کر اس چراگاہ میں نہ گھس جائے اور ہم مجرم ہو جائیں مگر بے احتیاط چرواہے وہاں قریب پہنچ جاتے ہیں اور آخر کار ان کا جانور وہاں گھس جاتا ہے اور یہ مجرم ہو کر پکڑے جاتے ہیں، ایسے ہی شبہات میں واقع ہونے والا کبھی حرام میں بھی گرفتار ہو جائے گا تم چرواہے ہو، نفس بے سمجھ جانور، محرمات شرعیہ شاہی چراگاہ ہے، شبہات اس چراگاہ کے متصل زمین۔

۶۔ یعنی دل بادشاہ ہے جسم اس کی رعایا جیسے بادشاہ کے درست ہو جانے سے تمام ملک ٹھیک ہو جاتا ہے ایسے ہی دل سنبھل جانے سے تمام جسم ٹھیک ہو جاتا ہے، دل ارادہ کرتا ہے جسم اس پر عمل کی کوشش کہ دل میں برے ارادے نہ پیدا ہوں اس لیے صوفیاء کرام دل کی اصلاح پر بہت زور دیتے ہیں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ دل کو اپنی منزلوں میں رکھو، اس کی منزل فرض، واجب، سنت، مستحب، آداب مباح ہیں ان حدود میں رہا تو خیر ہے اگلی منزلیں خطرناک ہیں ادھر نہ جانے دو، اگلی منزلیں مکروہ تنزیہی، مکروہ تحریمی، حرام و کفر ہیں، مکروہ تنزیہی سے بچاؤ تاکہ آگے بڑھنے کی ہمت نہ کرے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۲ ص ۲۳۱)

دل کے لشکر

حضرت سیدنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی کی اسی مشہور زمانہ تصنیف لباب

الاحیاء صفحہ ۱۹۸ میں فرماتے ہیں

نبی مکرّم، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان نصیحت نشان بھی دلالت کرتا ہے: ”بے شک انسانی بدن میں ایک لوتھڑا (یعنی گوشت کا ٹکڑا) ہے، اگر وہ درست ہو جائے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے، سن لو! وہ دل ہے۔“ (صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب فضل من استبرأ لدینہ، الحدیث ۵۲، ص ۶) (مسند ابی

داؤد الطیلسی، الجزء الثالث، النعمان بن بشیر، الحدیث ۷۸۸، ص ۱۰۶-۱۰۷)

دل کو بادشاہ اور مخدوم ہونا چاہیے، نفس اور تمام اعضاء کو اس کے اُدا مروا ہی کا تابع ہونا چاہیے، لیکن اگر تمام اعضاء دل کے مطیع نہ ہوں اور ان پر شہوت غالب ہو تو امیر (یعنی دل) مامور بن جاتا ہے اور معاملہ اُلٹ ہو جاتا ہے اور بادشاہ (یعنی دل) کسی کتے یا دشمن کے قبضہ میں قید شخص کی طرح ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جب آدمی حرص یا شہوت کی پیروی کرتا ہے تو حالت نیند یا بیداری میں گویا اپنے آپ کو خنزیر یا گدھے کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے دیکھتا ہے اور یہی جعلی صوفیاء کی حالت ہے اور اگر وہ غصہ کی پیروی کرتا ہے تو گویا اپنے آپ کو کتے کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے دیکھتا ہے۔ درحقیقت گدھے کی پیروی شہوت کی پیروی ہے اور خنزیر کی اطاعت حرص کی پیروی ہے اور جب آدمی اس حالت (یعنی خواہش و حرص کی پیروی) میں ہوتا ہے تو وہ اپنے اوپر مسلط شیطان کا پیروکار بن جاتا ہے پس جب خواہشات کا تسلط ان صفات کے ساتھ جو شیطان کے لشکر ہیں، دل پر طویل ہو جاتا ہے تو اس لشکر کو شکست دینے کے لئے دل کی مدد نہیں کی جاتی اور دل عرصہ دراز تک مغلوب رہتا ہے اور وہ اس لطیفہ کی خاصیت کو ضائع کرنے کا سبب بن جاتا ہے۔ احادیث میں دل کی سیاہی سے یہی مراد ہے۔ اللہ عزّ و جلّ کے ان فرامین:

(۱) اُولَئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ

شرح الاربعین السنوہ  
ترجمہ کنز الایمان: یہ ہیں وہ جن کے دلوں پر اللہ نے مہر کر دی۔

(پ 26، محمد: 16)

(2) کَلَّا بَلَّ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِمْ

ترجمہ کنز الایمان: کوئی نہیں، بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے۔

(پ 30، المطففین: 14)

میں مہر اور زنگ سے یہی مراد ہے اور دل کی مثال آئینہ کی سی ہے۔ جب تک وہ زنگ اور گرد و غبار سے صاف رہتا ہے، اس میں اشیاء دکھائی دیتی ہیں لیکن جب اس پر زنگ غالب آجاتا ہے تو اسے صاف کرنا اور اس سے زنگ کو دور کرنا ممکن نہیں ہوتا کیونکہ وہ زنگ اس پر غالب آچکا ہوتا ہے اور اس پر اس کی تہہ جم چکی ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ ضائع ہو جاتا ہے اور اس کی حالت یہ ہو جاتی ہے کہ کوئی بھی صاف کرنے والا اسے صاف اور درست نہیں کر سکتا، مہر اور زنگ سے یہی مراد ہے۔

حضور نبی پاک، صاحب نولاک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ذیشان ہے: ”بے شک دل کو بھی زنگ لگ جاتا ہے جس طرح لوہے کو زنگ لگ جاتا ہے۔“ عرض کی گئی: ”اس کی صفائی کیسے ہوگی؟“ فرمایا: ”موت کو یاد کرنے اور قرآن پاک کی تلاوت کرنے سے۔“

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی تعظیم القرآن، فصل فی اذمان تلاوتہ، الحدیث ۲۰۱۳، ج ۲، ص ۳۵۲)

جب دل کی حکمرانی مکمل طور پر ختم ہو جاتی ہے تو شیطان حاکم بن جاتا ہے اور اچھی صفات بُری صفات سے بدل جاتی ہیں۔

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”دل چار اقسام کے ہیں: (۱) وہ دل جو صاف ہے اور اس میں چراغ روشن ہوتا ہے، یہ مؤمن کا دل ہے (۲) وہ دل جو سیاہ اوندھا

ہوتا ہے، یہ کافر کا دل ہے (۳) وہ دل جس پر غلاف چڑھا ہوتا ہے اور اس کا غلاف بندھا ہوتا ہے، یہ منافق کا دل ہے (۴) وہ دل جس میں ایمان اور نفاق کی آمیزش ہوتی ہے، اس میں ایمان اس سبزی کی مثل ہے جسے اچھا پانی نشوونما دیتا ہے اور اس میں نفاق کی مثال اس زخم کی طرح ہے جسے پیپ بڑھاتی ہے، پس اس پر جو مادہ غالب آجاتا ہے اسی کا حکم اس پر لگایا جاتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ دل کو وہی (غالب آنے والا) مادہ لے جاتا ہے۔“

(المسند للإمام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، الحدیث ۱۱۱۲۹، ج ۴، ص ۶۶ بتغیر)

### دل کی اصلاح کی ضرورت

حُجَّۃُ الْاِسْلَام حضرت سیدنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی لکھتے ہیں: تم پر دل کی حفاظت، اس کی اصلاح اور اسے دُرست رکھنے کی کوشش کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ دل کا معاملہ باقی اعضاء سے زیادہ خطرناک ہے، اور اس کا اثر باقی اعضاء سے زیادہ ہے۔ (مزید لکھتے ہیں) ظاہری اعمال کا باطنی اوصاف کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے۔ اگر باطن خراب ہو تو ظاہری اعمال بھی خراب ہوں گے اور اگر باطن حسد، ریا اور تکبر وغیرہ عیوب سے پاک ہو تو ظاہری اعمال بھی دُرست ہوتے ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی اپنے اعمال صالحہ کو رب تعالیٰ کا فضل و کرم سمجھے تو ٹھیک ہے اور اگر انہیں اپنا ذاتی کمال تَصَوُّر کرے تو خودی ستائی (خُد۔ ستا۔ ای) کے باعث وہ اعمال برباد ہو جاتے ہیں، اس لیے جب تک باطنی اُمور کا ظاہری اعمال سے تعلق، باطنی اوصاف کی ظاہری اعمال میں تاثیر اور اوصاف باطنی کے ذریعہ ظاہری اعمال کی حفاظت کی کیفیت وغیرہ کا پتہ نہ چلے، ظاہری اعمال بھی دُرست نہیں ہو سکتے۔

(منہاج العابدین، ص ۶۷، ۱۳)



## الحديث السابع دین خیر خواہی ہے

عَنْ أَبِي رُقَيَّْةَ تَمِيمٍ بْنِ أَوْسٍ الدَّارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الدِّينُ النَّصِيحَةُ . قُلْنَا: لِمَنْ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: لِلَّهِ وَلِكِتَابِهِ، وَلِرَسُولِهِ، وَلِأُمَّةِ الْمُسْلِمِينَ، وَعَامَّتِهِمْ . رواه مسلم .

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان اَنّ الدین النصیحة، ر: 55، ص 47)

روایت ہے حضرت تمیم داری سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین خیر خواہی ہے <sup>لے</sup> ہم نے عرض کیا کہ کس کی فرمایا اللہ کی <sup>لے</sup> اس کی کتاب کی <sup>لے</sup> اور اس کے رسول کی <sup>لے</sup> اور مسلمانوں کے اماموں کی <sup>لے</sup> اور عوام کی <sup>لے</sup> (مسلم)

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں

کہ

<sup>لے</sup> آپ کا نام تمیم ابن اوس ابن دار ہے، آپ عیسائی تھے و ہجری میں ایمان لائے، آپ سے کل اٹھارہ احادیث مروی ہیں جن میں سے صرف یہ ایک حدیث صحیحین میں ہے، آپ شب کو نوافل میں ایک رکعت میں قرآن مجید ختم کرتے تھے اور کبھی ایک آیت صبح تک بار بار پڑھتے اور روتے رہتے تھے، اولاً مدینہ منورہ میں رہے، حضرت عثمان کی شہادت کے بعد شام چلے گئے وہاں ہی وفات پائی، مسجد نبوی میں سب سے پہلے چراغ آپ نے ہی روشن کیے۔ (مرآۃ المستعرجین ص 18)

۴ نصیحت بنانا ہے صبح سے بمعنی خالص ہونا عرب کہتے ہیں نصیحت العسل عن الشیخ میں نے شہد کو موسوم سے خالص کر لیا۔ اصطلاح میں کسی کی خالص خیر خواہی کہنا جس میں بدخواہی کا شائبہ نہ ہو یا خلوص دل سے کسی کا بھلا چاہنا نصیحت ہے، یہ بھی جامع کلمات میں سے ہے کہ اس ایک لفظ میں لاکھوں چیزیں شامل ہیں حتیٰ کہ اعتقاد کو کفر سے خالص کرنا، عبادات کو ریا سے پاک و صاف کرنا، معاملات کو خراہیوں سے بچانا سب ہی نصیحت میں داخل ہیں۔

۵ اللہ کے لیے نصیحت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے متعلق خالص اسلامی عقیدہ رکھنا، خلوص دل سے اس کی عبادت کرنا، اس کے محبوبوں سے محبت و دشمنوں سے عداوت رکھنا، اس کے متعلق اپنے عقیدے خالص رکھنا اس کی شرح بہت وسیع ہے۔ (مرقات)

۶ کتاب اللہ یعنی قرآن مجید کی نصیحت یہ ہے کہ اس کے کتاب اللہ ہونے پر ایمان رکھنا اس کی تلاوت کرنا، اس میں بقدر طاقت غور کرنا، اس پر صحیح عمل کرنا، اس پر سے مخالفین کے اعتراضات دفع کرنا غلط تاویلوں تحریفوں کی تردید کرنا۔

۷ اللہ کے رسول یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت یہ ہے کہ انہیں تمام نبیوں کا سردار ماننا ان کے تمام صفات کا اعتراف کرنا جان و مال و اولاد سے زیادہ انہیں پیارا رکھنا انکی اطاعت و فرمانبرداری کرنا ان کا ذکر بلند کرنا۔

۸ اماموں سے مراد یا تو اسلامی بادشاہ اسلامی حکام ہیں یا علماء دین مجتہدین کا ملین اولیاء و اصلیین ہیں۔ ان کی نصیحت یہ ہے کہ انکے ہر جائز حکم کی بقدر طاقت تعمیل کرنا، لوگوں کو ان کی اطاعت جائزہ کی طرف رغبت دینا، آئمہ مجتہدین کی تقلید کرنا، ان کے ساتھ اچھا گمان رکھنا۔ (مرقات) علماء کا ادب کرنا۔

۹ عام مسلمانوں کی نصیحت یہ ہے کہ بقدر طاقت ان کی خدمت کرنا، ان سے



دینی و دنیا مصیبتیں دور کرنا، ان سے محبت کرنا، ان میں علم دین پھیلانا، اعمال نیک کی رغبت دینا، جو چیز اپنے لیے پسند نہ کرے ان کے لیے پسند نہ کرنا یہ حدیث بہت ہی جامع ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۶ ص ۷۹۶)

### خیر خواہی

امام نووی علیہ رحمۃ اللہ الولی مسلم شریف کی شرح میں اس کا مفہوم بیان فرماتے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے: ”اللہ عزوجل کے لئے خیر خواہی سے مراد ”اللہ عزوجل پر ایمان لانا، شرک سے بچنا، اس کی اطاعت کرنا وغیرہ، کتاب اللہ کی خیر خواہی سے مراد اس بات پر ایمان لانا کہ یہ ”اللہ عزوجل کی طرف سے نازل کردہ کتاب ہے اور یہ مخلوق کے کلام کے مشابہ بالکل نہیں، اللہ عزوجل کے رسول کی خیر خواہی سے مراد ان کی رسالت کی تصدیق کرنا اور ان کے لائے ہوئے احکام پر ایمان لانا، ائمہ مسلمین یعنی علماء دین کی خیر خواہی سے مراد یہ ہے کہ حق پر ان کی معاونت و اطاعت کرنا اور انہیں ان کی غفلتوں سے بچانے کی کوشش کرنا اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی سے مراد یہ ہے کہ ان کی دنیا و آخرت کی بہتری کے لئے انہیں نصیحت کرنا نیز ان کے ساتھ ہر طرح کی ہمدردی کرنا۔ (ماخوذ از شرح مسلم للنووی، ج ۱، ص ۵۴)

### خیر خواہی کا انوکھا انداز

جاننا چاہیے! بعض اوقات بعض لوگوں کے ایسے احوال ہوتے ہیں کہ ان کے لئے سوال کرنا سوال نہ کرنے سے زیادہ فضیلت کا باعث ہوتا ہے جیسا کہ منقول ہے کہ بعض لوگوں نے حضرت سیدنا ابوالحسین نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کسی جگہ ہاتھ پھیلا کر لوگوں سے مانگتے ہوئے دیکھا، راوی فرماتے ہیں: مجھے یہ بات گراں گزری، پس میں نے حضرت سیدنا جنید بغدادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی سے یہ بات ذکر کی تو انہوں نے ارشاد فرمایا: ”یہ بات تجھے ناگوار نہ ہو، بے شک حضرت سیدنا نوری رحمۃ

حدیث 7: دین خیر خواہی ہے

اللہ تعالیٰ علیہ انہی لوگوں کو دینے کے لئے ان سے سوال کرتے ہیں، وہ اُن سے اس لئے سوال کرتے ہیں تاکہ انہیں آخرت میں ثواب ملے اور وہ بغیر کسی کمی کے اجر پائیں گویا انہوں نے سرکارِ مدینہ، قرارِ قلبِ سینہ، باعثِ نزولِ سکینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کی طرف اشارہ فرمایا: ”يَدُ الْمُعْطَىٰ هِيَ الْعُلْيَا“ ترجمہ: دینے والے کا ہاتھ اوپر ہوتا ہے۔“ (المعجم الکبیر، الحدیث ۱۳۸۴، ج ۲، ص ۸۵)



## الحديث الثامن قتال کی حد

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: أُمِرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَصَبُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ.

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب فان تابوا واثابوا قاتلوا الصلوة، ر: 25، 1/20) (صحیح مسلم، کتاب

الایمان، باب الامر بقتال الناس حتى يقولوا... إلخ، ر: 22، ص 33)

روایت ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھے حکم دیا گیا کہ لوگوں سے جنگ کروں تاکہ گواہی دیں کہ رب کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں زکوٰۃ دیں <sup>لے</sup> جب یہ کر لیں گے تو مجھ سے اپنے خون و مال بچالیں گے <sup>لے</sup> سواء اسلامی حق کے <sup>لے</sup> اُن کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔ (بخاری، مسلم)

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں

کہ

لے یہاں حَتَّى بمعنی کہ ہے جیسے "اسلمت حتی ادخل الجنة" یعنی مجھے حکم الہی ہے کہ ملک گیری یا مال گیری کی نیت سے جہاد نہ کروں بلکہ لوگوں کو ہدایت دینے

کی نیت سے کروں۔ اس صورت میں حدیث پر نہ کوئی اعتراض ہے کہ یہ آیت قرآنہ کے خلاف ہے اور الناس سے مراد سارے کفار ہیں۔ لہذا یہ حتی انتہاء کا نہیں۔ خیال رہے کہ مشرکین عرب کے لئے حکم جزیہ نہیں یا وہ ایمان لادیں یا قتل و قید و عبدیت وغیرہ۔ رب فرماتا ہے: ”وَقَتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِئْتَةً“ عرب کے اہل کتاب اور عجم کے تمام کفار کے لئے یا ایمان یا جزیہ ورنہ قتل و قید وغیرہ رب فرماتا ہے: ”حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ ذَاكِرُونَ“ مرتد کے لئے یا اسلام یا قتل ہے نہ جزیہ نہ قید رب فرماتا ہے: ”تَقْتُلُوهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ“۔ باغیوں کے لئے یا قتل یا بغاوت سے توبہ، رب فرماتا ہے: ”فَقَاتِلُوا الَّذِينَ تَبَغُّوا حَتَّى تَفِيءُوا إِلَى أَمْرِ اللَّهِ“ لہذا آیات و احادیث متفق ہیں۔

۴ چونکہ اس وقت تک روزہ، جہاد وغیرہ کے احکام نہ آئے تھے، اسی لئے ان کا ذکر نہ ہوا اگر کوئی نماز یا زکوٰۃ کا انکار کرے تو کافر ہے اس پر کفار کا سا جہاد ہوگا۔ تارکین نماز و زکوٰۃ کی گوشمالی کرنی ہوگی۔

۵ چونکہ اس زمانہ مبارک میں اسلام میں نئے فرقے نہ بنے تھے، کلمہ، نماز و زکوٰۃ ایمان کی علامت تھی، اس لئے فرمایا کہ جو یہ تین کام کرے اس کا جان و مال محفوظ ہے، اب بہت مرتد فرقے کلمہ، نماز، زکوٰۃ پر کاربند ہیں مگر مرتد ہیں ان پر ارتداد کا جہاد ہوگا۔ جیسے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسلمہ کذاب کے معتقدین پر جہاد کیا اب بھی قدیانیوں وغیرہ مرتدین کا یہی حکم ہے۔

۶ یعنی اگر اسلام لا کر قتل، زنا یا ڈکیتی وغیرہ کریں تو قتل کے مستحق ہوں گے کہ یہ اسلام کا حق ہے یہ قتل کفر نہ ہوگا۔

۷ یعنی اگر کوئی زبانی کلمہ ظاہری نماز و زکوٰۃ ادا کرے تو ہم اس پر جہاد نہ کریں گے، اگر منافقت سے یہ کام کرتا ہے تو رب اسے سزا دے گا۔ اسلامی جہاد

منافقوں پر نہیں۔ (مرآۃ السانج شرح مشکوٰۃ الصالح، ج ۱ ص ۱۰)

حقیقت توحید اور اس کے درجات کا بیان

توحید توکل کی اصل ہے

حضرت سیدنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی کی اسی مشہور زمانہ تصنیف لباب

الاحیاء میں فرماتے ہیں۔

جاننا چاہئے! توحید کے معنی کی وضاحت ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ“ (یعنی اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں) سے ہوتی ہے اور قدرت پر ایمان کی ترجمانی ”لَهُ الْمُلْكُ“ (یعنی اسی کی بادشاہت ہے) سے ہوتی ہے اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے جو دو حکمت پر ”وَلَهُ الْحَمْدُ“ (یعنی اسی کی لئے تمام خوبیاں ہیں) دلالت کرتا ہے پس جس شخص کے دل پر اس جملہ کا معنی غالب ہو تو وہ مُتَوَكِّل بن جاتا ہے۔ ان تمام کی اصل توحید ہے۔

مراتب توحید:

توحید کے چار مراتب ہیں، اخروث کی طرح اس کے چار حصے ہیں، جیسے (۱) مغز (۲) مغز کا مغز (۳) چھلکا اور (۴) چھلکے کا چھلکا۔

پہلا مرتبہ: یہ ہے کہ انسان چھلکے کے چھلکے کی طرح صرف اپنی زبان سے ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کہے، یہ منافقین کا ایمان ہے، ہم اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

دوسرا مرتبہ: یہ ہے کہ انسان دل سے کلمہ کے معنی کی تصدیق کرے اور یہ عام

مسلمانوں کا ایمان ہے۔

تیسرا مرتبہ: یہ ہے کہ انسان کشف کے ذریعے ایمان کا مشاہدہ کرے اور یہ مقربین کا مقام ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ وہ کثرت اسباب دیکھے لیکن ان سب کو خدائے واحد عَزَّ وَجَلَّ کی طرف سے سمجھے۔

چوتھا مرتبہ: یہ ہے کہ بندہ صرف اللہ تعالیٰ کی جستجو میں رہے، یہ صدیقین کا مشاہدہ ہے، صوفیاء کرام کی اصطلاح میں اسے فَنَّا فِی التَّوْحِيدِ کہتے ہیں اور اس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ باطن کے توحید میں مستغرق ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو بھی نہیں دیکھتا، حضرت سیدنا ابو یزید علیہ رحمۃ اللہ المجید کے فرمان کہ ”مجھے اپنی یاد بھلا دی گئی“ سے یہی مراد ہے۔

### ان مراتب کی تفصیل

پہلا مرتبہ صرف زبان سے توحید کا اقرار کرنے والے کا ہے اور اس کا مقصد تلواروں سے بچنا اور جان و مال کی حفاظت کا فائدہ حاصل کرنا ہوتا ہے، جیسا کہ نبی اکرم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”فَإِذَا قَالُوا هَا عَصَوْا مِثْلِي دِمَائِهِمْ وَأَمْوَالُهُمْ“ ترجمہ: جب وہ زبان سے اس (کلمہ) کا اقرار کر لیں گے، تو وہ اپنی جان اور مال مجھ سے محفوظ کر لیں گے۔“

(جامع الترمذی، ابواب تفسیر القرآن، باب دکن سورۃ الناصیۃ، الحدیث ۳۳۳۱، ص ۱۹۹۵)

دوسرا مرتبہ اس مؤخّذ کا ہے جو دل سے کلمہ کے معنی کا اعتقاد رکھتا ہے اور اس میں شک نہیں کرتا لیکن اس کا باطن کشادہ نہیں۔ اگر وہ اس حالت پر فوت ہو جائے اور گناہوں پر مؤاخذت کی وجہ سے اس کیفیت میں کمزوری پیدا نہ ہوئی ہو، تو وہ آخرت کے عذاب سے بچ جائے گا اور بدعتی کا مکر (لوگوں کے دلوں پر لگی) عقیدہ توحید کی گرہ کو کھولنا ہے جبکہ (علم کلام کے ذریعے بدعتی کے مکر و فریب سے بچانے والے) متکلم کی تدبیر دل کی گرہ کو مضبوط کر کے باندھنا ہے۔

تیسرا مرتبہ اس مؤخّذ کا ہے، جس کا سینہ اس کے لئے کھول دیا جاتا ہے اور وہ کثرتِ اسباب کے باوجود ایک ہی ذات کا مشاہدہ کرتا ہے اور جانتا ہے کہ ان اسباب کا صدور اسی وحدہ، لا شریک سے ہی ہے۔



چوتھا مرتبہ اس مؤجد کا ہے جس کے سامنے اور دل میں صرف ایک ذات ہوتی ہے، وہ تمام واسطوں اور اپنے آپ سے بے نیاز ہوتا ہے اور یہی حالت سب سے اعلیٰ ہے، یہ اخروٹ کے مغز سے نکلنے والے تل کی طرح ہے۔

چوتھے مرتبے کے بارے میں گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں ہمارا کلام تو تیسرے میں ہے اور یہ وہ مؤجد ہے جو ایک ہی ذات کو دیکھتا اور سمجھتا ہے کہ ہر شے کا صدور اسی ذات واحد سے ہے، پس اس وقت اس کا دل اللہ عزَّ وَّجَلَّ کے نور سے چمکنے لگتا ہے، جیسا کہ اللہ عزَّ وَّجَلَّ کا فرمانِ ذیشان ہے:

أَفَتَبْنَ شِرَاءَ اللَّهِ مَدَارَ كَالِإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَى ثَوَرٍ مِّنْ رَبِّهِ ۝

ترجمہ کنزالایمان: تو کیا وہ جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے۔ (پ 23، الزمر: 22) (باب الاحیاء ۳۳۵-۳۳۶)

### مسائل فقہیہ

مسئلہ ۱: مسلمانوں پر ضرور ہے کہ کافروں کو دین اسلام کی طرف بلائیں اگر دین حق کو قبول کر لیں زہے نصیب حدیث میں فرمایا ”اگر تیری وجہ سے اللہ تعالیٰ ایک شخص کو ہدایت فرما دے تو یہ اس سے بہتر ہے جس پر آفتاب نے طلوع کیا۔“ یعنی جہاں سے جہاں تک آفتاب طلوع کرتا ہے یہ سب تمہیں مل جائے اس سے بہتر یہ ہے کہ تمہاری وجہ سے کسی کو ہدایت ہو جائے اور اگر کافروں نے دین حق کو قبول نہ کیا تو بادشاہ اسلام اون پر جزیہ مقرر کر دے کہ وہ ادا کرتے رہیں اور ایسے کافر کو ذمی کہتے ہیں اور جو اس سے بھی انکار کریں تو جہاد کا حکم ہے۔

(الدر المختار، کتاب الجہاد، ج ۶، ص ۱۹۳، وغیرہ)

مسئلہ ۲: مجاہد صرف وہی نہیں جو قتال کرے بلکہ وہ بھی ہے جو اس راہ میں اپنا مال صرف (خرچ) کرے یا نیک مشورہ سے شرکت دے یا خود شریک ہو کر مسلمانوں

کی تعداد بڑھائے یا رخیوں کا علاج کرے یا کھانے پینے کا انتظام کرے۔ اور اسی سے توابع سے رباط ہے یعنی بلاد اسلامیہ کی حفاظت کی غرض سے سرحد پر گھوڑا باندھنا یعنی وہاں مقیم رہنا اور اس کا بہت بڑا ثواب ہے کہ اس کی نماز پانسون نماز کی برابر ہے اور اس کا ایک درم خرچ کرنا سات سو درم سے بڑھ کر ہے اور مرجائے گا تو روز مرہ رباط کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں درج ہوگا اور رزق بدستور ملتا رہے گا اور فتنہ قبر سے محفوظ رہے گا اور قیامت کے دن شہید اٹھایا جائے گا اور فزع اکبر سے مامون رہے گا۔ (الدر المختار، رد المحتار، کتاب الجہاد، ج ۶، ص ۱۹۳-۱۹۵)

مسئلہ ۳: جہاد ابتدائی فرض کفایہ ہے کہ ایک جماعت نے کر لیا تو سب بری الذمہ ہیں اور سب نے چھوڑ دیا تو سب گنہگار ہیں اور اگر کفار کسی شہر پر ہجوم کریں (اچانک حملہ کریں) تو وہاں والے مقابلہ کریں اور ان میں اتنی طاقت نہ ہو تو وہاں سے قریب والے مسلمان اعانت کریں اور ان کی طاقت سے بھی باہر ہو تو جوان سے قریب ہیں وہ بھی شریک ہو جائیں و علیٰ ہذا القیاس۔

(”الدر المختار“ و ”رد المحتار“ کتاب الجہاد، ج ۶، ص ۱۹۶-۱۹۸)

مسئلہ ۴: بچوں اور عورتوں پر اور غلام پر فرض نہیں۔ یوہیں بالغ کے ماں باپ اجازت نہ دیں تو نہ جائے۔ یوہیں اندھے اور اچانچ اور لنگڑے اور جس کے ہاتھ کٹے ہوں ان پر فرض نہیں اور مدیون کے پاس مال ہو تو دین ادا کرے اور جائے در نہ بغیر قرض خواہ بلکہ بغیر کفیل کی اجازت کے نہیں جاسکتا۔ اور اگر دین میعاد ہو اور جانتا ہے کہ میعاد پوری ہونے سے پہلے واپس آجائے گا تو جانا جائز ہے۔ اور شہر میں جو سب سے بڑا عالم ہو وہ بھی نہ جائے۔ یوہیں اگر اوس کے پاس لوگوں کی امانتیں ہیں اور وہ لوگ موجود نہیں ہیں تو کسی دوسرے شخص سے کہہ دے کہ جن کی جن کی امانت ہے دیدینا تو اب جاسکتا ہے۔

(”البحر الرائق“، کتاب السیر، ج ۵، ص ۱۲۱ و ”الدر المختار“، کتاب الجہاد، ج ۶، ص ۲۰۱)

مسئلہ ۵: اگر کفار ہجوم کر آئیں تو اس وقت فرض عین ہے یہاں تک کہ عورت اور غلام پر بھی فرض ہے اور اس کی کچھ ضرورت نہیں کہ عورت اپنے شوہر سے اور غلام اپنے مولیٰ سے اجازت لے بلکہ اجازت نہ دینے کی صورت میں بھی جائیں اور شوہر و مولیٰ (آقا) پر منع کرنے کا گناہ ہوا۔ یوہیں ماں باپ سے بھی اجازت لینے کی اور مدیون کو دائن سے اجازت کی حاجت نہیں بلکہ مریض بھی جائے ہاں پورا نا مریض کہ جانے پر قادر نہ ہو اس سے معافی ہے۔ (”البحر الرائق“، کتاب السیر، ج ۵، ص ۱۲۲)

مسئلہ ۶: جہاد واجب ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ اسلحہ اور لڑنے پر قدرت ہو اور کھانے پینے کے سامان اور سواری کا مالک ہو نیز اس کا غالب گمان ہو کہ مسلمانوں کی شوکت بڑھے گی۔ اور اگر اس کی امید نہ ہو تو جائز نہیں کہ اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ (”الفتاویٰ الہندیہ“، کتاب السیر، الباب الاول فی تفسیرہ... إلخ، ج ۲، ص ۱۸۸)

(”الدر المختار“، کتاب الجہاد، ج ۶، ص ۲۰۳)



## الحديث التاسع بلا ضرورت سوال نہ کریں

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ صَهْبٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَا نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ فَاجْتَنِبُوهُ وَمَا أَمَرْتُكُمْ بِهِ فَأَتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ: فَإِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَثْرَةُ مَسَائِلِهِمْ وَاخْتِلَافُهُمْ عَلَى أَنْبِيَائِهِمْ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ.

(صحیح البخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب الاقتداء بمنزل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ر: 7288، 4/502، ج 1، ج 2) (صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب توقیرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وترک ما کثر سوالہ... إلخ، ر: 1337، ص 1282)

یہ مکمل حدیث مسلم شریف اور مشکوٰۃ المصابیح میں ان الفاظ کے ساتھ ہے۔

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں ہم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا<sup>۱</sup> تو فرمایا اے لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا لہذا حج کرو<sup>۲</sup> ایک شخص نے عرض کیا<sup>۳</sup> یا رسول اللہ کیا ہر سال حضور خاموش رہے حتیٰ کہ اس شخص نے تین بار کہا<sup>۴</sup> تو فرمایا کہ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال واجب ہو جاتا اور تم نہ کر سکتے<sup>۵</sup> پھر فرمایا مجھے چھوڑے رہو جس میں میں تم کو آزادی دوں<sup>۶</sup> کیونکہ تم سے اگلے لوگ اپنے نبیوں سے زیادہ پوچھ گچھ اور زیادہ جھگڑنے کی وجہ سے ہی ہلاک ہوئے<sup>۷</sup> لہذا جب میں تمہیں کسی چیز کا حکم دوں تو جہاں تک ہو سکے کر گزرو اور جب تمہیں کسی چیز سے منع کروں تو اسے چھوڑ دو۔<sup>۸</sup> (مسلم)

## حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں

کہ

۱۔ یہ خطبہ حج فرض ہونے کے سال مدینہ منورہ میں تھا، ۸ھ میں فتح مکہ ہوئی تو بعض لوگوں نے حج کیا، ۹ھ میں حضرت ابوبکر صدیق نے لوگوں کو حج کرایا اور ۱۰ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج فرمایا، ابن ہمام فرماتے ہیں کہ حج کی فرضیت ۵ھ یا ۶ھ یا ۷ھ میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنے عرصہ تک حج نہ کرنا اس لیے تھا کہ آپ کو اپنی زندگی اور اپنے حج کرنے کا علم تھا۔ حق یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے پہلے بھی دو یا تین حج کیے ہیں جیسا کہ ترمذی، ابن ماجہ و حاکم نے حضرت جابر و غیر ہم سے روایت کی۔ (مرقات)

۲۔ اگر حج کی فرضیت فتح مکہ سے پہلے ۵ھ یا ۶ھ میں ہوئی تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ جب تمہیں مکہ معظمہ پہنچنا میسر ہو جائے تو حج کرنا، فرض تو ابھی ہو گیا ہے مگر اس کی ادا جب لازم ہوگی اور اگر فتح مکہ کے بعد ۹ھ میں فرض ہوا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس سال ہی حج کرو۔

۳۔ یہ عرض کرنے والے حضرت اقرع ابن حابس تھے، وہ سمجھے یہ کہ ہر رمضان میں روزے فرض ہوتے ہیں تو چاہیے کہ بقرعید میں حج فرض ہو کہ پھر یہ سوچا کہ اس میں لوگوں کو بہت دشواری ہوگی کیونکہ روزے تو اپنے گھر میں ہی رکھ لیے جاتے ہیں مگر حج کے لیے مکہ معظمہ جانا پڑتا ہے اور اطراف عالم سے ہر سال بیت اللہ شریف پہنچنا بہت مشکل ہوگا اس لیے آپ نے یہ سوال کیا اور بار بار کیا تا کہ مسئلہ واضح

ہو جائے۔

۴۔ اس سوال پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاموشی اس لیے تھی کہ سائل سوال

سے باز آجائے تاکہ ہم کو جواب کی ضرورت نہ ہو مگر سائل شوق کی زیادتی سے یہ اشارہ نہ سمجھ سکا۔

۴ یعنی پورا جواب تو کیا معنی، اگر ہم صرف ہاں کہہ دیتے تب بھی ہر سال حج فرض ہو جاتا۔ اس سے دوسرے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو احکام شرعیہ کا مالک بنایا ہے کہ آپ کی ہاں اور نہ میں تاثیر ہے جس کے قوی دلائل موجود ہیں کیوں نہ ہو کہ آپ کا کلام وحی الہی ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: ”وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ“۔ اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب ”سلطنت مصطفیٰ“ میں ملاحظہ فرمائیے۔ دوسرے یہ کہ بزرگوں سے اعمال اور وظیفوں میں قید یا پابندی نہ لگوانی چاہیے بلا قید عمل کرنا چاہیے۔

۵ یعنی ہمارے احکام میں کیوں، کیسے اور کب کہہ کر قید نہ لگائیں ہم شرعی احکام کی تبلیغ ہی کے لیے تو بھیجے گئے ہیں ضروری چیزیں ہم خود بیان فرما دیں گے۔ (لمعات)

۶ اس طرح کہ انہوں نے زیادہ پوچھ پوچھ کر پابندیاں لگوالیں، پھر ان پابندیوں پر عمل نہ کر سکے یا انہوں نے عمل تو کیا مگر بہت مشکل سے جیسے ذبح گائے کا واقعہ ہوا۔

۷ یعنی میرے احکام پر عمل کرنا فرض ہے اور ممنوعات سے بچنا لازم، یہ دونوں کام بقدر طاقت ہیں اگر نماز کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکو تو بیٹھ کر پڑھ لو، اگر جان پر بن جائے تو مردار کھا لو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جیسے وجوب و فرضیت کے لیے امر ضروری ہے ایسے ہی حرمت و ممانعت کے لیے بھی لازم، جس چیز کا حکم بھی نہ ہو اور ممانعت بھی نہ ہو وہ جائز ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: ”وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا“۔ بعض جو کہتے ہیں کہ جو کام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ کیا



ہو وہ حرام ہے غلط ہے قرآن شریف کے بھی خلاف ہے اور اس قسم کی احادیث کے بھی۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴ ص ۱۲۱)

### امام اہل سنت کے مدنی پھول

علیہ السلام حضرت، امام اہل سنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

پھر فرمایا: خذونی ماترکتہ فاما هلك من كان قبلكم بكثرۃ سؤالہم واختلافہم علی انبیائہم فاذا امرتکم بشیء فاتوا منه ما استطعتم واذا نہیتکم عن شیء فلدعوا۔ (رواہ ابن ماجہ۔ مفرداً)

مجھے چھوڑے رہو جب تک میں تمہیں چھوڑ دوں کہ اگلی امتیں اسی کثرت سوال اور اپنے انبیاء کے خلاف مراد چلنے سے ہلاک ہوئیں تو جب میں تمہیں کسی بات کا حکم فرماؤں تو جتنی ہو سکے بجالاؤ اور جب بات سے منع فرماؤں تو اسے چھوڑ دو۔ (اس کو تنہا ابن ماجہ نے ہی روایت کیا۔ ت)

(صحیح مسلم کتاب الحج باب فرض الحج مرة فی العمر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۳۲) (سنن النسائی کتاب مناسک الحج باب وجوب الحج نور محمد کارخانہ کراچی ۲/ ۱) (سنن ابن ماجہ باب اتباع سۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲)

یعنی جس بات میں میں تم پر وجوب یا حرمت کا حکم نہ کروں اسے کھود کھود کر نہ پوچھو کہ پھر واجب حرام کا حکم فرما دوں تو تم پر تنگی ہو جائے۔

یہاں سے بھی ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس بات کا نہ حکم دیا نہ منع فرمایا وہ مباح و بلا حرج ہے۔ وہابی اسی اصل اصیل سے جاہل ہو کر ہر جگہ پوچھتے ہیں خدا و رسول نے اس کا کہاں حکم دیا ہے۔ ان احمقوں کو اتنا ہی جواب کافی ہے کہ خدا و رسول نے کہاں منع کیا ہے، جب حکم نہ دیا نہ منع کیا تو جواز رہا، تم جو ایسے

کاموں کو منع کرتے ہو اللہ و رسول پر الترا کرتے بلکہ خود شارع بنتے ہو کہ شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع کیا نہیں اور تم منع کر رہے ہو۔ مجلس میلاد مبارک و قیام و فاتحہ و سوم و غیرہ مسائل بدعت و ہابیہ سب اسی اصل سے ملے ہو جاتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت حجۃ الخلف بقیۃ السلف خاتمۃ المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد نے کتاب مستطاب اصول الرشاد لجمع مبانی الفساد میں اس کا بیان اعلیٰ درجہ کا روشن فرمایا ہے۔ فنور اللہ منزلہ و اکرم عندہ نزلہ امین۔ امام احمد قسطلانی مواہب لدنیۃ شریف میں فرماتے ہیں: من خصائصہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انه کان یخص من شاء بما شاء من الاحکام۔

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص کریمہ سے ہے کہ حضور شریعت کے عام احکام سے جسے چاہتے مستثنیٰ فرمادیتے۔

(المواہب اللدنیۃ المقصد الرابع الفصل الثانی المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۸۹)

علامہ زرقانی نے شرح میں بڑھایا: من الاحکام وغیرہا۔ کچھ احکام ہی کی خصوصیت نہیں حضور جس چیز سے چاہیں جسے چاہیں خاص فرمادیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ (شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الرابع دار المعرفۃ بیروت ۵/ ۳۲۲)

امام جلیل جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے خصائص الکبریٰ شریف میں ایک باب وضع فرمایا:

باب اختصاصہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بانہ یخص من شاء بما شاء من الاحکام۔ (الخصائص الکبریٰ باب اختصاصہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بانہ یخص من شاء الخ مرکز البنت گجرات الہند ۲/ ۲۶۲)

باب اس بیان کا کہ خاص نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ منصب حاصل ہے کہ جسے چاہیں جس حکم سے چاہیں خاص فرمادیں۔

امام قسطلانی نے اس کی نظیر میں پانچ واقعے ذکر کئے اور امام سیوطی نے دس، پانچ وہ اور پانچ اور۔ فقیر نے ان زیادات سے تین واقعے ترک کر دیئے اور پندرہ اور بڑھائے، اور ان کی احادیث بتوفیق اللہ تعالیٰ جمع کیں کہ جملہ بائیس واقعے ہوئے واللہ الحمد ان کی تفصیل اور ہر واقعے پر حدیث سے دلیل سنئے:

### نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اختیار

حدیث ۱: صحیحین میں براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے ان کے ماموں ابو بردہ بن نیاز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز عید سے پہلے قربانی کر لی تھی جب معلوم ہوا یہ کافی نہیں عرض کی: یا رسول اللہ وہ تو میں کر چکا اب میرے پاس چھ مہینے کا بکری کا بچہ ہے مگر سال بھر والے سے اچھا ہے۔

فرمایا: اجعلها مكانها ولن تجزي عن احد بعدك۔

اس کی جگہ اسے کر دو اور ہرگز اتنی عمر کی بکری تمہارے بعد دوسروں کی قربانی میں کافی نہ ہوگی۔ (صحیح البخاری کتاب العیدین باب الخطبة بعد العید قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳۲) (صحیح مسلم کتاب الاضاحی باب وقتها قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۵۴)

ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں اس حدیث کے نیچے ہے:

خصوصية له لا تكون لغيره اذ كان له صلى الله تعالى عليه وسلم ان

يخص من شاء بما شاء من الاحكام۔

یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک خصوصیت ابو بردہ کو بخشی جس میں دوسرے کا حصہ نہیں اس لئے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اختیار تھا کہ جسے چاہیں جس حکم سے چاہیں خاص فرمادیں۔

(ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب العیدین حدیث ۹۶۵ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۶۵۷)

نیز حدیث صحیحین میں عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے حضور سید عالم صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو قربانی کے لئے جانور عطا فرمائے ان کے حصے میں ششماہہ بکری آئی حضور سے حال عرض کیا۔ فرمایا: ضح بہا۔

تم اسی کی قربانی کر دو۔

(صحیح البخاری کتاب الاضاحی باب قسمۃ الاضاحی بین الناس قدیمی کتب خانہ کراچی ۲)

(۸۳۲/ صحیح مسلم کتاب الاضاحی باب من الاضاحیۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۵۵)

سنن بیہقی میں بسند صحیح اتنا اور زائد ہے:

ولا رخصة فيها لاحد بعدك.

تمہارے بعد اور کسی کے لیے اس میں رخصت نہیں۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی کتاب الضحایا باب لا یجزی الجذع الخ دار صادر بیروت ۹/

۲۷۰) (کنز العمال حدیث ۱۲۲۵۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۵/ ۱۰۵)

شیخ محقق اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں:

احکام مفوض بود بوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بقول صحیح۔

قول صحیح کے مطابق احکام حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سپرو

تھے۔ (ت) (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ باب الاضاحیۃ الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۰۹)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت خاص

حدیث صحیح مسلم میں ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے جب بیعت زنان کی

آیت اتری اور اس میں ہر گناہ سے بچنے کی شرط تھی کہ لا یعصینک فی معروف،

اور مردے پر بن کر کے رونا چیننا بھی گناہ تھا میں نے عرض کی:

یا رسول اللہ الا ال فلان فانهم كانوا اسعدونی فی الجاہلیۃ فلا بدلی

من ان اسعدهم۔

یا رسول اللہ! فلاں گھر والوں کو استثناء فرما دیجئے کہ انہوں نے زمانہ جاہلیت میں میرے ساتھ ہو کر میری ایک میت پر نوحہ کیا تھا تو مجھے ان کی میت پر نوے میں ان کا ساتھ دینا ضروری ہے۔

فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الا ال فلان۔

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا وہ مستثنیٰ کر دے۔

(صحیح مسلم کتاب الجنائز فصل فی نبی النساء عن النبیۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۰۴)

اور سنن نسائی میں ارشاد فرمایا:

اذہبی فاسعدیہا۔ جان کا ساتھ دے آ۔

یہ گئیں اور وہاں نوحہ کر کے پھر واپس آ کر بیعت کی۔

(سنن النسائی کتاب البیۃ باب بیۃ النساء نور محمد کارخانہ کراچی ۲/ ۱۸۳)

ترمذی کی روایت میں ہے: فاخذن لہا۔

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں نوحہ کی اجازت دے دی۔

(سنن الترمذی کتاب التفسیر تحت الآیۃ ۶۰/ ۱۲ حدیث ۳۳۱۸ دار الفکر بیروت ۵/ ۲۰۲)

مسند احمد میں ہے، فرمایا:

اذہبی فکافیہم۔

جاؤ ان کا بدلہ اتار آؤ۔

(مسند احمد بن حنبل ۶/ ۴۰۷ و ۴۰۸ والدر المنثور تحت الآیۃ ۶۰/ ۱۲ بیروت ۸/ ۱۳۳)

امام نووی اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں یہ حضور نے خاص رخصت ام عطیہ کو

دے دی تھی خاص آل فلاں کے بارے میں وللشارع ان یخص من العموم

ماشاء۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اختیار ہے کہ عام حکموں سے جو چاہے خاص فرما

دیں۔ (شرح صحیح مسلم مع صحیح مسلم کتاب الجنائز فصل فی نمی النساء عن النبیاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱)

(۳۰۳/)

یہی مضمون حدیث ۱۲ ابن مردویہ میں عبد اللہ ابن عباس سے خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہما سے ہے: انہا قالت یا رسول اللہ کان ابی واخی ماتانی الجاہلیۃ وان فلانة اسعدتني وقدمات اخوها الحديث۔

اس نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، زمانہ جاہلیت میں میرا باپ اور بھائی فوت ہوئے تو فلاں عورت نے میرا ساتھ دیا تھا اور اب اس کا بھائی فوت ہوا ہے۔

حدیث ۱۳: ترمذی میں اسماء بنت یزید انصاری رضی اللہ عنہا سے ہے انہوں نے بھی ایک نوچے کا بدلہ اتارنے کی اجازت مانگی حضور نے انکار فرمایا، قالت فراجعتہ مرارا فاذن لی ثم لما نحر بعد ذلک۔

میں نے کئی بار حضور سے عرض کی، آخر حضور نے اجازت دے دی۔ پھر میں نے کہیں نوچہ نہ کیا۔

(سنن الترمذی کتاب التفسیر سورۃ الممتحنہ حدیث ۳۳۱۸ دار الفکر بیروت ۵/۲۰۲)

حدیث ۱۴: احمد طبرانی میں مصعب بن نوح سے ہے ایک بڑی بی (عہ) نے وقت بیعت نوچے کا بدلہ اتارے کا اذن چاہا، فرمایا: اذهبی فکافئہم۔

جاؤ عوض کراؤ۔

(الدر المنثور بحوالہ احمد وغیرہ الآیہ ۶۰/۱۲ دار احیاء التراث العربی بیروت ۸/۱۳۳)

اقول: فظاہر ان کلا رخصة تختص بصاحبتهما لا شركة فيها لغيرها فلا ينكر بما ذكرنا على قول النووي ان هذا محمول على الترخيص لام



عطیۃ فی آل فلان خاصۃ ومثله یندفع ما استشکلوا من التعارض فی حدیثی التضحیۃ لابی بردۃ وعقبۃ لاسیبا مع زیادۃ البیهقی المذکورۃ فانہ حکم لا یخبر ولا شک ان الشارع اذا خص ابابردۃ کان کل من سواہ داخلًا فی عموم عدم الاجزاء وکذا حین خص عقبۃ فصدق فی کل مرۃ لن تجزی احداً بعد فافہم فقد خفی علی کثیر من الاعلام۔

میں کہتا ہوں ظاہر ہے کہ ہر رخصت صاحت رخصت کے ساتھ مختص ہوتی ہے۔ اس میں کسی غیر کی شرکت نہیں ہوتی۔ چنانچہ جو ہم نے ذکر کیا اس کی وجہ سے امام نووی کے قول کا انکار نہیں ہوتا کہ بیشک یہ بطور خاص آل فلاں کے بارے میں ام عطیہ کو رخصت دینے پر محمول ہے۔ اور اسکی مثل سے قربانی کے بارے میں ابو بردہ اور عقبہ کی حدیثوں میں واقع تعارض کا اشکال بھی مندرج ہو جاتا ہے خصوصاً اس زیادتی کے ساتھ جو بیہقی میں مذکور ہے کہ بیشک یہ حکم ہے خبر نہیں ہے اور اس میں شک نہیں کہ شارع علیہ السلام نے جب ابو بردہ کو مختص فرمایا تو ان کے ماسوا ہر ایک عدم اجزاء کے عموم میں داخل ہو گیا۔ اسی طرح جب عقبہ کو خاص فرمادیا تو ہر مرتبہ یہ بات صادق آئی کہ تیرے بعد ہرگز یہ کسی کے لیے کفایت نہیں کرے گا، تو سمجھ لے، تحقیق بہت سے علماء پر یہ بات مخفی رہی۔

### تین دن کی عدت

حدیث ۱۵: طبقات ابن سعد میں اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے جب ان کے شوہر اول جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

تسلبنی ثلاثاً ثم اصنعی ماشئت۔

تین دن سنگار سے الگ رہو پھر جو چاہو کرو۔

(المطبوعات الکبریٰ لابن سعد ذکر جعفر بن ابی طالب دار صادر بیروت ۳/ ۴۱) (کنز العمال

حدیث ۲۷۸۲۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۶۵۰)

یہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو اس حکم عام سے استثناء فرمادیا

کہ عورت کو شوہر پر چار مہینے دس دن سوگ واجب ہے۔

تعلیم قرآن بطور مہر

حدیث ۱۶: ابن السکن میں ابونعمان ازدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، ایک

شخص نے ایک عورت کو پیام نکاح دیا سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مہر دو۔ عرض کی: میرے پاس کچھ نہیں۔ فرمایا:

اما تحسن سورة من القرآن فاصدقها السورة ولا يكون لاجدٍ

بعثک مہراً۔

رواۃ سعید بن منصور مختصراً۔

کیا تجھے قرآن عظیم کی کوئی سورت نہیں آتی، وہ سورۃ سکھانا ہی اس کا مہر کر،

اور تیرے بعد یہ مہر کسی اور کو کافی نہیں۔ (اس کو سعید بن منصور نے مختصر روایت کیا۔)

(الاصابة فی تميز الصحابة ترجمہ ۱۰۶۳۹ ابوالنعمان الازدی دار الفکر بیروت ۶/ ۲۶۷)

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شرعی امور میں تصرف

حدیث ۱۷: ابی داؤد ونسائی و طحاوی وابن ماجہ و خزیمہ میں عم عمارہ بن خزیمہ بن

ثابت انصاری اور

حدیث ۱۸۔ مصنف ابن ابی شیبہ و تاریخ بخاری و مسند ابی یعلیٰ و صحیح ابن خزیمہ

و معجم کبیر طبرانی میں حضرت خزیمہ اور حدیث ۱۹ حارث بن اسامہ بن نعمان بن بشیر

رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے گھوڑا

خریدا وہ بیچ کر منکر گیا اور گواہ مانگا، جو مسلمان آتا اعرابی کو جھڑکتا کہ خرابی ہو تیرے

لئے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حق کے سوا کیا فرمائیں گے (مگر گواہی نہیں دیتا کہ کسی کے سامنے کا واقعہ نہ تھا) اتنے میں خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر بارگاہ ہوئے گفتگوں کر بولے: انا اشہد انک قد بايعته میں گواہی دیتا ہوں کہ تُو نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ بیچا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم موجود تو تھے ہی نہیں تم نے گواہی کیسے دی؟ عرض کی: بتصدیقک یا رسول اللہ<sup>۱</sup> (وفی الثانی) صدقتک بما جئت به وعلمت انک لا تقول الا حقاً<sup>۲</sup> (وفی الثالث) انا اصدقک علی خبر السماء والارض الا اصدقک علی الاعرابی۔

(۱) سنن ابی داؤد کتاب القضاء باب اذا علم الحاکم صدق الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۵۲ (شرح معانی الآثار کتاب القضاء والشہادات حدیث کفایۃ شہادۃ خزیمہ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۱۰) (۲) کنز العمال بحوالہ ع حدیث ۳۷۰۳۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/ ۳۷۹ (المعجم الکبیر حدیث ۳۷۳۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۴/ ۸۷) (اسد الغابۃ ترجمہ ۱۲۴۶ خزیمۃ بن ثابت دار الفکر بیروت ۱/ ۶۹۷) (۳) کنز العمال حدیث ۳۷۰۳۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/ ۳۸۰

یا رسول اللہ! میں حضور کی تصدیق سے گواہی دے رہا ہوں میں حضور کے لئے ہوئے دین پر ایمان لایا ہوں اور یقین جانا کہ حضور حق ہی فرمائیں گے میں آسمان وزمین کی خبروں پر حضور کی تصدیق کرتا ہوں کیا اس اعرابی کے مقابلے میں تصدیق نہ کروں۔

اس کے انعام میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ ان کی گواہی دو مرد کی شہادت کے برابر فرمادی اور ارشاد فرمایا:

من شهد له خزیمۃ او شهد علیہ فحسبه<sup>۳</sup>

خزیمہ جس کسی کے نفع خواہ ضرر کی گواہی دیں ایک انہیں کی شہادت بس ہے۔

(کنز العمال بحوالہ) (کنز العمال بحوالہ) (کنز العمال بحوالہ) (کنز العمال بحوالہ)

مسند ابی یحییٰ وغیرہ حدیث ۳۷۰۳۸ مسند ارساء بیروت ۳/ ۳۸۰ (التاریخ الکبیر حدیث ۲۳۸ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ المکرمۃ ۱/ ۸۷)

ان احادیث سے ثابت کہ حضور نے قرآن عظیم کے حکم عام و اشہد و اخوی عدل منکم۔

(اور اپنے میں دو ثقہ کو گواہ کر لو۔ ت) سے خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مستثنیٰ

فرما دیا۔ (القرآن الکریم ۶۵/ ۲)

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایت خاص

حدیث ۲۰: صحاح ستہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ ایک شخص نے بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ! میں ہلاک ہو گیا۔ فرمایا: کیا ہے؟ عرض کی: میں نے رمضان میں اپنی عورت سے نزدیکی کی۔ فرمایا: غلام آزاد کر سکتا ہے؟ عرض کی: نہ فرمایا: لگاتار دو مہینے کے روزے رکھ سکتا ہے؟ عرض کی: نہ۔ فرمایا: ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے؟ عرض کی: نہ۔ اتنے میں خرے خدمت اقدس میں لائے گئے حضور نے فرمایا: انہیں خیرات کر دے۔ عرض کی: اپنے سے زیادہ کسی محتاج پر؟ مدینے بھر میں کوئی گھر ہمارے برابر محتاج نہیں۔

فضحك النبي صلى الله تعالى عليه وسلم حتى بدت نواجزه وقال

اذهب فاطعبه اهلك.

رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ سن کر ہنسے یہاں تک کہ دندان مبارک ظاہر

ہوئے، اور فرمایا: جا اپنے گھر والوں کو کھلا دے۔

(صحیح البخاری کتاب الصوم باب اذا جامع فی رمضان الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۵۹) (صحیح

البخاری کتاب الطہرۃ باب اذا ذهب حبه الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۵۳) (صحیح مسلم کتاب الصوم

باب شعبۂ نور: الحرانی قدس سرہ قدس سرہ کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۵۵X سن ۱۲۷۵ھ کتاب الصوم باب ما جاء في  
 كثرة الصيام حديث ۲۴۴ قدس سرہ کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۷۵X سن ۱۲۷۵ھ کتاب الصوم باب  
 كثرة ما رواه في رمضان آداب عالم پر بس ۱۰۷۱/ ۲۲۵X سن ۱۲۷۵ھ باب ما جاء في  
 الصوم باب ما جاء في كثرة من افطر في الحج ايم سعيد كنجي كراچی ص ۱۲۱X (مسند احمد بن حنبل عن ابي هريرة  
 رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم في كثرة من افطر في الحج ايم سعيد كنجي كراچی ص ۱۲۱X) (مسند الدارمی كتاب الصوم باب الذي يقع على  
 سرائه في شهر رمضان دار الفاضل للطباعة قاهرة ۱/ ۳۳۳ و ۳۳۴) (سنن الدار قطنی كتاب الصوم باب  
 انقبض للصائم حديث ۲۲۷۱/ ۲۲۹ دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۳۱۰ و ۳۰۹) (سنن الدار قطنی كتاب الصوم  
 باب انقبض للصائم حديث ۲۳۳۳/ ۲۲۲ و ۲۳۶۸/ ۲۷ دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۲۳۶ و ۲۳۷  
 ۱۳۳۱X سنن الکبری کتاب الصوم باب كفارة من اتى احله في نهار رمضان دار صادر بیروت ۲  
 (۲۲۲ و ۲۲۱)

مسلمانو! گناہ کا ایسا کفارہ کسی نے بھی نہ سنا ہوگا سوا دو من خرے سرکار سے عطا  
 ہوتے ہیں کہ آپ کھالو، کفارہ ہو گیا۔ واللہ! یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی  
 بارگاہ رحمت ہے کہ سزا کو انعام سے بدل دے، ہاں ہاں یہ بارگاہ بیکس پناہ فاو لثک  
 یبدل اللہ سیئاتهم حسنات۔ (القرآن الکریم ۲۵/ ۷۰)

(تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا۔ ت) کی خلافت  
 کبریٰ ہے،

ان کی ایک نگاہ کرم کبار کو حسنات کر دیتی ہے جب تو ارحم الراحمین جل جلالہ نے  
 گناہگاروں، خطاواروں، تباہ کاروں کو ان کا دروازہ بتایا کہ: ولو انهم اذ ظلموا  
 انفسهم جاءوك الآية۔ (القرآن الکریم ۴/ ۶۳)

گناہگار تیرے دربار میں حاضر ہو کر معافی چاہیں اور تو شفاعت فرمائے تو خدا کو  
 توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔ واللہ رب العالمین۔



شرح الاربعین النوویة 179 حدیث 9: بلا ضرورت سوال نہ کریں

یہی مضمون حدیث ۲۱: مسلم میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حدیث ۲۲: مسند بزار و معجم اوسط طبرانی میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے۔ (صحیح مسلم کتاب الصیام باب تغلیظ تحریم الجماع فی نہار رمضان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۵۵) مجمع الزوائد بحوالہ ابویعلیٰ کتاب الصیام باب فی من افطرا لیل دارالکتب بیروت ۳

(۱۶۸ و ۱۶۷/)

حدیث ۲۳: دارقطنی میں مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے ہے، ارشاد فرمایا:

کل انت و عیالک فقد کفر اللہ عنک۔  
تو اور تیرے اہل و عیال یہ خرے کھالیں کہ اللہ تعالیٰ نے تیری طرف سے کفارہ ادا کر دیا۔ (سنن الدارقطنی کتاب الصیام باب السواک للصائم حدیث ۲۳۶۱/ ۲۱ دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۳۳۸)

ہدایہ میں ہے، فرمایا: کل انت و عیالک تجزئک ولا تجزئ احد ابعدک۔  
تو اور تیرے بچے کھالیں تجھے کفارے سے کفایت کرے گا اور تیرے بعد۔ اور کسی کو کافی نہ ہوگا۔

(الہدایہ کتاب الصوم باب ما یوجب القضاء و الکفارة المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/ ۲۰۰)

سنن ابی داؤد میں امام شہاب زہری تابعی سے ہے:

انما کان هذه رخصة له خاصة ولو ان رجلا فعل ذلك اليوم لم یکن له بد من التكفیر۔

یہ خاص اسی شخص کے لئے رحمت تھی آج کوئی ایسا کرے تو کفارہ سے چارہ

نہیں۔ (سنن ابی داؤد کتاب الصیام باب من اتی بلد فی رمضان آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۲۵)

امام جلال الدین سیوطی وغیرہ علماء نے بھی اسے خصائص مذکورہ سے گناہی

الحدیث وجوہ اخر۔



## نبی کریم ﷺ کی رخصتِ خاص

حدیث ۲۴: صحیح مسلم و سنن نسائی و ابن ماجہ و مسند امام احمد میں زینت بنت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ابو حذیفہ کی بی بی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی: یا رسول اللہ! سالم (غلام آزاد کردہ ابو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) میرے سامنے آتا جاتا ہے اودہ جوان ہے ابو حذیفہ کو یہ ناگوار ہے، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ارضعی حتی یدخل علیک تم اسے دودھ پلا دو کہ بے پردہ تمہارے پاس آتا جائز ہو جائے۔ ام المومنین ام سلمہ وغیرہا باقی ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے فرمایا:

ما نزیٰ هذه الا رخصة ارضعها رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لسالم خاصة.

ہمارا یہی اعتقاد ہے کہ یہ رخصت حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خاص سالم کے لیے فرمادی تھی۔

(صحیح مسلم کتاب الرضاع فصل رضعة الکبیر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۶۹) (سنن النسائی کتاب النکاح باب رضاع الکبیر نور محمد کارخانہ کراچی ۲/ ۸۳) (سنن ابن ماجہ ابواب النکاح باب رضاع الکبیر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۴۱) (مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۳۹ سو ۲۳۹ و ۱۷۴) (مسند احمد بن حنبل حدیث سہلۃ امراۃ حذیفہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۳۵۶)

حدیث ۲۵: ابن سعد و حاکم میں بطریق عمرہ بنت عبد الرحمن خود سہلہ زوجہ ابی حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مضمون مذکور، مروی کہ انہوں نے جب حال سالم عرض کیا فامرہا ان تو وضعیہ لے حضور نے دودھ پلا دینے کا حکم فرمایا، انہوں نے دودھ پلا دیا اور سالم اس وقت مرد جوان تھے جنگ بدر میں شریک ہو چکے تھے۔ جوان آدمی

کو اول تو عورت کا دودھ پینا ہی کب حلال ہے پئے تو اس سے پسر رضاعی نہیں ہو سکتا مگر حضور نے ان حکموں سے سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مستثنیٰ فرمادیا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد ذکر سالم مولیٰ ابی حذیفہ دارصادر بیروت ۳/ ۸۶ و ۸۷)

(المسند رک للمحکم کتاب معرفۃ الصحابۃ الرضاع فی الکبیر الخ دار الفکر بیروت ۳/ ۶۱)

### ریشمی کپڑے پہننے کی اجازت

حدیث ۲۶: صحاح ستہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے:

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رخس لعبد الرحمن بن عوف

والزبد فی لبس الحریر لحکمة کانت بہا۔

یعنی عبدالرحمن بن عوف اور زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بدن میں خشک خارش تھی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں ریشمی کپڑے پہننے کی اجازت دے دی۔

.. (صحیح البخاری کتاب اللباس باب ما یرخص للرجال الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۶۸) (صحیح مسلم

کتاب اللباس باب اباحۃ لبس الحریر للرجال الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۹۳) (سنن ابی داود کتاب

اللباس باب لبس الحریر بعد ذر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۵) (سنن ابن ماجہ کتاب اللباس باب من رخس

لہ فی لبس الحریر ما یجایم سعید کہنی کراچی ص ۲۶۵) (سنن النسائی کتاب الزینۃ باب الرخصۃ فی لبس الحریر نور

محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۲۹۷) (مسند احمد بن حنبل عن انس المکتب الاسلامی بیروت ۱۲۲، ۱۲۳،

۱۹۲، ۲۱۵، ۲۵۲، ۲۵۵)

حدیث ۲۷: ترمذی و ابویعلیٰ و بیہقی میں ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے فرمایا:

یا علی لا یحل لاحد ان یجنب فی هذا المسجد غیری وغیرک۔

اے علی! میرے اور تمہارے سوا کسی کو حلال نہیں کہ اس مسجد میں بحال جنابت



علیہ وسلم اور حضور کی ازواج مطہرات و حضرت بتول زہرا اور مولا علی کو، صلی اللہ تعالیٰ علی الحسین وعلیہم وسلم۔ سن لو میں نے تم سے صاف بیان فرمادیا کہ کہیں بہک نہ جاؤ (یہ طبرانی کی روایت ہے۔ ت)

(المعجم الکبیر عن ام سلمة رضی اللہ عنہا حدیث ۸۸۳ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۳ / ۳۷۴) (السنن الکبیر کتاب النکاح باب دخول المسجد جنبا دار صادر بیروت ۷ / ۶۵) (تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۵۰۲۹ علی ابن ابی طالب دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۵ / ۱۰۸)

### حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطاے خاص

حدیث ۳۰: صحیحین میں براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

نہانا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن خاتم الذهب۔

ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا۔

(صحیح مسلم کتاب اللباس باب تحریم استعمال اناؤ الذهب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲)

(صحیح البخاری کتاب اللباس باب خواتیم الذهب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ / ۸۷۱)

بایں ہمہ خود براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ انگشتری طلائی پہنتے۔ ابن ابی شیبہ نے بسند صحیح ابوالحق اسفرائینی سے روایت کی:

قال رأيت علي البراء خاتما من ذهب۔ وروى نحوه البغوي في الجعدیات عن شعبة عن ابي اسحق۔ فرمایا: میں نے براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سونے کی انگوٹھی پہنے دیکھا۔ (ایسے ہی بغوی نے جعدیات میں شعبہ سے انہوں نے ابی اسحق سے روایت کیا۔)

(المصنف لابن ابی حنیہ کتاب اللباس الخ نمبر ۶۲ حدیث ۲۵۱۳۲ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۵ / ۱۹۵) امام احمد مسند میں فرماتے ہیں:

حدثنا ابو عبد الرحمن ثنا ابو رجاء ثنا محمد بن مالك قال رأيت

على البراء خاتماً من ذهب وكان الناس يقولون له لم تختتم بالذهب وقد نهي عنه النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وبين يديه غنيمه يقسمها سبي وخرثي قال فقسبها حتى بقي هذا الخاتم فرفع طرفه فنظر الى اصحابه ثم خفض ثم رفع طرفه ثم خفض ثم رفع طرفه، فنظر اليهم قال اي براء فجمته حتى قعدت بين يديه فاخذ الخاتم فقبض على كرسوعى ثم قال خذ البس ما كساك الله ورسوله.

یعنی محمد بن مالک نے کہا میں نے براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سونے کی انگٹھی پہنے دیکھا لوگ ان سے کہتے تھے آپ سونے کی انگٹھی کیوں پہنتے ہیں حالانکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے ممانعت فرمائی ہے۔ براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے حضور کے سامنے اموال غنیمت غلام و متاع حاضر تھے حضور تقسیم فرما رہے تھے سب اونٹ بانٹ چکے یہ انگٹھی باقی رہ گئی حضور نے نظر مبارک اٹھا کر اپنے اصحاب کرام کو دیکھا پھر نگاہ نیچی کر لی پھر نظر اٹھا کر ملاحظہ فرمایا پھر نگاہ نیچی کر لی پھر نظر اٹھا کر دیکھا اور مجھے بلایا اے براء! میں حاضر ہو کر حضور کے سامنے بیٹھ گیا سید اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انگٹھی لے کر میری کلائی تھامی، پھر فرمایا پہن لے جو کچھ تجھے اللہ و رسول پہناتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ (مسند احمد بن حنبل حدیث البراء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۲۹۴)

براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے: تم لوگ کیونکر مجھے کہتے ہو کہ میں وہ چیز اتار ڈالوں جسے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لے پہن لے جو کچھ اللہ و رسول نے پہنایا، جل جلالہ، و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

## حضور انا سے غیوب صلی اللہ علیہ وسلم کی غیبی خبر

حدیث ۳۱: دلائل النبوة بیہقی میں بطریق الحسن مروی، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سراقہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

کیف بك اذا البست سوارى كسرى۔

وہ وقت تیرا کیسا وقت ہوگا جب تجھے کسری بادشاہ ایران کے کنگن پہنائے جائیں گے۔

جب ایران زمانہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں فتح ہوا اور کسری کے کنگن، کمر بند، تاج خدمت و فاروقی میں حاضر کئے گئے امیر المومنین نے انہیں پہنائے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا:

اللہ اکبر الحمد للہ الذی سلخہما کسری بن ہرمز والبسہما سراقۃ الاعرابی۔

اللہ بہت بڑا ہے سب خوبیاں اللہ کو جس نے یہ کنگن کسری بن ہرمز سے چھینے اور سراقہ دہقانی کو پہنائے۔ (دلائل النبوة للبیہقی باب قول اللہ عزوجل وعد اللہ الذین امنوا الخ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/۳۲۵ و ۳۲۶)

قال العلامة الزرقانی لیس فی هذا استعمال الذهب وهو حرام لانہ انما فعلہ تحقیقا لمعجزة الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من غیر ان یقرہا فانہ رؤی انہ امرہ فنزعہما وجعلہما فی الغنیمة ومثل هذا لا یعد استعمالاً۔ علامہ زرقانی نے فرمایا اس سے سونے کو استعمال کرنا لازم نہیں آیا حالانکہ وہ حرام ہے، کیونکہ امیر المومنین کا یہ فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزہ کی تحقیق کے لئے تھا، اس فعل کو برقرار نہیں رکھا۔ مروی ہے کہ آپ نے سراقہ کو حکم دیا کہ وہ کنگن اتار دیے اور آپ نے انہیں مال غنیمت میں شامل فرما دیا



اور اس کو استعمال شمار نہیں کیا جاتا۔

(شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الثامن الفصل الثالث دار المعرۃ بیروت)

(۲۰۸/)

اقول: رجمك الله من فاضل كبير الشان المما المعجزۃ العجزة صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بانه سوارى كسرى فاما تحقيقا بلبسه واما حرام اللبس ومن شرط الحرمة اللبس فالواضح ما جئنا اليه من ان هذا ترخيص وتخصيص من النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لسراقة ولم يكن في الحديث ما يدل على التملك ففعل امير المؤمنين ما ارشد اليه الحديث ثم ردها مردها۔ میں کہتا ہوں اسے فاضل کبیر الشان، اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، معجزہ تور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس بات کی خبر دینا ہے کہ سراقة کسری کے کنگن پہنے گا۔ چنانچہ اس کا تحقق تو ان کے کنگن پہننے سے ہو گیا، اور بے شک حرام پہننا ہے اور حرمت کی شرط لبث ہے۔ پس واضح ہے کہ یہ سراقة کے لئے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف رخصت و تخصیص ہے۔ اور حدیث میں تملیک پر دلالت نہیں چنانچہ امیر المومنین نے وہ کام کای جس کی طرف حدیث نے راہنمائی فرمائی، پھر ان کنگنوں کو ان کی جگہ کی طرف لوٹا دیا۔

حدیث ۳۲: طبقات ابن سعد میں منذر ثوری سے ہے امیر المومنین علی و حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں کچھ گفتگو ہوئی طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا آپ نے (اپنے بیٹے محمد بن حنفیہ ابوالقاسم) کا نام بھی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پر رکھا اور کنیت (ع) بھی حضور کی، حالانکہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے جمع کرنے سے منع فرمایا ہے امیر المومنین کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے ایک جماعت قریش کو بلا کر گواہی دلوائی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امیر المومنین سے ارشاد فرمایا تھا:

سرکارِ منجلیہ کا علم غیب

مسئول لک بعدی غلام فقد نحلته اسمی و کنیتہ ولا نحل لاحد

من امتی بعدہ۔

عقرب میرے بعد تمہارے ہاں ایک لڑکا ہوگا میں نے اسے اپنے نام و کنیت

دونوں عطا فرمائے اور اس کے بعد میرے کسی اور امتی کو حلال نہیں۔

شیخ محقق کے مدنی پھول

ع: شیخ محقق اشعۃ للمعات میں فرماتے ہیں:

علماء را دریں مسئلہ اقوال ست و قول صواب ازین مقالات آنست کہ تسمیہ بنام شریف وے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جائز بلکہ مستحب ست و کنیہ بکنیت وے اگرچہ بعد از زمان قوی تر و سخت تر بود و بچنین جمع کردن میان نام و کنیت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ممنوع بطریق اولیٰ و آنکہ علی مرتضیٰ کرد مخصوص بود بوے رضی اللہ تعالیٰ عنہ و غیر اورا جائز نبود <sup>۱</sup> اھ لکن فی التئویر من کان اسمہ محمد لا باس بان یکنی ابوالقاسم اھ <sup>۲</sup>۔ وعللہ فی الدر <sup>۳</sup>۔ بنسخ النہی محتجا بفعل علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اس مسئلہ میں علماء کے مختلف اقوال ہیں، درست قول اس سلسلہ میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پر نام رکھنا جائز بلکہ مستحب ہے۔ اور آپ کی کنیت کے ساتھ کنیت رکھنا اگرچہ آپ کے وصال کے بعد ہو سخت منع ہے اور اسی طرح آپ کے نام اور کنیت کو جمع کرنا بطریق اولیٰ ممنوع ہے۔ اور وہ جو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا ہے وہ انکی خصوصیت ہے، انکے غیر کو ایسا کرنا جائز نہیں اھ۔ لیکن تنویر میں ہے کہ جس کا نام محمد ہو اس کے لیے ابوالقاسم کنیت رکھنے میں کوئی حرج نہیں اھ اور درمیں نسخ نہیں کے ساتھ اسکی علت بیان کی گئی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فعل سے استدلال کرتے ہوئے۔



اور طحاوی اور حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے سنن میں اور ضیاء نے مختارہ میں مولانا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

(۱) لے الطبقات الکبریٰ لابن سعد من حذو الطبری عن روى عن عثمان وعلی الخ دارصادر بیروت ۵  
/ (۹۱ و ۹۲) (۲) مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱ / ۹۵) (سنن ابی داود  
کتاب الادب باب فی الرخصة فی الجمع بینہما آفتاب عالم پریس ۲ / ۳۲۳) (سنن الترمذی کتاب الادب  
باب ماجاء فی کراہیۃ الجمع بین الاسماء النبی وکنیہ حدیث ۲۸۵۲ دار الفکر بیروت ۳ / ۳۸۴) (المستدرک  
للحاکم کتاب الادب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تموا باسمی ولا تکنوا بکنیتی دار الفکر بیروت ۴  
/ ۲۷۸) (السنن الکبریٰ کتاب النکاح باب ماجاء من الرخصة الخ دارصادر بیروت ۹ / ۳۰۹) (شرح  
معانی الآثار کتاب الکرمیۃ باب الکفی بآب القاسم الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲ / ۴۳۲) (مسند ابو یعلیٰ عن علی رضی  
اللہ عنہ حدیث ۲۹۸ موسسۃ علوم القرآن بیروت ۱ / ۱۸۳) (الضیاء المختارۃ ۲ / ۳۴۳)

### امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کرم خاص

حدیث ۳۳: صحیح بخاری و ترمذی و مسند احمد بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما  
سے ہے غزوہ بدر میں حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زوجہ  
امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیمار تھیں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے  
انہیں مدینہ طیبہ میں شاہزادی کی تیمارداری کے لیے ٹھہرنے کا حکم دیا اور فرمایا:

ان لك اجر رجل من شهد بدراً وسهبه۔

بیشک تمہارے لئے حاضران بدر کے برابر ثواب اور حاضری کے مثل غنیمت کا

حصہ ہے۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مناقب عثمان قدیمی کتب خانہ  
کراچی ۱ / ۵۲۳) (سنن الترمذی کتاب المناقب باب عثمان بن عفان حدیث ۳۷۲۶ دار الفکر بیروت ۵  
/ ۳۹۵) (مسند احمد بن حنبل عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲ / ۱۰۱)

یہ خصوصیت حضرت عثمان کو عطا فرمادی حالانکہ جو حاضر جہاد نہ ہو غنیمت میں اس کا حصہ نہیں۔

سنن ابوداؤد میں انہیں سے ہے:

فَضْرَبَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَهْمٍ وَلَمْ يَضْرِبْ لِأَحَدٍ غَابٍ غَيْرَهُ.

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لیے حصہ مقرر فرمایا اور ان کے سوا کسی غیر حاضر کو حصہ نہ دیا۔

(سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب فی من جاء بعد الغنیمۃ الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۸)

حدیث آئندہ کتاب الفتوح میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن پر صوبہ دار کر کے بھیجا ان سے ارشاد فرمایا: میں نے تمہارے لئے رعایا کے ہدایا طیب کر دئے اگر کوئی چیز تمہیں ہدیہ دی جائے قبول کر لو۔ عبید بن صخر کہتے ہیں جب معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس آئے تیس غلام لائے کہ انہیں ہدیہ دیے گئے، حالانکہ عاملوں کو رعایا سے ہدیہ لینا حرام ہے۔ (الاصابة فی تمیز الصحابة بحوالہ سیف فی الفتوح، ترجمہ ۷۸۰۳ معاذ بن جبل دار الفکر بیروت ۵/ ۱۵۴)

مسند ابویعلیٰ میں حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

هَدَايَا الْعَمَالِ حَرَامٌ كُلُّهَا.

عاملوں کے سب ہدائے حرام ہیں۔

(کنز العمال بحوالہ عن حذیفہ حدیث ۱۵۰۶۸ مؤسسة الرسالة بیروت ۶/ ۱۱۲)

مسند احمد و سنن بیہقی میں اب وحمزہ ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: هَدَايَا الْعَمَالِ غُلُولٌ.

عالموں کے ہدیے خیانت ہیں۔ (مسند احمد بن حنبل حدیث ابی حمید الساعدی المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۴۲۴) (السنن الکبریٰ للبیہقی کتاب آداب القاضی باب لا یقبل منه ہدیۃ دار صادر بیروت ۱۰/ ۱۳۸) (کنز العمال حدیث ۱۵۰۶۷ مؤسسة الرسالہ بیروت ۶/ ۱۱۱)

### دھوکے سے نجات

حدیث ۳۴: صحیحین میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے کہ ایک شخص (یعنی حبان بن منقذ بن عمرو انصاری یا ان کے والد منقذ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے) سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میں فریب کھا جاتا ہوں (یعنی لوگ مجھ سے زیادہ قیمت لے لیتے ہیں) فرمایا:

من بايعت فقل لا خلافة ۲۔ زاد الحمیدی فی مسندہ ثم انت بالخيار ثلثا ۳۔

جس سے خریداری کرو کہہ دیا کرو فریب کی نہیں سہی۔ حمیدی نے اپنی مسند میں اتنا اضافہ کیا: پھر تمہیں تین دن تک اختیار ہے (اگر نا موافق پاؤ بیع رد کر دو)

(۱) صحیح البخاری کتاب البیوع باب ما یکرہ الخداع فی البیع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۸۴) (صحیح البخاری کتاب فی الاستقراض باب ما یمنی عن اضلۃ المال قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۲۴) (صحیح البخاری فی الخصومات باب من رد امر السفیہ والضعیف العقل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۲۵) (صحیح مسلم کتاب البیوع باب من یخدع فی البیع قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷) (کنز العمال عن عبداللہ بن عمر حدیث ۹۹۶۲ مؤسسة الرسالہ بیروت ۴/ ۱۵۵) (المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الرد علی ابی حنیفہ حدیث ۳۱۷۳۱۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۷/ ۳۰۵) (مسند حمیدی ۲/ ۷۴)

### سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر کرم خاص

یہی مضمون حدیث ۳۵ سنن اربعہ میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے و ذکر قصۃ ولم یذکر الزیادۃ (قصے کا ذکر کیا گیا اور زیادتی کا ذکر نہ کیا گیا۔)



امام نووی شرح مسلم شریف میں فرماتے ہیں : امام ابو حنیفہ و امام شافعی اور روایت اصح میں امام مالک و غیر ہم ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک غبن باغث اختیار نہیں کتنا ہی غبن کھائے بیع کو رد نہیں کر سکتا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس حکم سے خاص انہیں کو نواز ا تھا اوروں کے لیے نہیں، یہی قول صحیح ہے۔

(شرح صحیح مسلم مع صحیح مسلم کتاب البیوع باب من یخدر فی البیع قدیمی کتب خانہ کراچی ۷/۲) حدیث ۳۶: مشہور میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز عصر کے بعد نماز سے ممانعت فرمائی۔ فیہ عن عمر و عن ابی ہریرۃ و عن ابی سعید بن الخدري کلہا فی الصحیحین و عن معاویۃ فی صحیح البخاری ۲ و عن عمرو بن عنبسۃ فی صحیح مسلم للرضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

اس بارے میں حضرت عمر، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید خدری سے صحیحین میں مروی ہے اور حضرت معاویہ سے صحیح بخاری میں اور حضرت عمرو بن عنبسہ سے صحیح مسلم میں مروی ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم (ت)۔

(۱۔ صحیح البخاری کتاب مواقیات الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ بعد الفجر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۸۲) صحیح البخاری کتاب مواقیات الصلوٰۃ باب لا تحری الصلوٰۃ قبل غروب الشمس قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۸۲) صحیح البخاری، کتاب مواقیات الصلوٰۃ باب من یکرہ الصلوٰۃ الا بعد العصر و الفجر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۸۳) صحیح مسلم کتاب صلوٰۃ المسافرین باب الاوقات التي نمی عن الصلوٰۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۷۵) صحیح البخاری کتاب مواقیات الصلوٰۃ باب لا تحری الصلوٰۃ بعد غروب الشمس قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۸۳) صحیح مسلم کتاب المسافرین باب الاوقات التي نمی عن الصلوٰۃ

قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۷۶)

خود ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اس ممانعت کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں رواہ ابو داؤد فی سننہ (ابو داؤد نے اپنی سنن

میں اس کو روایت کیا۔)

( سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ بعد العصر آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۸۱ )

یا نہمہ ام المؤمنین عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھا کرتیں:

رواہ الشیخان عن کریب عن ابن عباس وعبدالرحمن بن ازھر  
والمسور بن مخرمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم انہم ارسلوہ الی عائشۃ زوج  
النہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقالوا اقرء علیہا السلام منا جمیعاً  
وسلہا عن الرکعتین بعد العصر وقل لہا بلغنا انک تصلینہا وان  
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہی عنہا۔

اس کو بخاری و مسلم نے بحوالہ کریب حضرت ابن عباس بن عبدالرحمن بن ازھر  
اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا، ان تینوں نے کریب کو ام المؤمنین  
زوجہ رسول سیدہ عائشہ صدیقہ کے پاس بھیجا کہ انہیں ہمارا سلام کہیں اور ان سے نماز  
عصر کے بعد والی دو رکعتوں کے بارے میں پوچھو اور ان سے عرض کرو کہ ہمیں یہ  
اطلاع ملی ہے کہ آپ وہ پڑھتی ہیں جالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان  
سے منع فرمایا ہے۔

( صحیح البخاری کتاب التہجد باب اذا کلم وهو یصلی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱  
/ ۱۶۳ و ۱۶۵ ) ( صحیح مسلم کتاب صلوٰۃ المسافرین باب الاوقات ان انہی عن الصلوٰۃ قدیمی کتب خانہ کراچی  
۱ / ۲۷۷ ) ( مشکوٰۃ المسانج بحوالہ متفق علیہ کتاب الصلوٰۃ باب الاوقات انہی قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۹۴ )

علماء فرماتے ہیں یہ ام المؤمنین کی خصوصیت تھی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
نے ان کے لئے جائز کر دیا تھا۔

قالہ الامام الجلیل خاتم الحفاظ السیوطی فی انموزج البیب ثم  
الزرقانی فی شرح المواہب۔

امام جلیل خاتم الحقاظ سیوطی علیہ الرحمۃ نے النموذج اللیب میں پھر زرقانی نے

شرح المواہب میں بیان کیا۔ (شرح الزرقانی علی المواہب اللدیۃ)

چچا زاد بہن ضباعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے اجازت خاصہ

حدیث ۳۷: صحیحین و مسند احمد و سنن نسائی و صحیح ابن حبان میں ام المؤمنین

صدیقہؓ اور حدیث ۳۸ احمد و مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و ابن حبان میں

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حدیث ۳۹ احمد و ابن ماجہ و ابن خزیمہ و ابونعیم و بیہقی

میں ضباعہؓ بنت زبیر اور حدیث ۴۰ بیہقی و ابن مندہ میں بطریق ہشام عن ابی

الزبیر حضرت جابر بن عبداللہؓ اور حدیث ۴۱ احمد و ابن ماجہ و طبرانی میں جدہؓ ابی

بکر بن عبداللہ بن زبیر یعنی اسماء بنت صدیق یا سعدی بنت عوف اور حدیث طبرانی

میں حضرت عبداللہؓ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم اپنی چچا زاد بہن ضباعہ بنت زبیر بن عبدالمطلب کے پاس تشریف لے گئے

اور فرمایا: حج کا ارادہ ہے؟ عرض کی: یا رسول اللہ! واللہ میں تو اپنے آپ کو بیمار پاتی

ہوں (یعنی گمان ہے کہ مرض کے باعث ارکان ادا نہ کر سکوں پھر احرام سے کیونکر باہر

آؤں گی)۔ فرمایا: اہلی و اشترطی ان محلی حیث جستی۔ احرام باندھ اور نیت میں یہ شرط

لگا لے کہ جہاں تو مجھے روکے گا وہیں میں احرام سے باہر ہوں۔

(صحیح البخاری کتاب النکاح باب الکفای فی الدین قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۲) (صحیح

مسلم کتاب الحج باب اشراط الحرم لقتل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۸۵) (مسند احمد بن حنبل عن عائشہ

رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۲۰۲) (سنن النسائی کتاب مناسک الحج الاشراط فی الحج نور محمد

کارخانہ کراچی ۲/ ۱۹) (موارد النظم کتاب الحج الاشراط فی الاحرام حدیث ۱۹۷۳ المطبعة السلفیہ

ص ۲۳۲) (مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۳۳۷) (صحیح مسلم

کتاب الحج باب اشراط الحرم لقتل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۸۵) (سنن الترمذی کتاب الحج حدیث

۹۴۹ دارالفکر بیروت ۲/ ۲۷۸) (سنن ابی داؤد کتاب المناسک باب الاشراف فی الحج آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۴۷) (سنن النسائی کتاب مناسک الحج الاشراف فی الحج نور محمد کارخانہ کراچی ۲/ ۱۹) (سنن ابن ماجہ ابواب المناسک باب الشرط فی الحج ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۱۷) (مسند احمد بن حنبل حدیث ضلع بنت الزبیر المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۳۶۰ و ۳۲۰) (سنن ابن ماجہ ابواب المناسک باب الشرط فی الحج ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۱۷) (صحیح ابن خزیمہ کتاب المناسک باب اشتراط من بہ علة الحج المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۱۲۳) (السنن الکبریٰ کتاب الحج باب استثناء فی الحج دارصادر بیروت ۵/ ۲۲۱ و ۲۲۲) (کنز العمال بحوالہ م، د، ت، ن، ح، حدیث ۱۳۳۲۸ موسسة الرسالہ بیروت ۵/ ۱۲۲) (السنن الکبریٰ کتاب الحج باب الاستثناء فی الحج دارصادر بیروت ۵/ ۲۲۲) (مسند احمد بن حنبل عن اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۳۴۹) (سنن ابن ماجہ ابواب المناسک باب الشرط فی الحج ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۱۷) (المعجم الکبیر عن اسماء بنت ابی بکر حدیث ۲۳۳ المکتبة الفیصلیة بیروت ۲۳/ ۸۷) (المعجم الکبیر عن مبلغة بنت الزبیر المکتبة الفیصلیة بیروت ۲۳/ ۳۳۲ و ۳۳۳) (مجمع الزوائد بحوالہ ابن عمر کتاب الحج باب الاشراف فی الحج دارالکتاب بیروت ۳/ ۲۱۸)

نسائی نے زائد کیا: فان لك على ربك ما ستثنيته ۵۔

تمہارا یہ استثناء تمہارے رب کے یہاں مقبول رہے گا۔

( ۵ سنن النسائی کتاب مناسک الحج باب الاشراف فی الحج نور محمد کارخانہ کراچی ۲/ ۱۹ )

ضباعہ نے زائد کیا کہ فرمایا:

فان حبست او مرضت فقد حلت من ذلك بشرطك على ربك

عزوجل۔

اب اگر تم حج سے روکی گئیں یا بیمار پڑیں تو اس شرط کے سبب جو تم نے اپنے رب عزوجل پر لگائی ہے احرام سے باہر ہو جاؤ گی۔

(مسند احمد بن حنبل حدیث ضلع بنت الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۳۲۰)

ہمارے آئمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں: یہ ایک اجازت تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں عطا فرمادی ورنہ نیت میں ایسی شرط اصلاً مقبول و معتبر نہیں۔ بل وافقنا علی اختصاصہ ببعض الشافعیۃ کا لفظابی ثم الرویانی کما فی عمدۃ القاری<sup>۱</sup> للامام العینی من باب الاحصار۔ بلکہ اس حکم کے اس صحابہ کے ساتھ مختص ہونے پر بعض شوافع بھی ہمارے ساتھ متفق ہیں، مثلاً خطابی پھر رویانی جیسا کہ عمدۃ القاری نے باب الاحصار میں امام عینی نے ذکر فرمایا۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری باب الاحصار فی الحج تحت الحدیث ۳۸۶/۱۸۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۸/۱۰)

حتی کہ حدیث ۴۳ مسند امام احمد میں بسند ثقات رجال صحیح مسلم ہے:

حدثنا محمد بن جعفر ثنا شعبۃ عن قتادة عن نصر بن عاصم عن رجل منهم رضي الله تعالى عنه انه اتى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فاسلم على انه لا يصلي الا صلوتين فقبل ذلك منه۔<sup>۲</sup>  
یعنی ایک صاحب خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر اس شرط پر اسلام لائے کہ صرف دو ہی نمازیں پڑھا کروں گا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبول فرمالیا۔ (مسند احمد بن حنبل حدیث رجال من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم المکتب الاسلامی بیروت ۵/۲۵ و ۳۶۳)

ان کے سوا امام جلیل جلال سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب مستطاب النموذج اللیب فی خصائص الحبیب<sup>۳</sup> صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، میں ایک مجمل فہرست میں نو واقعوں کے اور پتے دئے ہیں کہ فقیر نے ان تین کی طرح یہ بھی ترک کر دئے لوجوۃ یطول ایرادھا واللہ الحمد علی تواتر الائمہ۔ (بعض ایسی وجوہ کی بنا پر کہ انکا ذکر طوالت کا باعث ہے اور اللہ ہی کیلئے تمام تعریفیں اسکی متواتر نعمتوں پر) ۴۳ حدیثیں یہ اور ۸ حدیثیں دربارہ تحریم مدینہ طیبہ جملہ اکاون احادیث ہیں جن میں

بہت از روئے اسناد بھی خاص مقصود رسالہ کے مناسب تھیں اور بحیثیت تذلیل و ہابیہ و تفصیل و تجہیل امام الوہابیہ تو سب ہی مقصود عالم رسالہ کے ملائم ہیں انہیں بھی گنے تو شمار احادیث یہاں تک ایک سو چھیا نوے ہو۔

(۱) نمونہ للیب فی خصائص الحبيب صلى الله تعالى عليه وسلم  
مگر ہمارے نبی کریم رؤف ورحیم علیہ وعلی آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا ہے:

ان الله كتب الاحسان على كل شيء فاذا قتلتم فاحسنوا القتلة  
واذا ذبحتم فاحسنوا الذبحة۔ احمد اب والستة الا البخارى عن شداد  
بن اوس رضى الله تعالى عنه۔

بیشک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان کرنا مقرر فرمادیا ہے تو جب تم کسی کو قتل کرو  
تو قتل میں بھی احسان برتو اور ذبح کرو تو ذبح میں بھی احسان برتو۔ (احمد اور صحاح ستہ  
نے) (علاوہ بخاری کے) شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

(۱) صحیح مسلم کتاب الصيد باب الامر باحسان الذبح قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۵۲) (سنن  
النسائی کتاب الفحایا باب حسن الذبح نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۲۰۹) (سنن الترمذی کتاب  
الذبیات حدیث ۱۳۱۴ دار الفکر بیروت ۳/ ۱۰۵) (سنن ابن ماجہ ابواب الذبائح باب اذا ذبحتم فاحسنوا الذبح  
ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۳۶) (سنن ابی داؤد کتاب الفحایا باب فی الذبح بالذبیحۃ آفتاب عالم پریس  
لاہور ۲/ ۳۳) (مسند احمد بن حنبل حدیث شداد بن اوس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴  
/ ۱۲۵۵۱۲۳)

۔ ولہذا میرا خامہ تیغبار مجیدی شکار اپنے مقتولین مخذولین مذہوحین مقبوحین حضرات  
وہابیہ پر احسان کے لیے یہ پچاسا شمار سے الگ رکھتا اور بتوفیق اللہ تعالیٰ آگے صرف  
وہ بعض احادیث کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف جلال احکام تشریعیہ کی



صریح استادوں پر مشتمل اور وہ کہ ان دلائل تفویض احکام بحضور سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی مؤید و مکمل ہیں لکھتا ہے ان میں مؤیدات تفویض کی تقویم کیجئے کہ اس بحث کا سلسلہ مسلسل رہے وباللہ التوفیق۔

حدیث (۴۴) ۱۴۶: حدیث صحیح جلیل سنن ابی داود و سنن ابن ماجہ و مسند امام طحاوی و معجم طبرانی و معرفت بیہقی کلہم بطریق منصور بن المعمر عن ابراہیم التیمی عن عمرو بن میمون عن ابی عبد اللہ الجذلی عن خزیمہ بن ثابت الا بن ماجہ فعن سفیان عن ابیہ عن ابراہیم التیمی عن عمرو بن میمون عن خزیمہ کہ حضرت ذوالشہادتین خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

جعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم للمسافر ثلثاً ولو مضى السائل على مسألتہ لجعلها خمساً۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسافر کے لئے مسح موزہ کی مدت تین رات مقرر فرمائی، اور اگر مانگنے والا مانگتا رہتا تو ضرور حضور پانچ راتیں کر دیتے۔ یہ ابن ماجہ کی روایت ہے۔ (سنن ابن ماجہ ابواب الطہارۃ باب ما جاء فی التوقیت فی المسح للمقیم والمسافر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۴۲)

اور روایت ابی داود اور ایک روایت معانی الآثار ابی جعفر اور ایک روایت بیہقی میں ہے: فرمایا:

ولو استزدنا لزا حداً۔

اور اگر ہم حضور سے زیادہ مانگتے تو حضور مدت اور بڑھا دیتے۔

(سنن ابی داود کتاب الطہارۃ باب التوقیت فی المسح آفتاب عالم پریس لاہور ص ۲۱) (شرح

معانی الآثار کتاب الطہارۃ باب المسح علی الخنثین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۶۱) (سنن الکبیری للبیہقی کتاب الطہارۃ باب ما ورد فی ترک التوقیت دار صادر بیروت ۱/ ۲۷۷)

دوسری روایت طحاوی میں ہے:

عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انه جعل المسح علی الخفین للمسافر ثلاثة ايام ولیا لیلین وللمقیم یوماً ولیلۃً ولو اطنّب له السائل فی مسألته لزیادۃ۔<sup>۱</sup>

بیشک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسح موزہ کی مدت مسافر کے لیے تین رات دن اور مقیم کے لیے ایک رات دن کر دی، اور اگر مانگنے والا مانگے جاتا تو حضور افور زیادہ مدت عطا فرماتے۔

(۱) شرح معانی الآثار کتاب الطہار باب المسح علی الخفین الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۱)

بیہقی کی روایت اخڑائی یوں ہے:

وایم اللہ لو مضی السائل فی مسألته لجعلها خمساً۔<sup>۲</sup>  
اگر سائل عرض کئے جاتا تو حضور مدت کے پانچ دن کر دیتے۔

(۲) السنن الکبریٰ للبیہقی کتاب الطہارۃ باب ماورد فی ترک التوقیت دار صادر بیروت ۱/۲۷۷)

یہ حدیث بلاشبہ صحیح السند ہے اس کے سب رواۃ اجلہ ثقات ہیں۔ لاجرم امام ترمذی نے اسے روایت کر کے فرمایا: ہذا حدیث حسن صحیح۔<sup>۳</sup>

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (۳) سنن الترمذی ابواب الطہارۃ باب ما جاء فی المسح علی الخفین

حدیث ۹۵ دار الفکر بیروت ۱/۱۵۲)

نیز امام الشان یحییٰ بن معین سے نقل کیا کہ حدیث صحیح ہے۔ وهو ان لم

یذكر الزیادة فانما المخرج المخرج والطریق طریق حیث قال جدثنا قتیبة نابو عوانة عن سعید بن مسروق عن ابراہیم التیمی عن عمرو بن میمون عن ابی عبد اللہ الجدلی عن خزیمہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔<sup>۴</sup>

امام ترمذی نے اگرچہ زیادت کو ذکر نہیں کیا مگر مخرج بھی وہی ہے اور طریق بھی وہی ہے، اس لئے کہ فرمایا ہمیں حدیث بیان کی تفتیہ نے انہوں نے ہمیں حدیث بیان کی ابو عوانہ سے انہوں نے سعید بن مسروق سے انہوں نے ابراہیم تیمی سے انہوں نے عمرو بن میمون سے انہوں نے ابو عبد اللہ جدلی سے انہوں نے خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے۔  
(کے سنن الترمذی ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی المسح علی الخفین حدیث ۹۵ دار الفکر بیروت ۱/ ۱۵۲)

وقد اطلال الامام ابن دقیق العید الکالم فی تقویۃ هذا الحدیث والذات (ع) عنہ فی کتابہ الامام واثرة الامام الزیلعی فی نصب الراية فراجعہ ان شئت۔ امام ابن دقیق العید نے اس حدیث کی تقویت میں اپنی کتاب الامام میں خوب لمبی گفتگو فرمائی ہے، اور امام زیلعی نے نصب الراية میں ان کی پیروی کی ہے۔ (ت) (کے نصب الراية کتاب الطہارۃ باب المسح علی الخفین المکتبۃ النوریۃ رضویہ پبلشنگ لاہور ۱/ ۲۳۵ تا ۲۳۲)

اقول: یہ حدیث صحیح حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تفویض و اختیار میں نص صریح ہے ورنہ یہ کہنا اور کہنا بھی کیسا مؤکد بقسم کہ واللہ سائل مانگے جاتا تو حضور پانچ دن کر دیتے اصلاً گنجائش نہ رکھتا تھا کمالاً تخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) اور یہاں جزم خصوص بے جزم عموم نہ ہوگا کہ اس خاص کی نسبت کوئی خبر خاص تخییر ارشاد نہ ہوئی تھی تو جزم کا منشاء وہی کہ حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم تھا کہ احکام سپرد اختیار حضور سید الانام ہیں علیہ و علی آلہ افضل الصلوٰۃ والسلام۔

امت پر شفقت

حدیث ۱۲۷: مالک و احمد و بخاری و مسلم و نسائی و ابن ماجہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لولا ان اشق علی امتی لامرهم بالسواک عند کل صلوٰۃ۔

( صحیح البخاری، کتاب الجمعة باب السواک يوم الجمعة قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ / ۲۵۹، ۱۲۲ / صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب السواک قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ / ۱۲۸ ) (سنن النسائی کتاب الطہارۃ الرخصة فی السواک نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱ / ۶) (سنن ابن ماجہ ابواب الطہارۃ باب السواک ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۵) (مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ المکتب الاسلامی بیروت ۲ / ۲۳۵، ۲۵۰، ۲۵۹، ۲۸۷، ۳۹۹، ۴۰۰) (موطا امام مالک کتاب الطہارۃ ماجاء فی السواک میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۵۰)

اگر مشقت امت کا خیال نہ ہوتا تو میں ان پر فرض فرمادیتا کہ ہر نماز کے وقت مسواک کریں۔

علماء فرماتے ہیں یہ حدیث متواتر ہے قالہ فی التیسیر وغیرہ (تیسیرؒ وغیرہ میں اسے بیان کیا گیا۔ ت) (تیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث لولا ان اشق علی امتی الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲ / ۳۱۳)

احمد و نسائی نے انہیں سے بسند صحیح یوں روایت کی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لولا ان اشق علی امتی لامرهم عند کل صلوٰۃ بوضوء او مع کل وضوء بسواک۔

امت پر دشواری کا لحاظ نہ ہو تو میں ان پر فرض کر دوں کہ ہر نماز کے وقت وضو کریں اور ہر وضو کے ساتھ مسواک کریں۔

( سنن النسائی کتاب الطہارۃ الرخصة فی السواک نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱ / ۶ ) (مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲ / ۲۵۹)

اقول: امر دوم دو قسم ہے حتمی جس کا حاصل ایجاب اور اس کی مخالفت معصیت،

وذلك قوله تعالى فليحذر الذين يخالفون عن امره۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ اللہ تعالیٰ کے امر کی مخالفت کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے۔ (ت)

( القرآن الکریم ۲۳/۶۳ )

دوسرا ندبی جس کا حاصل ترغیب اور اس کے ترک میں وسعت، وذلك قوله صلى الله تعالى عليه وسلم امرت بالسواك حتى خشيت ان يكتب علي احمد بن واثله بن الاسقع رضى الله تعالى عنه بسند حسن۔ اور وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد کہ مجھے مسواک کا حکم دیا گیا ہے یہاں تک کہ مجھے ڈر ہوا کہ کہیں مجھ پر فرض نہ ہو جائے۔ اس کو امام احمد نے واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (ت)

( سند احمد بن حنبل حدیث واثلہ بن الاسقع المکتب الاسلامی بیروت ۲/۴۹۰ )

امر ندبی تو یہاں قطعاً حاصل ہے تو ضروری نفی حتمی کی ہے، امر حتمی بھی دو قسم ہے ظنی جس کا مفاد وجوب اور قطعی جس کا مقتضی فرضیت، ظنیت خواہ من جہۃ الرویۃ یا من جہۃ الدلالة ہمارے حق میں ہوتی ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علوم سب قطعی یقینی ہیں جن کے سراپردہ عزت کے گرد ظنوں کو اصلاً بار نہیں تو قسم واجب اصطلاحی حضور کے حق میں متحقق نہیں وہاں یا فرض ہے یا مندوب، نص علیہ الامام المحقق حیث اطلق فی الفتح (اس پر محقق امام علیہ الرحمہ نے فتح میں نص فرمائی ہے۔ (ت)

اب واضح ہو گیا کہ ان ارشادات کریمہ کے قطعاً یہی معنی ہے کہ میں چاہتا تو اپنی امت پر ہر نماز کے لیے تازہ وضو اور ہر وضو کے وقت مسواک کرنا فرض فرمادیتا مگر ان کی مشقت کے لحاظ سے میں نے فرض نہ کئے اور اختیار احکام کے کیا معنی ہیں۔ واللہ الحمد۔

حدیث (۴۶) ۱۴۸ : مالک وشافعی ونبیاتی ان سے اور طبرانی اوسط میں  
امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بسند حسن راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم فرماتے ہیں : لولا ان اشیٰ علی امتی لامرتہم بالسواک مع کل  
وضوء۔<sup>۱</sup> مشقت امت کا پاس ہے ورنہ میں ہر وضوء کے ساتھ مسواک ان پر فرض  
کردوں۔ (۱۔ مؤطا لامام مالک کتاب الطہارۃ ما جاء فی السواک میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۵۰)  
(سنن الکبریٰ کتاب الطہارۃ باب الدلیل علی ان السواک منہ دار صادر بیروت ۱/ ۳۵) (کنز العمال بحوالہ  
والشافعی حدیث ۲۶۱۹۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۳۱۵) (المعجم الاوسط، حدیث ۱۲۶۰ مکتبۃ المعارف  
ریاض ۲/ ۱۳۸)

حدیث (۴۷) ۱۴۹ : کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ مسواک کرو  
مسواک منہ کو پاکیزہ اور رب عزوجل کو راضی کرتی ہے، جبریل جب میرے پاس  
حاضر ہوئے مجھے مسواک کی وصیت کی۔ حتی لقد خشیت ان یفرضہ علی وعلی  
امتی ولولا انی اخاف ان اشیٰ علی امتی لفرضتہ علیہم ابن ماجہ<sup>۲</sup> عن ابی  
امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہاں تک کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ جبریل مجھ پر اور میری امت  
پر فرض کر دیں گے اور اگر مشقت امت کا خوف نہ ہوتا تو ان پر فرض کر دیں  
گے۔ (ابن ماجہ نے ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

(۱۔ سنن ابن ماجہ ابواب الطہارۃ باب السواک ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۵)

یہاں جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی طرف بھی فرض کر دینے کی اسناد ہے۔

حدیث (۴۸) ۱۵۰ : طبرانی و بزار و دارقطنی و حاکم حضرت عباس بن عبدالمطلب

رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لولا ان اشیٰ علی امتی لفرضت علیہم السواک عند کل صلوٰۃ<sup>۳</sup>

(زاد غیر الدار قطنی) کہا فرضت علیہم الوضوء۔<sup>۳</sup>



مشقت امت کا لحاظ نہ ہو تو میں ہر نماز کے وقت مسواک ان پر فرض کر دوں جس طرح میں نے وضو ان پر فرض کر دیا ہے۔

(۲) کنز العمال بحوالہ قط عن ابن عباس حدیث ۲۶۱۷۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/۳۱۲ (۳) المستدرک للحاکم کتاب الطہارۃ لولان اشق علی امتی دار الفکر بیروت ۱/۱۳۶ (۱) البحر الزخار عن ابن عباس حدیث ۱۳۰۲ مکتبۃ العلوم والحکم مدینۃ المنورۃ ۴/۱۳۰ (مجمع الزوائد بحوالہ العباس کتاب الطہارۃ باب فی السواک دار الکتاب بیروت ۱/۲۲۱) (مجمع الزوائد کتاب الصلوۃ باب ما جاء فی السواک دار الکتاب بیروت ۲/۹۷)

یہاں وضو کو بھی فرمایا گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت پر فرض کر دیا۔

حدیث (۴۹، ۵۰)، ۱۵۱، ۱۵۲: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

لولا ان اشق علی امتی لامرہم بالسواک واطیب عند کل صلوۃ۔ ابو نعیم فی کتاب السواک<sup>۱</sup> عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسند حسن وسعید بن منصور فی سننہ عن مکحول مرسلًا۔

مشقت امت کا خیال نہ ہوتا تو اپنی امت پر ہر نماز کے وقت مسواک کرنا اور خوشبو لگانا فرض کر دوں۔ (ابو نعیم نے کتاب السواک میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بسند حسن اور سعید بن منصور نے اپنی سنن میں مکحول سے مرسل روایت

کیا۔ ت) (۳) کنز العمال بحوالہ معن مکحول مرسل حدیث ۲۶۱۹۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/۳۱۶

یہاں خوشبو کی فرصت بھی زائد فرمادی۔

حدیث (۵۱) ۱۵۳: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

لولا ان اشق علی امتی لامرہم ان یستاکوا بالاسحار۔ ابو نعیم فی

السواک<sup>۲</sup> عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

مشقت امت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ان پر فرض فرمادیتا کہ ہر سحر پہلے پہر اٹھ کر مسواک کریں (ابو نعیم نے کتاب السواک میں عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ ت)

(۱) کنز العمال بحوالہ ابی نعیم فی کتاب السواک حدیث ۲۶۱۹۶ مؤسسة الرسالة بیروت ۹ (۳۱۶/۱) (الدر المنثور بحوالہ ابی نعیم تحت الآیہ ۲/۱۲۴ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۵۲) حدیث (۵۲، ۵۳) ۱۵۴ و ۱۵۵: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

لولا ان اشفق علی امتی لامرتهم بالسواک عن دکل صلوة ولا خرت العشاء الی ثلث اللیل۔

مشقت امت کا خیال نہ ہوتا تو میں ہر نماز کے وقت ان پر مسواک فرض کر دوں اور نماز عشاء کو تہائی رات تک ہٹا دوں۔ احمد <sup>۱</sup> والترمذی والضیاء عن زید بن خالد الجہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند صحیح والہزار عن امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ، وروی عن زید احمد وابو داؤد والنسائی کحدیث ابی ہریرۃ الاول بالاختصار علی السطر الاول والحاکم والبیہقی بسند صحیح عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کحدیث زید هذا وفيه لفرضت عليهم السواک مع الوضوء ولا خرت صلوة العشاء الاخرة الی نصف اللیل۔

یعنی میں وضو میں مسواک کرنا فرض کر دیتا اور نماز عشاء آدھی رات تک ہٹا دیتا۔

(۲) مسند احمد بن حنبل عن زید بن خالد رضی اللہ عنہ المكتب الاسلامی بیروت ۴/۱۱۴ (سنن الترمذی ابواب الطہارة باب ماجاء فی السواک حدیث ۲۳ دار الفکر بیروت ۱/۱۰۰) (کنز العمال بحوالہ حم، ت والضیاء حدیث ۲۶۱۹۰ مؤسسة الرسالة بیروت ۹/۳۱۵) (المحراز خارج عن علی رضی اللہ عنہ حدیث ۷۸ ۳۷۸ مکتبة العلوم والحکم مدینۃ المنورۃ ۲/۱۲۱) (مسند احمد بن حنبل عن زید بن خالد المكتب الاسلامی بیروت ۴/۱۱۶)

(سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب السواک آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۷) (سنن المستدرک للحاکم کتاب الطہارۃ فضیلتہ السواک دار الفکر بیروت ۱/ ۱۳۶) (سنن الکبریٰ کتاب الطہارۃ باب الدلیل علی ان السواک السنۃ الخ دار صادر بیروت ۱/ ۳۶) (کنز العمال بحوالہ ک وحق عن ابی ہریرۃ حدیث ۲۶۱۹۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۳۱۶)

وللنساء عن ابی ہریرۃ بلفظ الامر تہم تأخیر العشاء بالسواک عند کل صلوۃ۔<sup>۱</sup>

نسائی نے ابو ہریرہ سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا: میں ان پر فرض کر دیتا کہ عشاء دیر کر کے پڑھیں اور نماز کے وقت مسواک کریں۔ (۱۔ سنن النسائی کتاب المواقیت باب ما یستحب من تأخیر العشاء نور محمد کتب خانہ کراچی ۱/ ۹۲ و ۹۳) حدیث (۵۴) ۱۵۶: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

لولا ان اشی علی امتی لامر تہم ان یصلوها ہکذا یعنی العشاء نصف اللیل۔ احمد<sup>۲</sup> والبخاری ومسلم والنسائی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

امت پر مشقت نہ ہوتی تو میں ان پر فرض کر دیتا کہ عشاء آدھی رات کو پڑھیں۔ (احمد، بخاری، مسلم اور نسائی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ ت) (۲۔ مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۳۶۶) (صحیح البخاری کتاب مواقیت الصلوۃ باب النوم قبل العشاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۸۱) (صحیح مسلم کتاب المساجد باب وقت العشاء وتأخیرھا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۲۹) (سنن النسائی کتاب المواقیت باب یستحب من تأخیر العشاء نور محمد کارخانہ کراچی ۱/ ۹۲)

حدیث (۵۵) ۱۵۷: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

لولا ضعف الضعیف وسقم السقیم لامرت بھذہ الصلوۃ ان

توخر الی شطر اللیل۔ النسائی<sup>ؒ</sup> عن ابی سعدان الخدری رضی اللہ تعالیٰ ومرت رواية احمد وابی داود وابن ماجہ وابی حاتم بلال لفظ الامر۔

اگر ناتواں اور بیماروں کا لحاظ نہ ہوتا تو میں فرض کر دیتا کہ یہ نماز آدھی رات تک مؤخر کریں (اس کو نسائی نے ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ احمد، ابو داود، ابن ماجہ اور ابو حاتم کی روایت گزر چکی ہے جو لفظ امر کے بغیر ہے۔ (ت)

(سنن النسائی کتاب المواعیت باب یستحب من تأخیر العشاء نور محمد کارخانہ کراچی ۱/ ۹۳)

### عشاء کی نماز اور رحمت خاص

حدیث (۵۶) ۱۵۸: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: لولا ان اشق علی امتی لامرئہم ان یؤخروا (عہ) العشاء الی ثلث اللیل او نصفہ۔ احمد، الترمذی و صححہ: وابن ماجہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ومرت اخرى لابن ماجہ کا احمد وابی داود و محمد بن نصر خالية عن الامر۔

مشقت امت کا اندیشہ نہ ہو تو میں ان پر فرض کر دوں کہ عشاء میں تہائی یا آدھی رات تک تاخیر کریں (اس کو امام احمد و ترمذی نے اسکو صحیح قرار دیا۔ اور ابن ماجہ نے اس کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ اور دوسری روایت ابن ماجہ کی احمد و ابو داود و محمد بن نصر کی طرح گزر چکی ہے جو امر سے خالی ہے۔ (ت)

(۱) مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲ / ۴۳۳ و ۵۰۹  
(سنن الترمذی ابواب الصلوۃ باب ماجاء فی تأخیر صلوۃ العشاء الخ حدیث ۱۶۷۷ دار الفکر بیروت ۱ / ۲۱۴)  
(سنن ابن ماجہ کتاب الصلوۃ باب وقت صلوۃ العشاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵) (کنز العمال عن ابی ہریرۃ حدیث ۱۹۴۶۴ مؤسسة الرسالہ بیروت ۷ / ۳۹۵)

عہ: سبب هذا انه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اخر ذات لیلۃ صلوۃ العشاء حتی ابھا ر اللیل او ذهب عامۃ اللیل ونام النساء والصبيان

فجاء فصلی و ذکرہ کہا ورد مبینا فی احادیث ابن عباس و ابی سعید  
 و ابن عمرو انس و غیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم، و سبب حدیث  
 السواک ایتان ناس عندہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قلحا فقال  
 استاکوا استاکوا لاتاتونی قلحا لولا ان اشدق علی امتی لفرضت علیہم  
 السواک عند کل صلوة کہا بینہ الدارقطنی ۱۔ من حدیث العباس  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ فہما حدیثان ربما افرزہما ابو ہریرۃ وربما جمع  
 و كذلك غیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وان اتفق ان النبی صلی اللہ تعالیٰ  
 علیہ وسلم هو الذی قال مرة هكذا و اخری هكذا و تارة جمع  
 فالتعدد اظهر و اکثر، و لالہ تعالیٰ اعلم ۲ امنہ دامت فیوضہ۔

اس کا سبب یہ ہے کہ ایک رات نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز  
 مؤخر فرمادی یہاں تک کہ آدھی رات یا زیدہ گزر گئی۔ عورتیں اور بچے سو گئے تو آپ  
 تشریف لائے اور نماز پڑھائی، جیسا کہ ابن عباس، ابو سعید، ابن عمر اور انس وغیرہ کی  
 احادیث میں واضح طور پر وارد ہوا ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ حدیث سواک کا سبب یہ  
 ہے کہ لوگ میلے کچیلے دانتوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے  
 تو آپ نے فرمایا سواک کیا کرو اور میرے پاس میلے کچیلے دانتوں کے ساتھ مت  
 آیا کرو، اگر مجھے امت کی مشقت کا لحاظ نہ ہوتا تو میں ان پر ہر نماز کے وقت فرض  
 کر دیتا۔ جیسا کہ اس کو دارقطنی نے بحوالہ حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کیا  
 ہے۔ ان دونوں حدیثوں کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کبھی الگ الگ  
 بیان فرمایا ہے اور کبھی دونوں کو جمع کیا ہے، یونہی ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غیر  
 نے کیا ہے، اگرچہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی  
 اس طرح بیان فرمایا ہے اور کبھی اس طرح اور کبھی دونوں کو جمع فرمایا۔ چنانچہ تعدد اظہر

واکثر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ ۱۲ منہ (ت)

(۱۔ کنز العمال بحوالہ قطب عن ابن عباس حدیث ۲۶۱۷۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۳۱۲/۹)

حدیث (۵۷) ۱۵۹: صحیح بخاری میں زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے ایک آیت سورہ احزاب کی نسبت ہے: وجعلتها مع خزيمة الذي جعل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم شهادته بشهادتين۔

وہ میں نے لکھی ہوئی خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پائی جن کی گواہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو گواہوں کے برابر فرمائی۔

(۲۔ صحیح البخاری کتاب الجہاد باب قول اللہ تعالیٰ من المؤمنین رجال اخرج قدیمی کتب خانہ کراچی ۱)

(۳۹۳/۱) (صحیح کتاب التفسیر سورۃ احزاب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۰۵)

حدیث (۵۸) ۱۶۰: کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن پر صوبیدار بنا کر بھیجتے وقت ان سے ارشاد فرمایا:

قد عرفت بلاءك في الدين والذي قدر كباك من الدين وقد

طبت لك الهدية فان اهدى لك شئ فاقبل. سيف في كتاب الفتوح  
عن عبید بن صخر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

مجھے معلوم ہے جو تمہاری آزمائشیں دین متین میں ہو چکیں اور جو کچھ دیون تم پر ہو گئے ہیں رعیت کے تحفے میں نے تمہارے لئے حلال طیب کر دئے جو تمہیں کچھ تحفہ دے لے لو۔ (سيف نے کتاب الفتوح نے عبید بن صخر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

(۱۔ کنز العمال بحوالہ طب عن عبید بن صخر المکتب الاسلامی بیروت ۱۱۵/۶)

حدیث ۱۶۱ (عہ): عہ: یہاں تک اٹھاؤں حدیثیں تفویض امر کی مفیدات

ومؤیدات مذکور ہوئیں آگے صرف اسنادات جلیلہ ہیں ۱۲۔



قد عفوت عن الخیل والرقيق فها توا صدقت الرقة من كل  
 اربعین درهما درهم۔ احمد <sup>ؒ</sup> وابوداود والترمذی عن امیر المؤمنین  
 المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند صحیح۔

گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ تو میں نے معاف کر دی روپوں کی زکوٰۃ دو  
 ہر چالیس درہم میں سے ایک درہم۔ (احمد اور ابوداود اور ترمذی نے امیر المؤمنین علی  
 المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسند صحیح روایت کیا۔ ت)

(۱) سنن ابی داود کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ السائمة آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۲۱) (سنن  
 الترمذی کتاب الزکوٰۃ باب ما جاء فی زکوٰۃ الذہب الخ حدیث ۶۲۰ دار الفکر بیروت ۲/ ۱۲۳) (مسند احمد  
 بن حنبل عن علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۹۲)

سواری کے گھوڑوں، خدمت کے غلاموں میں زکوٰۃ جو واجب نہ ہوئی سید عالم  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”یہ میں نے معاف فرمادی ہے۔“ ہاں کیوں نہ  
 ہو کہ حکم ایک روف و رحیم کے ہاتھ میں ہے بحکم رب العالمین جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ  
 علیہ وسلم۔

حدیث ۱۶۲: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہم سے فرمایا: ما تقولون فی الزنا، قالوا احرام حرّمہ اللہ ورسولہ فہو حرام  
 الی یوم القیمة۔ احمد <sup>ؒ</sup> بسند صحیح والطبرانی فی الاوسط والکبیر عن المقداد بن الاسود  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ زنا کو کیسا سمجھتے ہو؟ عرض کی: حرام ہے اسے اللہ و رسول نے حرام  
 کر دیا تو وہ قیامت تک حرام ہے۔ (احمد نے بسند صحیح اور طبرانی نے اوسط اور کبیر میں  
 مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

(۱) مسند احمد بن حنبل بقیہ حدیث مقداد بن اسود المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۸) (المعجم الکبیر عن

مقداد بن اسود حدیث ۶۰۵ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۰/۲۵۶)

حدیث ۱۶۳: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

انی احرم علیکم حق الضعیفین الیتیم والمرأۃ۔ الحاکم علی  
شرط مسلم والبیہقی فی الشعب واللفظ له عن ابی ہریرۃ رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ۔

میں تم پر حرام کرتا ہوں دو کمزوروں کی حق تلفی، یتیم اور عورت۔ (حاکم شرط مسلم  
پر اور بیہقی نے بحوالہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ شعب الایمان میں اس کو روایت کیا ہے،  
اور لفظ بیہقی کے ہیں۔ (ت)

(۲) المسند رک للحاکم کتاب الایمان انی اخرج علیکم حق الضعیفین دار الفکر بیروت ۱/۶۳) (کتر الجہال

بحوالہ کہ، عب عن ابی ہریرۃ حدیث ۶۰۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۳/۱۷۱)

### رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اختیار

حدیث ۱۶۴: صحیحین میں جابر بن عبد اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے انہوں نے سال فتح  
میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا:

ان اللہ ورسولہ، حرم بیع الخمر والمیتۃ والخنزیر والاصنام۔  
بیشک اللہ اور اس کے رسول نے حرام کر دیا شراب اور مردار اور سوز اور بتوں کا  
بیچنا۔ (صحیح البخاری کتاب البیوع باب بیع المیتۃ والاصنام قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۹۸) (صحیح مسلم  
کتاب البیوع باب تحریم الخمر والمیتۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۳)

حدیث ۱۶۵: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

لا تشرب مسکراً فانی حرمت کل مسکر۔ النسائی بسند حسن  
عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

نشہ کی کوئی چیز نہ پی کہ بیشک نشہ کی ہر شئی میں حرام (عد) کر دی ہے۔ نسائی نے

سند حسن ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

(۴) من النسائی کتاب الاثریۃ تفسیر نور محمد کارخانہ کراچی ۲/۳۲۵

عہ : فائدہ: ابوالشیخ ابن حبان نے کتاب الثواب میں روایت کی حدیثاً

ابن ابی عاصم ثنا عمر بن حفص بن الوصائی ثنا سعید بن موسیٰ ثنارباح

بن زید عن معمر عن ازہری عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انی فرضت علی امتی قرأتہ یس کل

لیلۃ فمن داوم علی قراتہا کل لیلۃ ثم مات شہیداً<sup>۱</sup>

یعنی اس سند سے آیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے

اپنی امت پر یس شریف کی ہر رات تلاوت فرض کی جو ہمیشہ ہر شب اسے پڑھے پھر

مرے شہید مرے۔ (۱) تنزیہ الشریعۃ الرفعۃ بحوالہ ابی الشیخ فی الثواب حدیث ۳۲ دارالکتب

العلمیۃ بیروت ۱/۲۹۷

اقول : وسعید وان اتهم فالمحقق عند المحققین ان الوضع

لا یثبت بمجرد تفرد کذاب فضلاً عن متهم مالم ینضم الیہ شئی من

القرائن الحاکمۃ بہ کبخالفۃ نص او اجماع قطعیین او احس او اقرار

المواضع بوضعہ الی غیر ذلک کہا نص علیہ السخاوی فی فتح البغیث

واثبتنا علیہ عرش التحقيق فی "منیر العین فی حکم تقبیل الایہا

مین (ف۱) "واجمع العلماء ان اضعیف غیر الموضوع یعمل بہ فی

الفضائل وقد بینا ہ فی "الہاد" (ف۲)

میں کہتا ہوں سعید اگرچہ متہم ہے مگر محققین کے نزدیک یہ بات ثابت ہے کہ

بیشک وضع حدیث محض ایک کذاب کے تفرد سے ثابت نہیں ہوتا چہ جائیکہ متہم سے

ثابت ہو جب تک اس کے ساتھ قرائن وضع منضم نہ ہوں، جیسے نص قطعی کی مخالفت

اور اجماع قطعی کی مخالفت اور حس کی مخالفت اور خود واضح کا اقرار وغیرہ، جیسا کہ امام سخاوی نے فتح المغیث میں اس پر نص فرمائی ہے، اور ہم نے ”منیر العین فی حکم تقبیل الالبہامین“ میں اس کی تحقیق کو حد کمال تک پہنچایا ہے۔ اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ جو حدیث ضعیف موضوع نہ ہو وہ فضائل میں قابل عمل ہے اور ہم اس کو ”الہدایہ الکافی فی حکم الضعاف“ میں بیان کیا ہے۔

اس حدیث اور اس کی فرضیت کے متعلق فقیر کے پاس سوال آیا تھا جس کا جواب فتاویٰ فقیر العطاء یا النبیہ فی الفتاویٰ الرضویہ کے مجلد پنجم کتاب مسائل ششی میں مذکور واللہ الہادی الی معالی الامور ۱۲ منہ۔

ف ۱: رسالہ ”منیر العین فی حکم تقبیل الالبہامین“ فتاویٰ رضویہ جلد پنجم مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور کے صفحہ ۴۲۹ پر مرقوم ہے۔

ف ۲: اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ ”منیر العین فی حکم تقبیل الالبہامین“ میں افادہ شانزدہم ۱۶ سے افادہ بست و سوم ۲۳ تک آٹھ افادات کا نام ”الہدایہ الکافی فی حکم الضعاف ۱۳۱۳ھ“ رکھا ہے۔ ملاحظہ ہو فتاویٰ رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور جلد پنجم صفحہ ۴۷۷ تا ۵۳۷ ”الکافی فی حکم الضعاف“۔

چکڑ الویوں کی نشاندہی

حدیث ۱۶۶: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: سن لو مجھے قرآن کے ساتھ اس کا مثل ملا یعنی حدیث دیکھو کوئی پیٹ بھرا اپنے تخت پر بیٹھا یہ نہ کہے کہ یہی قرآن لئے رہو جو اس میں حلال ہے اسے حلال جانو جو اس میں حرام ہے اسے حرام مانو، وان ما حرم رسول اللہ مثل ما حرم اللہ۔ احمد والدارمی وابوداؤد والترمدی وابن ماجہ عن المقدم بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن۔ جو کچھ اللہ کے رسول نے حرام کیا وہ بھی اسی کی مثل ہے جسے اللہ عزوجل نے حرام کیا، جل جلالہ، و صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم۔ (احمد اور دارمی اور ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے مقدم بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بسند حسن روایت کیا۔ ت)

(۱۔ سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی لزوم السنۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۷۶)

یہاں صراحۃً حرام کی دو قسمیں فرمائیں: ایک وہ جسے اللہ عزوجل نے حرام فرمایا اور دوسرا وہ جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حرام کیا۔ اور فرمادیا کہ وہ دونوں برابر و یکساں ہیں۔

اقول: مراد واللہ اعلم نفس رحمت میں برابری ہے تو اس ارشاد کے منافی نہیں کہ خدا کا فرض رسول کے فرض سے اشد و اقویٰ ہے۔ حدیث ۱۶۷: جہیش بن اویس نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مع اپنے چند اہل قبیلہ کے باریاب خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوئے قصیدہ عرض کیا ازاں جمہ یہ اشعار ہیں۔

الا یا رسول اللہ انت مصدق

فبورکت مہدیا و بورکت ہادیا

شرعت لنا دین الحنیفۃ بعد ما

عبدنا کما مثال الحمیر طواغیا

یا رسول اللہ! حضور تہدیق لئے گئے ہیں حضور اللہ عزوجل سے ہدایت پانے میں بھی مبارک اور خلق کو ہدایت عطا فرمانے میں بھی مبارک حضور ہمارے لئے دین اسلام کے شارع ہوئے بعد اس کے کہ ہم گدھوں کی طرح بتوں کو پوج رہے تھے۔  
مندۃ من طریق عمار بن عبد الجبار عن عبد اللہ بن المبارک عن  
الازواعی عن یحییٰ بن ابی سلمۃ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث  
طویل۔

مندہ نے عمار بن عبد الجبار کے طریقے سے عبد اللہ بن مبارک سے انہوں نے

اوزاعی سے انہوں نے یحییٰ بن ابی سلمہ سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، حدیث لمبی ہے۔

(۱۔ الاصابہ فی تمیز الصحابہ بحوالہ ابن مندۃ ترجمہ ۱۲۵۱ جمہیش بن ابیس دار الفکر بیروت ۱/ ۳۵۸)

یہاں صراحۃً تشریع کی نسبت حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف ہے کہ شریعت اسلامی حضور کی مقرر کی ہوئی ہے ولہذا قدیم سے عرف علمائے کرام میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شارع کہتے ہیں۔

علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

قد اشتهر اطلاقہ علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لانه شرع  
الدین والاحکام۔<sup>۲</sup>

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شارع کہنا مشہور و معروف ہے اس لئے کہ حضور نے دین متین و احکام دین کی شریعت نکالی۔

(۲۔ شرح الزرقانی علی المواہب اللدیۃ المقصد الثانی الفصل الاول دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۱۳۴)

اسی قدر پر بس کیجئے کہ اس میں سب کچھ آگیا ایک لفظ شارع تمام احکام تشریعیہ کو جامع ہوا، میں نے یہاں وہ احادیث نقل نہ کیں جن میں حضور کی طرف امر و نہی و قضا و امثالہا کی اسناد ہے کہ:

امر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قضی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امر فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے فیصلہ فرمایا۔ (ت)

اتنی حدیثوں میں وازد جن کے جمع کو ایک مجلد کبیر بھی کافی نہ ہو، اور خود قرآن عظیم

ہی نے جوارشاد فرمایا:

وما اٰتکم الرسول فخذوہ وما نہکم عنہ فانتہوہ۔<sup>۳</sup>



جو کچھ رسول تمہیں دے وہ لو اور جس سے منع فرمائے اس سے باز رہو،

(۱۔ القرآن الکریم ۵۹/۷)

کہ امر و نہی و قضا اوروں کی طرف بھی اسناد کرتے ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ:

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔<sup>۱</sup>

حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔ (ت)

(۲۔ القرآن الکریم ۵۹/۴)

مجھے تو یہ ثابت کرنا تھا کہ حضور اقدس کو احکام شرعیہ سے فقط آگاہی و واقفیت کی نسبت نہیں جس طرح وہ سرکشی طاغی آخر تقویۃ الایمان میں سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صریح افتراء کر کے کہتا: ”انہوں نے فرمایا کہ سب لوگوں سے امتیاز مجھ کو یہی ہے کہ اللہ کے احکام سے میں واقف ہوں اور لوگ غافل“۔<sup>۲</sup>

(۳۔ تقویۃ الایمان الفصل الخامس مطبع علمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۴۶)

مسلمانو! اللہ انصاف، یہ اس کس و نا کس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل جلیلہ و خصائص جلیلہ و کمالات رفیعہ و درجات منیعہ جن میں زید و عمر کی کیا گنتی انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین علیہم الصلوٰۃ و التسلیم کا بھی حصہ نہیں سب یک لخت اڑا دئے سب لوگوں سے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا امتیاز صرف دربارہ احکام رکھا اور وہ بھی اتنا کہ حضور واقف ہیں اور لوگ غافل، تو انبیاء سے تو کچھ امتیاز رہا ہی نہیں کہ وہ بھی واقف ہیں غافل نہیں اور امتیاز اتنی ہی دیر تک ہے کہ وہ غافل رہیں واقف ہو جائیں تو کچھ امتیاز نہیں کہ اب وقوف و غفلت کا تفاوت نہ رہا اور امتیاز اس میں منحصر تھا انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

مسلمانو! دیکھا یہ حاصل ہے اس شخص کے دین کا، یہ پچھلا کلمہ ہے محمد رسول اللہ

پر اس کے ایمان کا جس پر اس نے خاتمہ کیا، حالانکہ واللہ دربارہ احکام فی صرف اتنا

ہی امتیاز نہیں بلکہ حضور حاکم ہیں، صاحب فرمان ہیں، مالک افتراض ہیں، والی تحریم ہیں۔ سن اوسرکش! احکام سے اپنے نزدیک واقف تو ٹو بھی ہے پھر تجھے کوئی مسلمان کہے گا کہ شریعت کے فرائض تیرے فرض کئے ہوئے ہیں شرع کے محرمات تو نے حرام کر دئے ہیں جن پر زکوٰۃ نہیں انہیں تو نے معاف کر دیا ہے شریعت کا راستہ تیرا مقرر کیا ہے شرائع میں تیرے احکام بھی ہیں اور وہ احکام احکام خدا کے مثل مادی ہیں مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں یہ سب باتیں کہی جاتی ہیں خود محمد رسول اللہ نے ارشاد فرمائی ہیں لہذا فقیر نے صرف اسی قسم احادیث پر اقتصار کیا اور بفضلہ تعالیٰ اپنا نیزہ خار گزار و آہن گزار ان گستاخان چشم بند و دہن باز کے دل و جگر کے پار کر دیا واللہ الحمد۔ اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں علامہ شہاب خفاجی پر کہ نسیم الریاض شرح شفاء امام قاضی عیاض میں قصیدہ بردہ شریف کے اس شعر:

نبینا الأمر الناهی فلا احد ابر فی قول لامنہ ولا نعم

ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صاحب امر و نبی، تو ان سے زیادہ ہاں اور نہ کے فرمانے میں کوئی سچا نہیں۔

کی شرح میں فرماتے ہیں:

معنی نبینا الأمر الناهی الخ انہ لاحاکم سواہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فہو حاکم غیر محکوم الخ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صاحب امر و نبی ہونے کے یہ معنی ہیں کہ حضور حاکم ہیں حضور کے سوا عالم میں کوئی حاکم نہیں، نہ وہ کسی کے محکوم، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ذکرہ، فی فصل جوہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (اس کو صاحب نسیم نے فصل فی وجودہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ذکر فرمایا ہے۔ ت)

(۱) الکواکب الدریۃ فی مدح خیر البریۃ الفصل الثالث مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات لہند

(۲) نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض فصل دالما الجود والکرم مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات

الحمد للہ یہ تذلیل جلیل اپنے باب میں فرد کامل ہوئی احادیث تحریم مدینہ طیبہ بھی  
 اسی باب سے تھیں کہ امام الوہابیہ کے اس خاص حکم شرک کے سبب جدا شمار میں رہیں  
 اگر کوئی چاہے انہیں اور اس بیان تذلیل کو ملا کر احکام تشریعیہ کے بارے میں سید عالم  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقتدار و اختیار کا ظاہر کرنے والا ایک مستقل رسالہ بنائے  
 اور بنام ”منیۃ اللیب ان التشریع بید الحسیب ۱۳۱۱ھ“ موسوم ٹھہرائے۔ فاخر دعوانا  
 ان الحمد للہ رب العلمین والصلوة والسلام علی سید المرسلین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین آمین۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۳۰، ص ۵۲۳-۵۲۶)



## الحديث العاشر مال حرام کی نحوست

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ: إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا وَإِنَّ اللَّهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِينَ فَقَالَ:

﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا﴾ (1) الْآيَةُ  
وَقَالَ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ﴾ (2) الْآيَةُ  
ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلُ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ، يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ، يَا رَبِّ يَا رَبِّ وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ، وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ، وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ فَأَنَّى يُسْتَجَابَ لِذَلِكَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(1) المؤمنون: 51 (2) البقرة: 172 (3) صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب قبول الصدقة من الکسب

الطیب ترمذی، 1015، ص 506

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ طیب ہے اور طیب ہی کو قبول فرماتا ہے <sup>۱</sup> اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس چیز کا حکم دیا جس کا انبیائے کرام کو حکم دیا <sup>۲</sup> فرمایا اے نبیو! طیب اور لذیذ چیزیں کھاؤ اور نیک اعمال کرو <sup>۳</sup> اور رب تعالیٰ نے فرمایا اے ایمان والو ہماری دی ہوئی طیب و لذیذ روزی کھاؤ <sup>۴</sup> پھر ذکر فرمایا کہ آدمی پر اگندہ گرد آلود بال لے لے سفر کرتا ہے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا اٹھا کر کہتا ہے اے رب اے

رب اور اس کا کھانا حرام اور پینا حرام لباس حرام اور حرام کی ہی غذا پاتا ہے <sup>لے</sup> ان وجوہ سے دعا کیسے قبول ہو۔ (مسلم)

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں

کہ

۱۔ یعنی رب تعالیٰ بے عیب ہے اور بے عیب صدقات اور نقصانات سے خالی عبادات کو قبول فرماتا ہے۔

۲۔ یعنی کسب حلال و طلب معاش ایسا مبارک مشغلہ ہے جس میں رب تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور عوام کو جمع فرمادیا ہے لہذا یہ حکم خداوندی بھی ہے سنت مصطفوی بھی اور سنت انبیاء بھی اس لیے کسب حلال سنت سمجھ کر کرنا چاہیے، اس میں دنیا کی عزت بھی ہے آخرت کی سرخوردی بھی۔

۳۔ یا تو میثاق کے دن رب تعالیٰ نے نبیوں سے یہ خطاب بیک وقت فرمایا تھا یا ہر نبی سے ان کے زمانہ میں یہ خطاب ہوا جو قرآن کریم میں نقل فرمایا گیا اور حضور انور کو سنایا گیا تاکہ معلوم ہو کہ رہبانیت اور ترک دنیا نہ اسلام میں ہے نہ پہلے کسی نبی کے دین میں تھی۔ چنانچہ انبیائے کرام نے مختلف پیشے اختیار کئے کسی نے چندوں یا سوال پر زندگی نہ گزاری سوائے مرزا قادیانی کے۔ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اولاً کپڑا سازی پھر کھیتی باڑی کرتے تھے، نوح علیہ السلام لکڑی کا پیشہ، ادریس علیہ السلام درزی گری، ہود و صالح علیہما السلام تجارت، ابراہیم علیہ السلام کھیتی باڑی کرتے تھے، شعیب علیہ السلام جانور پالتے تھے، لوط علیہ السلام کھیتی باڑی، موسیٰ علیہ السلام نے بکریاں چرائی، داؤد علیہ السلام زرہ بناتے، سلمان علیہ السلام اتنے بڑے ملک کے مالک ہو کر پنکھے اور زنبیلیں بنا کر گزارہ کرتے تھے، عیسیٰ علیہ السلام ہمیشہ سیاحی کرتے

تھے، ہمارے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاً تجارت پھر جہاد کئے۔ (اسلامی زندگی)

۴۔ طیب خبیث کی ضد ہے، حلال، پاک، تطیف، پسندیدہ، شرعی چیز طیب ہے، اللہ تعالیٰ طیب ہے کہ خبیث چیزیں ناپسند کرتا ہے تمام صفات غیر کمالیہ سے بری و پاک ہے، مسلمانوں کو حکم دیا کہ ظاہری و باطنی نجاست سے دور رہیں نیک اعمال کریں، چیزیں انسان کے لیے ہیں اور انسان رحمان کے لیے۔

۵۔ یعنی بچپن سے ہی حرام میں پلا اور جوان ہو کر حرام کمائی ہی کی جس سے غذا لباس حرام کا رہا۔

۶۔ یہاں روئے سخن یا حرام خور حاجی یا غازی کی طرف ہے یعنی حرام کمائی سے حج یا غزوہ کرنے گیا، پراگندا حال پریشان حال رہا، کعبہ معظمہ یا میدان جہاد میں دعائیں مانگیں مگر قبول نہ ہوئیں کہ روزی حرام تھی جب ایسے حاجی و غازی کی دعا بھی قبول نہیں تو دوسروں کا کیا کہنا۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ دعاء کے دو بازو یعنی پر ہیں: اکل حلال، صدق مقال اگر ان سے دعا خالی ہو تو قبول نہیں ہوتی۔ تقویٰ کی پہلی سیڑھی حلال روزی ہے، حرام سے بچنا عوام کا تقویٰ ہے، شبہات سے بچنا خواص کا تقویٰ، ذریعہ معصیت سے بچنا صدیقین کا تقویٰ اللہ نصیب کرے۔ جو محرمات میں پھنس جائے اور لاچار ہو جائے تو اھون پر کفایت کرے۔ چنانچہ بحالت اضطراب اگر مردار بکری بھی ہو گدھا بھی تو بکری کھا کر جان بچائے اور اگر کتا و سور ہی میسر ہو اور بھوک سے جان نکل رہی ہو تو کتے سے جان بچالے اور سور کو ہاتھ نہ لگائے۔ (مرقات)

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳ ص ۳۶۹)

دعا قبول نہ ہونے کا سبب

حضرت سیدنا عبّاد خواص علیہ رحمۃ اللہ الرزاق سے منقول ہے: ایک مرتبہ



حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقام سے گزرے تو دیکھا کہ ایک شخص ہاتھ اٹھائے رو رو کر بڑے رقت انگیز انداز میں مصروف دعا تھا۔ حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے دیکھتے رہے پھر بارگاہِ خدا عزّ و جلّ میں عرض گزار ہوئے: ”اے میرے رحیم و کریم پروردگار عزّ و جلّ! تو اپنے اس بندے کی دعا کیوں نہیں قبول کر رہا؟“ اللہ عزّ و جلّ نے آپ علیہ السلام کی طرف وحی نازل فرمائی: ”اے موسیٰ! اگر یہ شخص اتنا روئے، اتنا روئے کہ اس کا دم نکل جائے اور اپنے ہاتھ اتنے بلند کر لے کہ آسمان کو چھو لیں تب بھی میں اس کی دعا قبول نہ کروں گا۔“ حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی: ”میرے مولیٰ عزّ و جلّ! اس کی کیا وجہ ہے؟“ ارشاد ہوا: ”یہ حرام کھاتا اور حرام پہنتا ہے اور اس کے گھر میں حرام مال ہے۔“ (عیون الحکایات ص ۱۹۷)

### محنت تمہارے لئے مانگنے سے بہتر

ایک بار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں کسی انصاری نے سوال کیا فرمایا: ”کیا تیرے گھر میں کچھ عرض (یعنی سامان) ہے؟“ عرض کیا: صرف ایک کبیل ہے جس کا آدھا بچھاتا ہوں، آدھا اوڑھتا ہوں اور ایک پیالہ جس سے پانی پیتا ہوں۔ فرمایا: وہ دونوں لے آ، وہ لے آیا۔ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) نے مجمع سے خطاب کر کے فرمایا: اسے کون خریدتا ہے، ایک نے عرض کیا کہ میں ایک درہم سے لیتا ہوں پھر دو تین بار فرمایا کہ درہم سے زیادہ کون دیتا ہے؟ دوسرے نے عرض کیا میں دو درہم (نو آنے) میں خریدتا ہوں۔ حضور علیہ السلام نے وہ دونوں انہیں کو عطا فرمادیں (نیلام کا ثبوت ہوا) اور یہ دو درہم ان سائل صاحب کو دے کر فرمایا کہ ایک کا غلہ خرید کر گھر میں ڈالو دوسرے درہم کی کلہاڑی خرید کر میرے پاس لاؤ پھر اس کلہاڑی میں اپنے دست مبارک سے دستہ ڈالا اور فرمایا جاؤ لکڑیاں کاٹو اور بیچو اور

پندرہ روز تک میرے پاس نہ آنا۔ وہ انصاری پندرہ روز تک لکڑیاں کاٹتے اور بیچتے رہے پندرہ روز کے بعد جب بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے تو ان کے پاس کھانے پینے کے بعد دس درہم یعنی پونے تین روپے بچے تھے۔ اس میں سے کچھ کا کپڑا خریدا کچھ کا غلہ۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا یہ محنت تمہارے لئے مانگنے سے بہتر ہے۔

(ابن ماجہ، مشکوٰۃ کتاب الزکوٰۃ) (سنن ابی داؤد، کتاب الزکوٰۃ، باب ما تجوز فیہ المسالۃ، الحدیث

۱۶۴۱، ج ۲، ص ۱۶۸)

### کمائی کے عقلی فوائد

(۱) حلال کمائی پیغمبروں کی سنت ہے (۲) کمائی سے مال بڑھتا ہے اور مال سے صدقہ، خیرات، حج، زکوٰۃ، مسجدوں کی تعمیر، خانقاہوں کی عمارت ہو سکتی ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مال کے ذریعہ جنت خرید لی کہ ان کے لئے فرمایا گیا۔ اَفْعَلُوا مَا يَشْتُمُ (یعنی تم جو چاہے کرو)۔

(۳) کمائی کھیل کود اور صد ہا جرموں سے روک دیتی ہے چوری، ڈکیتی، بد معاشری، چغلی غیبت لڑائی جھگڑے سے بیکاری کے نتیجے ہیں۔

(۴) کسب سے انسان کو محنت کی عادت پڑتی ہے اور دل سے غرور نکل جاتا ہے۔

(۵) کسب میں غربت و فقری سے امن ہے اور غربی دنیا برباد کر کے دونوں میں منہ کالا کرتی ہے۔ اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ (۶) جو کوئی کمائی کے لئے نکلتا ہے تو اعمال لکھنے والے فرشتے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تیری اس حرکت میں برکت دے اور تیری کمائی کو جنت کا ذخیرہ بنائے اس دعا پر زمین و آسمان کے فرشتے آمین کہتے ہیں۔

(تفسیر نعیمی پارہ دوم، روح البیان) (تفسیر نعیمی، ج ۲، ص ۱۳۷، روح البیان، پ ۲، البقرة،

تحت ۱۶۹، ج ۱، ص ۱۷۳)

## انبیاء کرام نے کیا پیشے اختیار کئے

کسی پیغمبر نے نہ سوال کیا، نہ ناجائز پیشے کئے، ہر نبی نے کوئی نہ کوئی حلال پیشہ ضرور کیا۔ چنانچہ آدم علیہ السلام نے اولاً کپڑا بننے کا کام کیا اور بعد میں آپ کھیتی باڑی میں مشغول ہو گئے۔ ہر قسم کے بیج جنت سے ساتھ لائے تھے ان کی کاشت فرماتے تھے۔ ان کے سوا سارے پیشے کئے۔ نوح علیہ السلام کا ذریعہ معاش لکڑی کا کام تھا (بڑھی پیشہ) اور یس علیہ السلام درزی گری فرماتے تھے۔ حضرت ہود اور صالح علیہما السلام تجارت کرتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مشغلہ کھیتی باڑی تھا۔ حضرت شعیب علیہ السلام جانور پالتے اور ان کے دودھ سے معاش حاصل کرتے تھے۔ لوط علیہ السلام مکھیتی باڑی کرتے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام نے چند سال بکریاں چرائیں، داؤد علیہ السلام زرہ بناتے تھے۔ سلیمان علیہ السلام اتنے بڑے بادشاہ ہو کر درختوں کے پتوں سے پنکھے اور زنجیلیں بنا کر گزر فرماتے تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام سیر و سیاحت میں رہے، نہ کہیں مکان بنایا، نہ نکاح کیا اور فرماتے تھے کہ جس نے مجھے ناشتہ دیا ہے وہ ہی شام کا کھانا بھی دے گا۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بکریاں بھی چرائی ہیں اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مال کی تجارت بھی فرمائی، غرض ہر قسم کی حلال کمائیاں سنت انبیاء ہے اس کو عار جاننا نادانی ہے (تفسیر نعیمی، تفسیر عزیزی)

## بہتر پیشہ

افضل پیشہ جہاد، پھر تجارت، پھر کھیتی باڑی، پھر صنعت و حرفت ہے، علمائے کرام نے فرمایا کہ جائز پیشوں میں ترتیب ہے کہ بعض سے بعض اعلیٰ ہیں۔ جن پیشوں میں دین و دنیا کی بقا ہے دوسرے پیشوں سے افضل ہیں چنانچہ بہتر صنعت دینی تصنیف اور کتاب ہے کہ اس سے قرآن و حدیث اور سارے دینی علوم کی بقا ہے۔ پھر آٹے کی پسائی اور چاول کی صاف کرائی کہ اس سے نفس انسان کی

بقا ہے۔ پھر روئی دھنائی، سوت کتائی اور کپڑا بننا ہے کہ اس سے ستر پوشی ہے پھر درزی گری کا پیشہ بھی کہ اس کا بھی یہی فائدہ ہے۔ پھر روشنی کا سامان بنانا کہ دنیا کو اس کی بھی ضرورت ہے۔ پھر معماری، اینٹ بنانا (بھٹہ) اور چونے کی تیاری ہے کہ اس سے شہر کی آبادی ہے۔ رہی زرگری، نقاشی، کار چوبی، حلوہ سازی، عطر بنانا یہ پیشے جائز ہیں مگر ان کا کوئی خاص درجہ نہیں کیونکہ فقط زینت کے سامان ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ بیکار رہنا بڑا جرم ہے اور ناجائز پیشے کرنا اس سے بڑھ کر جرم، رب تعالیٰ نے ہاتھ پاؤں وغیرہ برتنے کے لئے دیئے ہیں نہ کہ بیکار چھوڑنے کے لئے۔

(تفسیر نعیمی، تفسیر عزیزی) اسلامی زندگی ص ۱۳۹-۱۴۰



## الحديث الحادى عشر شبہات سے پرہیز

عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ سِبْطِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِثَائِهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دَعَا مَا يَرِيْبُكَ إِلَى مَا لَا يَرِيْبُكَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ. وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

(سنن الترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ والرقائق والورع، ر: 2526، 4/232) (سنن النسائی،

کتاب الاثریۃ، باب الحق علی ترک الشکات، 8/327)

روایت ہے حضرت حسن ابن علی سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک یہ بات یاد کی ہے کہ اسے چھوڑ دو جو تمہیں شک میں ڈالے ادھر رجوع کرو جو تمہیں شک میں نہ ڈالے کیونکہ سچ اطمینان ہے اور جھوٹ تردد ہے (احمد، ترمذی، نسائی) اور راوی نے پہلی چیز روایت فرمائی۔

### حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں

کہ

اے ظاہر یہ ہے کہ آپ نے بلا واسطہ حضور سے یہ سنا اور یاد کیا کیونکہ حضور انور کی زندگی شریف میں امام حسن علیہ السلام قدرے سمجھدار تھے، بچوں کا حدیث سننا معتبر ہے جب کہ کچھ سمجھدار ہوں اور ہو سکتا ہے کہ آپ نے کسی صحابی سے سنا ہو، چونکہ یہ

قول رسول تھا اس لیے اسے حضور کی طرف نسبت فرما دیا جیسے ہم کہہ دیتے ہیں کہ حضور نے یہ فرمایا یا ہمیں حضور کا یہ فرمان یاد ہے۔

۲۔ یعنی جو کام یا کلام تمہارے دل میں کھلے کہ نہ معلوم حرام ہے یا حلال اسے چھوڑ دو اور جس پر دل گواہی دے کہ یہ ٹھیک ہے اسے اختیار کرو مگر یہ ان حضرات کے لیے ہے جو حضرت حسن جیسی قوت قدسیہ و علم لدنی والے ہوں جن کا فیصلہ قلب کتاب و سنت کے مطابق ہو، عام لوگ یا جو نفسانی و شیطانی وہمیات میں پھنسے ہوں ان کے لیے یہ قاعدہ نہیں۔ (مرقات و اشع) بعض لا پرواہ لوگ قطعی حراموں میں کوئی تردد نہیں کرتے اور بعض وہم پرست جائز چیزوں کو بلا وجہ حرام و مشکوک سمجھ لیتے ہیں ان کے لیے یہ قاعدہ نہیں ہے، لہذا حدیثیں واضح ہے۔

۳۔ یعنی مؤمن کامل کا دل سچے کام و سچے کلام سے مطمئن ہوتا ہے اور مشکوک اشیاء سے قدرتی طور پر متردد ہوتا ہے۔ یہاں لمعات میں فرمایا گیا کہ جب آیتوں میں تعارض معلوم ہوتا ہو تو حدیث کی طرف رجوع کرو اور حدیثیں بھی متعارض نظر آئیں تو اقوال علماء کو تلاش کرو اور اگر ان میں بھی تعارض نظر آئے تو اپنے دل سے فتویٰ لو اور احتیاط پر عمل کرو، یہ سارے احکام صاف دل اور پاکیزہ نفوس کے لیے ہیں۔ (لمعات مختصراً) اگر کسی کو جھوٹ سے اطمینان ہو اور گناہ سے خوشی ہو، نیکیوں سے دل گھبرائے تو وہ دل کی آواز نہیں بلکہ نفس امارہ کی شرارت ہے، نفس اگر دل پر غالب آجائے تو بہت پریشان کرتا ہے اور اگر دل نفس پر غالب ہو تو سبحان اللہ یہ ہی حال عقل کا ہے۔

عقل زیر حکم دل یزدانی است      جوز دل آزاد شد شیطانی است  
اللہ تعالیٰ دل کو نفس و عقل پر غالب رکھے۔ آمین!



کپڑوں کی قیمت صدقہ کر دی

حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر شبہ والی چیز سے مکمل اجتناب فرماتے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شریک تجارت حضرت سیدنا حفص بن عبدالرحمن علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے ساتھ تجارت کرتے تھے اور مجھے مال تجارت بھیجتے ہوئے فرمایا کرتے: ”اے حفص! فلاں کپڑے میں کچھ عیب ہے۔ جب تم اسے فروخت کرو تو عیب بیان کر دینا۔ حضرت سیدنا حفص نے ایک مرتبہ مال تجارت فروخت کیا اور نیچتے ہوئے عیب بتانا بھول گئے۔ جب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم ہوا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام کپڑوں کی قیمت صدقہ کر دی۔

(تاریخ بغداد، الرقم ۷۲۹۷، العمان بن ثابت ابوحنیفہ، ج ۱۳، ص ۵۶، بغیر)

حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تقویٰ کی ایک اور مثال یہ ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ایک بکری چوری ہو گئی تو اندازاً جتنا عرصہ وہ بکری زندہ رہ سکتی تھی اس مدت میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی بکری کا گوشت نہ کھایا۔

منقول ہے کہ خلیفہ وقت (ابوجعفر منصور) نے حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سیدنا ابن ابی ذئب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف کچھ مال بھیجا تو حضرت سیدنا ابن ابی ذئب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا: ”میں خلیفہ کے لئے اس مال پر راضی نہیں تو اپنے لئے کیسے راضی ہو جاؤں؟“ اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ”اگر مجھے مارا جائے کہ ان میں سے ایک درہم کو صرف ہاتھ لگا دو پھر بھی میں اسے نہ چھوؤں گا۔“ (مناقب الامام الاعظم للامام البزازی، الفصل الخامس، جمع النصوص مالک و ابن ابی ذئب والامام و مناقبہ، ج ۲، ص ۱۶)

## الحديث الثاني عشر اسلام کی خوبی

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:  
مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ. حَدِيثٌ حَسَنٌ، رَوَاهُ  
الْإِسْلَامِيُّ (1). وَغَيْرُهُ هَكَذَا (2).

(سنن الترمذی، کتاب الزہد، باب ما جاء من تكلم بالكلمة ليحكم الناس، ر: 2324، 4/142)

سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب كفت اللسان في الفتنة، ر: 3976، 4/344

حضرت ابو ہریرہ سے اس روایت ہے، فرماتے ہیں: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انسان کے اسلام کی خوبیوں میں سے ایک چھوڑ دینا ہے اس کا جو اسے نفع نہ دے۔

### حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں

کہ

یعنی کامل مسلمان وہ ہے جو ایسے کلام ایسے کام ایسی حرکات و سکنات سے بچے جو اس کے لیے دین یا دنیا میں مفید نہ ہوں، وہ کام یا کلام کرے جو اسے یا دنیا میں مفید ہو یا آخرت میں۔ سبحان اللہ! ان دو کلموں میں دونوں جہان کی بھلائی وابستہ ہے۔ ایک بزرگ کسی محل پر گزرے مالک سے پوچھا کہ تو نے یہ مکان کب بنایا ہے فوراً بولے کہ میں نے یہ کلام بے فائدہ کیا اس کے کفارہ میں ایک سال روزے

رکھے۔ اپنے نفس کا حساب کرو تا کہ قیامت کا حساب آسان ہو۔

(مرقات) (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۶ ص ۶۷۳)

### امام اہل سنت کے مدنی پھول

امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیه رواۃ الترمذی و ابن ماجہ والبیہقی فی الشعب عن ابی ہریرۃ والحاکم فی الکنی عن ابی بکر الصدیق و فی تاریخہ عن علی المرتضیٰ و احمد والطبرانی فی الکبیر عن سید ابن السید الحسن بن علی والشیرازی فی الالقاب عن ابی فر والطبرانی فی الصغیر عن زید بن ثابت و ابن عساکر عن الحارث بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہم عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حسنه النووی و صححه ابن عبد البر والہیثمی۔

انسان کے اسلام کی خوبی سے ہے یہ بات کہ غیر مہم کام میں مشغول نہ ہولا یعنی بات ترک کرے

(اس کو ترمذی و ابن ماجہ نے اور شعب الایمان میں بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ سے، اور حاکم نے کئی میں حضرت ابو بکر صدیق سے اور اپنی تاریخ میں حضرت علی مرتضیٰ سے، اور امام احمد نے اور معجم کبیر میں طبرانی نے سید ابن سید حضرت حسین بن علی سے، اور شیرازی نے القاب میں حضرت ابو ذر سے، اور معجم صغیر میں طبرانی نے حضرت زید بن ثابت سے، اور ابن عساکر نے حضرت حارث بن ہشام سے، ان حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ امام نووی نے اسے حسن اور ابن عبد البر و ہیثمی نے صحیح کہا۔ (ت)

(۱۔ سنن الترمذی کتاب الزہد حدیث ۲۳۲۴ دار الفکر بیروت ۴/ ۱۴۲ سنن الترمذی کتاب

اللعن باب کف اللسان فی الفتنۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۹۵ مجمع الزوائد کتاب الادب باب من

حسن اسلام المروانخ دار الکتب بیروت ۸/ ۱۸)

اقول: اس کا مفاد بھی اس قدر کہ حسن اسلام سب محسنات سے ہے اور محسنات میں سب مستحسانات بھی، نہ کہ ہر غیر مہم سے نہی، ورنہ غیر مہم تو بیکار سے بھی اعم ہے، تو سوا مہمات کے سب زیر نہی آکر مباحات سراسر مرتفع ہو جائیں گے۔ لاجرم امام ابن حجر کی شرح اربعین نووی میں فرماتے ہیں: الذی یعنی الانسان من الامور ما يتعلق بضرورة حیاته فی معاشه مما یشبعه من جوع ویرویه من عطش ویستر عورته ویعف فرجه ونحوہ ذلك مما یدفع الضرورة دون ما فیہ تلذذ واستمتاع واستکثار وسلامتہ فی معادہ۔<sup>۱</sup>

انسان کے لئے مہم امور وہ ہیں جو اس کی حیات و معاش کی ضرورت سے وابستہ ہوں اس قدر خوراک جو اس کی بھوک دور کر کے سیری حاصل کرائے اور پانی اس کی پیاس دور کر کے سیراب کر دے اور کپڑا جس سے اس کی ستر پوشی ہو اور وہ جس سے اس کی پارسائی کی حفاظت اور عفت ہو، اور اسی طرح کے امور جن سے اس کی ضرورت دفع ہو، اور جس میں اس کے معاد و آخرت کی سلامتی ہو وہ نہیں جس میں صرف لطف و لذت اندوزی اور کثرت طلبی ہو۔ (ت)

(۱۔ شرح اربعین لامام ابن حجر کی)

ابن عطیہ مالکی کی شرح اربعین میں ہے: ما لا یعنیہ هو ما لا تدعو الحاجة الیہ مما لا یعود علیہ منہ نفع اخروی، والذی یعنیہ ما یدفع الضرورة دون ما فیہ تلذذ وتنعم وقال الشیخ یوسف بن عمر ما لا یعنیہ هو ما یخاف فیہ فوات الاجر والذی یعنیہ هو الذی لا یخاف فیہ فوات ذلك<sup>۱</sup> مختصر۔

لا یعنی وغیرمہم امور وہ ہیں جن کی کوئی حاجت نہ ہو، جن سے کوئی اخروی فائدہ نہ ہو۔ اور مہم امور وہ ہیں جن سے ضرورت دفع ہو نہ وہ جن میں لذت اندوزی و آسائش طلبی ہو۔ اور شیخ یوسف بن عمر نے فرمایا: لا یعنی امور وہ ہیں جن میں اجر فوت ہونے کا اندیشہ ہو۔ اور یعنی مہم امور وہ ہیں جن میں اجر فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو اھ مختصراً۔ (ت) (۱۔ شرح اربعین للامام ابن عطیہ مالکی)

علامہ احمد بن حجازی کی شرح اربعین میں ہے:

الذی یعنی الانسان من الامور ما يتعلق بضرورة حیاته فی معاشه وسلامته فی معادہ ومما لایعنیہ التوسع فی الدنیا وطلب المناصب والریاسة<sup>۱</sup> الا ملخصاً۔

انسان کے لئے مہم وہ امور ہیں جو اس کی معاشی زندگی اور اخروی سلامتی کی ضرورت سے متعلق ہوں اور لا یعنی وغیرمہم امور دنیا کی وسعت اور منصب و ریاست کی طلب ہے اھ ملخصاً۔ (۲۔ المجالس السنیہ فی الکلام علی اربعین للنوویہ المجلس الثانی عشر الخ وادراجہا الکتب العربیہ مصر ص ۳۶ و ۳۷)

تیسیر میں ہے:

الذی یعنیہ ما تعلق بضرورة حیاته فی معاشه دون ما زاد وقال الغزالی حتماً لایعنی هو الذی لو ترک لم یفت به ثواب ولم ینجز به ضرور۔<sup>۱</sup>

مہم امر وہ ہے جو اس کی معاشی زندگی کی ضرورت سے وابستہ ہو وہ نہیں جو زیادہ ہو۔ اور امام غزالی نے فرمایا: لا یعنی کی تعریف یہ ہے کہ اگر اسے ترک کر دے تو اس سے کوئی ثواب فوت نہ ہو اور اس سے کوئی ضرر عائد نہ ہو۔ (۱۔ التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت

مرقاۃ میں ہے:

حقیقۃ مالا یعنیہ مالا محتاج الیہ فی ضرورۃ دینہ ودنیاء ولا ینفعہ فی مرضاء مولاء ہاں یکون عیشہ بدونہ ممکنا وهو فی استقامۃ حالہ بغیرہ متیمکنا قال الغزالی وحد مالا یعنیک ان تتکلم بکل مالو سکت عنہ لم تأثم ولم تتضرر فی حال ولا مال ومثالہ ان تجلس مع قوم فتحکی معہم اسفارک وما رايت فیہا من جبال وانہار وما وقع لك من الوقائع وما استحسننتہ من الاطعمۃ والشیاب وما تعجبت منه من مشائخ البلاد ووقائعہم فہذہ امور لو سکت عنہا لم تأثم ولم تتضرر واذا بالغت فی الاجتہاد حتی لم یمتزج بحکایتک زیادۃ ولا نقصان ولا تزکیۃ نفس من حیث التفاخر بمشاہدۃ الاحوال العظیمة، ولا اغتیاب لشخص ولا مذمۃ لشیء مما خلقہ اللہ تعالیٰ فانت مع ذلك کلمہ مضیع زمانک ومحاسب علی عمل لسانک اذ تستبدل الذی ہو ادنی بالذی ہو خیر، لانک لو صرفت زمان الکلام فی الذکر والفکر ربما ینفتح، لکن من نفحات رحمۃ اللہ تعالیٰ ما یعظم جدواہ ولو سمعت اللہ تعالیٰ ہی لك بہا قصر فی الجنۃ ومن قدر علی ان یاخذ کنزا من الكنوز فاخذ بدلہ عہ مدرة لا ینتفع بہا کان خاسرا خسرانا مبینا وهذا علی فرض السلامة من الوقوع فی کلام المعصیۃ وانی تسلم من الافات التی ذکرناہا۔<sup>۱</sup>

لا یعنی کی حقیقت یہ ہے کہ دین و دنیا کی ضرورت میں اس سے کام نہ ہو اور رضائے مولا میں وہ نفع بخش نہ ہو اس طرح کہ وہ اس کے بغیر زندگی گزار سکتا ہو اور وہ نہ ہو تو بھی وہ اپنی حالت درست رکھ سکتا ہو۔ امام غزالی نے فرمایا: لا یعنی کی حد یہ ہے



کہ تم ایسی بات بولو جو نہ بولتے تو نہ گنہگار ہوتے نہ حال و مال میں اس سے تمہیں کوئی ضرر ہوتا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ بیٹھ کر لوگوں سے تم اپنے سفروں کا قصہ بیان کرو اور یہ کہ میں نے اتنے پہاڑ اتنے دریا دیکھے اور یہ یہ واقعات پیش آئے اتنے عہد کھانوں اور کپڑوں سے سابقہ پڑا، اور ایسے ایسے مشائخ بلاد سے ملاقات ہوئی ان کے واقعات یہ ہیں۔ یہ ایسی باتیں ہیں جو تم نہ بولتے تو نہ گنہگار ہوتے، نہ ان سے تمہیں کوئی ضرر ہوتا۔ اور جب تمہاری پوری کوشش یہ ہو کہ تمہاری حکایت میں نہ کسی کی بیشی کی آمیزش ہو، نہ ان عظیم احوال کے مشاہدہ پر تفاخر کے اعتبار سے خود ستائی کا شائبہ ہو، نہ کسی انسان کی غیبت ہو، نہ خدائے تعالیٰ کی مخلوقات میں سے کسی شئی کی مذمت ہو تو ان ساری احتیاطوں کے بعد بھی تم اپنا وقت برباد کرنے والے ہو اور تم سے اپنی زبان کے عمل پر حساب ہوگا اس لئے کہ تم خیر کے عوض اسے لے رہے ہو جو ادنیٰ و کمتر ہے، کیونکہ گفتگو کا یہ وقت اگر تم ذکر و فکر میں صرف کرتے تو رحمت الہی کے فیوض سے تم پر وہ در فیض کشادہ ہوتا جس کا نفع عظیم ہوتا، اگر تم خدائے بزرگ و برتر کی تسبیح کرتے تو اس کے بدلے تمہارے لئے جنت میں ایک محل تعمیر ہوتا۔ جو ایک خزانہ لے سکتا ہو مگر اسے چھوڑ کر ایک بے کار کا ڈھیلا اٹھالے تو وہ کھلے ہوئے خسارہ اور صریح نقصان کا شکار اور یہ اس مفروضہ پر ہے کہ معصیت کی بات میں پڑنے سے سلامت رہ جاؤ، اور ان آفتوں سے سلامتی کہاں جو ہم نے ذکر کیں۔

(ع) وقع فی نسخة المرقاة المطبوعة بمصر بدرة بالباء وهو تصحیف اھ منہ (م)

مرقاۃ مطبوعہ مصر کے نسخہ میں مدرہ کی جگہ باء سے بدرہ چھپا ہوا ہے یہ تصحیف ہے

اھ منہ (۱) مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الادب باب حفظ اللسان تحت الحدیث ۴۸۴۰

المکتبۃ المحمدیہ کوئٹہ ۵۸۵/۸

خلاصہ ان سب نفیس کلاموں کا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اپنی امت کو لایعنی باتیں چھوڑنے کی طرف ارشاد فرماتے ہیں جتنی بات آدمی کے دین میں نافع اور ثواب الہی کی باعث ہو یا دنیا میں ضرورت کے لائق ہو جیسے بھوک پیاس کا ازالہ بدن ڈھانکنا پارسائی حاصل کرنا اسی قدر اہم ہے اور اس سے زائد جو کچھ ہو جیسے دنیا کی لذتیں نعمتیں منصب ریاستیں غرض جملہ افعال و اقوال و احوال جن کے بغیر زندگانی ممکن ہو اور ان کے ترک میں نہ ثواب کا فوت نہ اب یا آئندہ کسی ضرر کا خوف وہ سب لایعنی وقابل ترک مثلاً لوگوں کے سامنے اپنے سفر کی حکایتیں کہ اتنے عہ ۱ اتنے شہر اور پہاڑ اور دریا دیکھے عہ ۲ یہ یہ معاملے پیش آئے عہ ۳ فلاں فلاں کھانے اور لباس عمدہ پائے عہ ۴ ایسے ایسے مشائخ سے ملنا ہوا۔ یہ سب باتیں اگر تو نہ بیان کرتا تو نہ گناہ تھا نہ ضرر عہ ۵ ہوتا اور اگر تو کامل کوشش کرے کہ تیرے کلام میں واقعیت سے کچھ کمی عہ ۶ بیشی نہ ہونے پائے نہ اس تفاخر سے نفس کی تعریف نکلے کہ ہم نے ایسے ایسے عظیم حال دیکھے نہ اُس عہ ۷ میں کسی شخص کی غیبت ہو۔ نہ اللہ تعالیٰ کی پیدا عہ ۸ کی ہوئی کسی چیز کی مذمت ہو تو اتنی احتیاطوں کے بعد بھی اُس کلام کا حاصل یہ ہوگا کہ تُو نے اتنی دیر اپنا وقت ضائع کیا اور تیری زبان سے اُس کا حساب ہوگا تو خیر کے عوض ادنیٰ بات اختیار کر رہا ہے اس لئے کہ جتنی دیر تُو نے یہ باتیں کیں اگر اتنا وقت اللہ عزوجل کی یاد اور اس کی نعمتوں صنعتوں کی فکر میں صرف کرتا تو غالباً رحمت الہی کے فیوض سے تجھ پر وہ کھلتا جو بڑا نفع دیتا اور تسبیح الہی کرتا تو تیرے لئے جنت میں عہ ۹ محل چُنا جاتا اور جو ایک خزانہ لے سکتا ہو وہ ایک نکمہ ڈھیلا لینے پر بس کرے تو صریح زیاں کار ہو اور یہ سب بھی اُس تقدیر پر ہے کہ کلام معصیت سے بچ جائے اور وہ آفتیں جو ہم نے ذکر کیں اُن سے بچنا کہاں ہوتا ہے۔ ظاہر ہوا کہ لایعنی جملہ مباحات کو شامل ہے نہ کہ مطلقاً مکروہ ہو۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲ ص ۱۰۲۲-۱۰۲۰)



## الحديث الثالث عشر مسلمان بھائی کے ساتھ برتاؤ

عَنْ أَبِي حَمْزَةَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ خَادِمِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ.

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب من الایمان أن يحب لأخيه... إلخ، ر: 13، 1/16) (صحیح مسلم،

کتاب الایمان، باب الدلیل علی أن من خصال الایمان... إلخ، ر: 45، ص 43)

روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی بندہ مؤمن نہیں ہوتا حتیٰ کہ اپنے بھائی کے لیے وہ ہی پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے<sup>۱</sup> (مسلم، بخاری)

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں کہ:

۱۔ یہ فرمان عالی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جامع کلمات سے ہے ان چند لفظوں میں دونوں جہان کی خوبیاں جمع ہیں یعنی کوئی شخص مؤمن کامل اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک کہ اپنے بھائی مسلمان کے لیے دینی و دنیاوی وہ چیز نہ چاہے جو اپنے لیے چاہتا ہے اسی کا ترجمہ ہے کہ آنچہ بر خود نہ پسندی بہ دیگران پسند۔ خیال رہے کہ یہاں خیر مراد ہے ہر مسلمان کے لیے دنیا و آخرت کی خیر چاہو جو اپنے لیے چاہتے ہو۔ اس خیر کا ظہور مختلف طریقوں سے ہوتا ہے کسی کے لیے دولت مندی خیر ہے، کسی کے لیے

فقیری خیر، کسی کے لیے خلوت خیر ہے، کسی کے لیے جلوت خیر لہذا اگر خلوت نشین مسلمان دوسرے مسلمان کے لیے جلوت چاہے جسے جلوت بہتر ہو تو اس فرمان کے خلاف نہیں۔ تمام مسلمانوں میں پاور ایک ہی ہے مگر پاور کے اثرات مختلف ہیں جیسے پاور ہیٹر میں پہنچے تو گرمی دیتا ہے فریج میں پہنچے تو ٹھنڈک۔ (مرقات)

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۶ ص ۷۹۱)

### امام غزالی کے مدنی پھول

حضرت سیدنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی کی اپنی مشہور زمانہ تصنیف لباب

الاحیاء میں فرماتے ہیں:

### مسلمان کے حقوق

حسن اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوب رب اکبر عز وجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ اُلفت نشان ہے: ”تم پر مسلمانوں کے چار حقوق لازم ہیں: نیکی کرنے والے کی مدد کرو، ان کے گناہ گاروں کے لئے بخشش مانگو، پیٹھ پھیرنے والے کے لئے دعا مانگو، اور توبہ کرنے والے سے محبت کرو۔“

(فردوس الاخبار للذہبی، باب الالف، الحدیث ۱۵۰۲، ج ۱ ص ۲۱۵)

اور مسلمان کے حق میں سے یہ بھی ہے کہ تو کسی مسلمان کو اپنے قول اور فعل سے تکلیف نہ پہنچائے۔

شہنشاہِ مدینہ، قراقرظِ قلب و سینہ، باعثِ نزولِ سکینہ، فیضِ معجزینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ نصیحت نشان ہے:

کامل (مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ، الحدیث ۱۰ ص ۳)

نبی رحمت، شفیع اُمت، قاسمِ نعمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان

ہے:

(کامل) مؤمن وہ ہے جس سے اہل ایمان اپنے نفسوں اور مالوں کو محفوظ و مامون سمجھیں۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص، الحدیث ۶۹۳۲، ج ۲، ص ۶۵۳)

نبی کریم، رءوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان والا نشان ہے:

مہاجر وہ ہے جو برائی چھوڑ دے اور اس سے اجتناب کرے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص، الحدیث ۶۹۳۲، ج ۲، ص ۶۵۳)

مسلمان کے حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ ہر مسلمان کے لئے تواضع کرے کسی پر تکبر نہ کرے، کیونکہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کسی اُکڑنے والے متکبر کو پسند نہیں فرماتا اور اگر کوئی دوسرا اس پر تکبر سے پیش آئے تو برداشت کرے۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ O

ترجمہ کنز الایمان: اے محبوب! معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور

جاہلوں سے منہ پھیر لو۔ (پ 9، الاعراف: 199)

ان حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نہ اپنے بارے میں لوگوں کی شکایات سنے، نہ کسی دوسرے کے بارے میں اور نہ خود ایسا کرے۔

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب و سینہ، سلطانِ باقرینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے:

چغل خورِ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب ما یکرہ من النمیمۃ، الحدیث ۶۰۵۶، ص ۵۱۲)

ان حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جس آدمی کو پہچانتا ہو اس سے تین دن سے زیادہ ترک تعلق نہ کرے اور کسی کے پاس اس کی اجازت کے بغیر نہ جائے اور تمام

لوگوں سے حسن اخلاق سے پیش آئے اور مشائخ کی عزت کرے، بچوں پر رحم کرے، تمام لوگوں سے خندہ پیشانی سے ملے اور کسی مسلمان سے ایسا وعدہ نہ کرے جسے پورا نہ کر سکے۔

ان حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر کوئی صورت بنی ہو تو مسلمانوں کے درمیان صلح کرائے۔

حضور نبی پاک، صاحبِ نولاک، سیاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ذیشان ہے: ”کیا میں تمہیں روزہ، نماز اور صدقہ سے افضل چیز کے بارے میں نہ بتاؤں؟“ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: ”جی ہاں۔“ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”آپس میں صلح کروانا۔“

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی اصلاح ذات البین، الحدیث ۴۹۱۹، ص ۱۵۸)

اور وہ مسلمانوں کے عیبوں کو چھپائے۔ ان حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ تہمت کی جگہوں سے بچے اور ہر حاجت مند مسلمان کے لئے اس شخص کے پاس سفارش کرے جو اس کی عزت کرتا ہے اور گنہگاروں کو گناہوں سے پہلے سلام کرے، جہاں تک ممکن ہو مسلمان بھائی کی عزت اور مال کو دوسرے کے ظلم سے بچائے۔

ان حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ جب کسی شریر سے واسطہ پڑے تو اسے برداشت کرے اور اس سے بچے اور ان حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کی قبروں کی زیارت کرے اور ان کے مردوں کے لئے دعا مانگے۔ (لباب الاحیاء، ۱۶۰)۔

مفتی شریف الحق امجدی دامت برکاتہم العالیہ ”نزہۃ القاری“ میں اس حدیث کی شرح یوں کرتے ہیں۔

انس بن مالک انصاری

نجاری خزرجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی والدہ مشہور صحابیہ ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ



عنہا ہیں یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خادم خاص ہیں۔ دس سال تک خدمت اقدس میں حاضر رہے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو حضرت انس دس سال کے تھے۔ ان کی والدہ نے خدمت میں لا کر پیش کر دیا۔ پھر وصال کے بعد ہی ساتھ چھوڑا۔ غزوہ بدر جیسے خطرناک موقع پر بھی ساتھ ساتھ تھے مگر لڑنے کے لائق نہ تھے۔ کسی نے ان سے پوچھا۔ غزوہ بدر میں شریک تھے۔ فرمایا میں کہاں رہتا ساتھ ہی تھا۔ خدمت کرتا تھا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی کنیت ابو حمزہ رکھی۔ حمزہ ایک ساگ ہے جسے فارسی میں ترہ تیزک اور اردو میں چنسر کہتے ہیں۔ عربی میں اس کا دوسرا نام جر چیز ہے جو انہیں مرغوب تھا یہ چن چن کر لایا کرتے۔ ایک دفعہ ذوالاذنین کہہ کے نوازا۔

ایک بار کنواں کھدوایا پانی کھاری تھا خدمت اقدس میں عرض کیا۔ سرکار تشریف لے گئے۔ اس کنویں میں لعاب دہن ڈالا اس کنویں کا پانی مدینے کے تمام کنوؤں سے زیادہ میٹھا ہو گیا۔ ان سے بے پناہ محبت فرماتے۔ احادیث میں بڑے دلچسپ قصے مذکور ہیں۔

ایک دفعہ ام سلیم حاضر ہوئیں عرض کیا یا رسول اللہ! یہ انس آپ کا خادم ہے اس کے لیے دعا فرمائیں۔ یہ دعا کی اسے اللہ! اس کے مال اس کی اولاد میں برکت دے۔ اس کی عمر دراز فرما۔ اسے بخش دے۔ اس دعا کی برکت یہ ہوئی کہ فرماتے ہیں میں نے اپنی صلیبی اولاد دو کم دوسو کو اپنے ہاتھ سے دفن کیا ہے۔ صرف ان کی اسی بلکہ اس سے بھی زائد اولاد ہوئی جن میں دو بیٹیاں بقیہ سب بیٹے۔

ان کا باغ ہر سال دو بار پھل دیتا۔ ایک پھول کا درخت تھا جس سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔ سو سال سے زائد عمر پائی خود فرماتے ہیں کہ زندگی سے اکتا گیا ہوں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ آٹھ غزوات میں جنگ کی۔ وصال کے بعد زمانے تک جہاد کرتے رہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں بصرہ آئے تاکہ یہاں کے لوگوں کو دین کی تعلیم دیں۔ بصرہ کے ساکن صحابہ کرام میں سب کے بعد ان کا وصال ہوا محمد بن سیرین نے غسل دیا۔ ۹۳ میں واصل بحق ہوئے۔ بصرہ کے قریب اپنے محل میں جو طف میں تھا دفن ہوئے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا موئے مبارک پاس تھا وصیت فرما گئے تھے کہ اسے میرے زبان کے نیچے رکھ دینا۔ ایسا ہی کیا گیا۔ ان سے دو ہزار دو سو چھیالیس حدیثیں مروی۔ ایک سو اڑسٹھ متفق علیہ ہیں اور تراسی افراد بخاری سے اور اکانوے افراد مسلم سے ہیں۔ اس پائے کے صحابی ہیں کہ حضرت ابوہریرہ جیسے کنز الاحادیث نے بھی ان سے حدیث اخذ کی ہے۔

### مومن کامل

اس حدیث میں ایمان سے مراد ایمان کامل ہے۔ محبت کسی کی طرف دل کے میلان کو کہتے ہیں یہاں محبت سے مراد پسندیدگی ہے مراد یہ ہے کہ کامل مومن وہی ہے جو اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہی پسندیدے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ اس کو لازم ہے کہ جو بات اپنے لیے ناگوار جانے وہ دوسروں کے لیے بھی ناپسند کرے۔ یعنی آدمی یہ چاہتا ہے کہ ہم آرام، اعزاز کے ساتھ خوش و خرم رہیں۔ کوئی ہماری توہین و تذلیل نہ کرے کوئی ہمیں ایذا نہ پہنچائے۔ کوئی ہمارا حق غصب نہ کرے اسی طرح یہ بھی چاہے کہ میرا بھائی اعزاز و اکرام کے ساتھ خوش و خرم رہے۔ نہ اس کی توہین و تذلیل ہو نہ اس کا حق غصب کیا جائے۔

اس سے بطور لزوم یہ بھی سمجھ میں آیا کہ ہر شخص اگر اس کا عادی ہو جائے تو معاشرہ صاف ستھرا رہے گا اور زندگی چین و اطمینان سے گزرے گی۔ ظاہر ہے کہ لڑائی

جھگڑا کی بنیاد یہی ہوتی ہے کہ انسان تنگدلی سے یہ چاہنے لگتا ہے کہ سب کچھ ہمیں میرے ہو دوسرے محروم رہیں۔ اس حدیث میں تواضع مروت، امداد باہمی ایک دوسرے کے کام آنے اور دوسرے کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی بلیغ ترین ترغیب ہے۔ حد کینہ عداوت، بغض ایذا رسانی حق تلفی تفوق ترفع تحقیر و تذلیل سے دور رہنے کی انتہائی و نشین پیرائے میں تلقین ہے۔ اسی لیے علماء نے اس حدیث کو بھی جوامع الکلم اور ام الاحادیث میں سے شمار فرمایا ہے۔



## الحديث الرابع عشر خون مسلم کی حرمت

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ: لَا يَحِلُّ قَتْلُ امْرِءٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِأَحَدٍ ثَلَاثٍ: الثَّيِّبُ الزَّانِي، وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ، وَالتَّارِكُ لِدِينِهِ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ.

(صحیح البخاری، کتاب الدیات، باب قولہ تعالیٰ اَنْ النفس بالنفس... إلخ، ر: 6878،

صحیح مسلم، کتاب القسامۃ... إلخ، باب ما یباح بہ دم المسلم، ر: 1676، ص 919)

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کسی اس مسلمان کا خون حلال نہیں جو گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ مگر تین حرفوں میں سے ایک سے، جان جان کے بدلے شادی شدہ زانی اور اپنے دین سے نکل جانے والا جماعت کو چھوڑنے والا (مسلم، بخاری)

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں

کہ:

۱۔ یہاں امرء سے مراد مطلق انسان ہے مرد ہو یا عورت، صرف مرد مراد نہیں کیونکہ یہ احکام عورت پر بھی جاری ہیں۔ کلمہ طیبہ کا ذکر فرما کر اشارۃً فرمایا کہ ظاہری کلمہ گو جس میں علامت کفر موجود نہ ہو اس کا یہی حکم ہے، مراد کلمہ سے سارے عقائد

اسلامیہ کا اقرار کرنا ہے۔

۲۔ یعنی اگر کوئی مسلمان کسی کو عمدۃً قتل کر دے تو مقتول کا دلی اسے قصاصاً قتل

کر سکتا ہے۔

۳۔ آزاد مسلمان مرد جو ایک بار حلال صحبت کر چکا ہو اسے محسن کہتے ہیں اگر

ایسا شخص زنا کر لے تو اس کو رجم یعنی سنگسار کیا جائے گا۔

۴۔ دین سے نکل جانے کی دو صورتیں ہیں: یا تو اسلام کو چھوڑ کر یہودی،

عیسائی، ہندو وغیرہ دوسری ملت میں داخل ہو جائے یا کلمہ گو تو رہے مگر کوئی کفریہ عقیدہ

اختیار کرے جیسے مرزائی، خارجی، رافضی وغیرہ بن جائے وہ بھی اگر توبہ نہ کرے تو قتل

کیا جائے گا۔ (ازمرقات وغیرہ) مگر یہ قتل اور رجم حاکم اسلام کر سکتا ہے دوسرا نہیں کر

سکتا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غلام آزاد کے عوض اور آزاد غلام کے عوض، عورت

مرد کے عوض اور مرد عورت کے عوض قتل کیا جائے گا، یہ ہی امام اعظم قدس سرہ کا مذہب

ہے یہی امام اعظم کی دلیل ہے۔ مرق مردق سے بنا بمعنی نکلنا، اسی واسطے شوربے کو

مرق کہتے ہیں کہ وہ گوشت سے نکلتا ہے۔ تارک الجماعت فرما کر ارشاد فرمایا کہ اجماع

مسلمین کے خلاف عقیدہ اختیار کرنا کفر ہے، قرآن کریم کے وہ معنی کرنا جو اجماع کے

خلاف ہوں کفر ہے، سب کا اجماع ہے کہ اقیمو الصلوٰۃ میں صلوٰۃ سے مراد موجودہ

اسلامی نماز ہے اور خاتم النبیین سے مراد آخری نبی ہے جو صلوٰۃ سے مراد صرف

اشاروں سے دعا مانگنا کرے اور خاتم النبیین کے معنی کرے اصلی نبی اور پھر حضور کے

بعد کسی نبی کے آنے کی گنجائش مانے وہ کافر ہے اسے حاکم اسلام قتل کرے گا۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۵ ص ۳۶۱)

## زنا کا انجام

یادرکھو کہ زنا کبیرہ گناہ ہے اور زانی دنیا و آخرت میں بد بخت ہے اللہ عزوجل

نے اپنی پاک کتاب میں متعدد مقامات پر اس سے ممانعت فرمائی ہے۔ چنانچہ،  
اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزَّوْجَ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا ۝

ترجمہ کنز الایمان: اور بدکاری کے پاس نہ جاؤ بے شک وہ بے حیائی ہے اور  
بہت ہی بری راہ۔ (پ 15، بنی اسرائیل: 32)

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے:

وَالَّذِينَ هُمْ لِأُفُوجِهِمْ حَافِظُونَ ۝ إِلَّا عَلَىٰ أَرْوَاحِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ  
أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۝ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ  
الْعَادُونَ ۝

ترجمہ کنز الایمان: اور وہ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی  
بیبیوں یا شرعی باندیوں پر جو ان کے ہاتھ کی ملک ہیں کہ ان پر کوئی ملامت نہیں تو  
جو ان دو کے سوا کچھ اور چاہے وہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔

(پ 18، المؤمنون: 5-6-7)

### زنا کار مؤمن نہیں رہتا

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا  
ارشاد حقیقت بنیاد ہے: ”زانی جب زنا کرتا ہے تو مؤمن نہیں رہتا۔“ یعنی زانی اللہ  
عزوجل کی رحمت سے دور اور اس کے عذاب کا حقدار ہو جاتا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان نقصان الایمان.... الخ، رقم ۵۷، ص ۳۸)

### زنا کی اجازت مانگنے والا نوجوان

ایک نوجوان نے رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْہِمْ، شفیع المذنبین، رئیس الغریبین صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا: ”یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم



کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھے زنا کی اجازت دیتے ہیں؟“ اس پر وہاں موجود صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اس نوجوان کو ڈانٹا تو حسن اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوب رب اکبر عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”اے چھوڑ دو۔“ پھر اس نوجوان سے فرمایا: ”میرے قریب آ جاؤ۔“ تو وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قریب حاضر ہو گیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا: ”تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ کوئی تمہاری ماں کے ساتھ ایسا کام کرے؟“ اس نے عرض کیا: ”میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر قربان جاؤں یقیناً میں اس بات کو پسند نہیں کرتا۔“ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”اسی طرح لوگ بھی یہ پسند نہیں کرتے کہ ان کی ماں کے ساتھ کوئی ایسا کام کرے۔“ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا: ”کیا تم اپنی بیٹی کے لئے یہ بات پسند کرتے ہو؟“ اس نے عرض کیا: ”نہیں۔“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”اسی طرح لوگ بھی اپنی بیٹیوں کے معاملہ میں یہ بات پسند نہیں کرتے۔“ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی بہن، خالہ اور پھوپھی کے بارے میں یہی سوال کیا تو وہ انکار کرتا رہا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے رہے: ”اسی طرح لوگ بھی یہ بات پسند نہیں کرتے۔“

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس نوجوان کے سینے پر رکھ کر دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبَهُ وَاغْفِرْ ذَنْبَهُ وَحَصِّنْ فَرْجَهُ یعنی اے اللہ عزوجل! اس

کے دل کو پاک فرما، اس کا گناہ معاف فرما اور اس کی شرمگاہ کی حفاظت فرما۔“ اس کے

بعد یہ نوجوان زنا کو سخت ناپسند کرنے لگ گیا۔“ (المعجم الکبیر، رقم ۷۶۷۹، ج ۸، ص ۱۶۲-۱۶۳)

### شیطان کا لشکر

اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزۃ عن الغیوب عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: جب عورت کو پیدا کیا گیا تو ابلیس نے اس سے کہا: ”تو میرا آدمی لشکر ہے، تو میری رازگاہ ہے، تو میرا ایسا تیر ہے کہ جسے میں جب بھی چلاؤں گا نشانے پر لگے گا۔“

(اتحاف السادة المتقين، کتاب کسرا شحوتیں، باب القول فی مضمون الفرج، ج ۹، ص ۹۲)

اس لئے پیارے بھائی! (اللہ عزوجل تم پر رحم فرمائے) شیطان کے تیروں سے

بچتے رہو۔

### زانی پر لعنت برستی ہے

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے: ”زنا کبیرہ گناہوں میں سے بہت بڑا گناہ ہے اور زانی پر قیامت تک اللہ عزوجل، ملائکہ اور تمام انسانوں کی لعنت برستی رہے گی اور اگر وہ توبہ کرے تو اللہ عزوجل اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔“ (رواہ النسائی طرفہ الاخری فی السنن، کتاب قطع السارق، باب تعظیم السرقة، رقم ۴۸۷۶، ص ۲۳۰۳)

### مومن اور منافق کی پہچان

سرکارِ مدینہ قرارِ قلب و سینہ، صاحبِ معطرِ پسینہ، باعثِ نزولِ سکینہ، فیضِ گنجینہ، شہنشاہِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”مومن کی علامت یہ ہے کہ اللہ عزوجل نماز اور روزے میں اس کا دل لگا دے اور منافق کی علامت یہ ہے کہ اللہ عزوجل اس کے پیٹ اور بصرِ مگاہ کی تسکین کو اس کی خواہش بنادے۔“

### تنگدستی کا سبب

اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزۃ عن الغیوب عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ

والہ وسلم نے فرمایا: ”زنا تنگدستی پیدا کرتا ہے اور چہرے کا نور ختم کر دیتا ہے۔“ اللہ عزوجل فرماتا ہے: ”میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں زانی کو تنگدست کر دوں گا اگرچہ کچھ عرصہ بعد سہی۔“ (کنز العمال، کتاب الحدود، الباب الثانی فی انواع الحدود، رقم ۱۸۰۱۳، ج ۵، ص ۱۲۶)

یقیناً زنا مال کو ختم کر دیتا ہے اور چہرے کا نور مٹا دیتا ہے اور زانی کو ہمیشہ کے لئے جہنم کا حقدار بنا دیتا ہے۔

### شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ

نبی کریم، رؤف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: ”جب بندہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں حاضر ہوگا تو شرک کے بعد اس کا کوئی گناہ زنا سے بڑھ کر نہ ہوگا اور اسی طرح وہ شخص جو اپنے نطفے کو حرام رحم میں رکھتا ہے وہ بھی ایسا ہی ہے۔ قیامت کے دن زانی کی شرمگاہ سے ایسی پپ نکلے گی کہ اگر اس میں سے ایک قطرہ سطح زمین پر ڈال دیا جائے تو اس کی بو کی وجہ سے ساری دنیا والوں کا جینا دو بھر ہو جائے۔“

(کنز العمال، کتاب الحدود، الباب الثانی فی الوداع الحدود، رقم ۱۲۹۹۰، ج ۵، ص ۱۲۵، بتصرف ما)

ذنب بعد الورث اعظم عند الله من نطفة وضعها رجل في رحم لامحل له

### جہنم میں جلنے کا سبب

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے: ”زنا سے بچتے رہو کیونکہ یہ جسم کی تازگی کو ختم کرتا ہے اور طویل محتاجی کا سبب ہے اور آخرت میں اللہ عزوجل کی ناراضگی، حساب کی سختی اور ہمیشہ کے لئے جہنم میں جلنے کا سبب ہے۔“

(شعب الایمان، باب فی تحریم الفروج، رقم ۵۳۷۵، ج ۴، ص ۳۷۹)

يَا مَنْ عَصَى اللَّهَ فِي الشَّبَابِ وَقَدْ  
صَفُّكَ بِالسَّيِّئَاتِ قَدْ مَلِئْتُ  
أَعْيِدْ جَوَابًا إِذَا سُئِلْتَ غَدًا  
يَا مُعْذِرَ الْمُسْلِمِينَ كَمْ رَجُلٍ  
تَرْجِمُهُ: (۱) اے اللہ عزوجل کی نافرمانی میں جوانی گزارنے والے، تیر  
اڑھاپا آچکا اب تو اللہ عزوجل کے حقوق کی پاسداری کر لے۔

(۲) تیر اعمال نامہ گناہوں سے بھر چکا ہے اس گناہوں سے بھرے نامہ  
اعمال کو کیسے پڑھے گا۔

(۳) کل قیامت میں جب سوال کئے جائیں گے اور مولیٰ (قہار) عزوجل جہنم  
کو تجھ سے قریب کر دے گا (اس وقت کے لئے) جوابات کی تیاری کر لے۔  
(۴) اے گروہِ مسلمین! بہت سے لوگ ایسے ہوں گے جب جہنم میں داخل ہوں  
گے تو وہ انہیں ملامت کرتی ہوگی۔

### جہنمی تابوت

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ، صاحبِ معطرِ پسینہ، باعثِ نزولِ سکینہ، فیضِ گنجینہ،  
شہنشاہِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: ”اپنے بندے یا  
بندی کو زنا کرتے دیکھ کر اللہ عزوجل کو سب سے زیادہ غیرت آتی ہے۔ خدا عزوجل کی  
قسم! اگر تم وہ باتیں جان لو جنہیں میں جانتا ہوں تو کم ہنسو اور زیادہ روؤ گے، سن لو! کہ  
جہنم میں آگ کے تابوت میں کچھ لوگ قید ہوں گے کہ جب وہ راحت مانگیں گے تو  
ان کے لئے تابوت کھول دیئے جائیں گے اور جب ان کے شعلے جہنمیوں تک پہنچیں  
گے تو وہ بیک زبان فریاد کرتے ہوئے کہیں گے: ”یا اللہ عزوجل! ان تابوت والوں پر

لعنت فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو عورتوں کی شرمگاہوں پر حرام طریقے سے قبضہ کرتے تھے۔“ (صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الغیرۃ، رقم ۵۲۲۱، ج ۳، ص ۳۶۹، مختصراً)

### جنت میں داخلے سے محروم

اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزّۃ عن العیوب، عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ذیشان ہے: اللہ عزوجل نے جب جنت کو پیدا فرمایا تو اس سے فرمایا: ”کلام کر۔“ تو وہ بولی: ”جو مجھ میں داخل ہوگا وہ سعادت مند ہے۔“ تو اللہ عزوجل نے فرمایا: ”مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! تجھ میں اٹھ قسم کے لوگ داخل نہ ہوں گے: شراب کا عادی، زنا پر اصرار کرنے والا، چغل خور، دیوث، (ظالم) سپاہی، ہجڑا اور رشتہ داری توڑنے والا اور وہ شخص جو خدا کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ فلاں کام ضرور کروں گا پھر وہ کام نہیں کرتا۔“

(اتحاف السادة المتقين، کتاب آفات اللسان، ج ۹، ص ۳۴۵-۳۴۶)

زنا پر اصرار کرنے والے سے مراد ہمیشہ زنا کرتا رہنے والا نہیں، اسی طرح شراب کے عادی سے مراد یہ نہیں جو ہمیشہ شراب پیتا رہے بلکہ مراد یہ ہے کہ جب اسے شراب میسر ہو تو وہ پی لے اور اللہ عزوجل کے خوف کی وجہ سے شراب پینے سے باز نہ آئے اسی طرح جب اسے زنا کا موقع ملے تو اس سے توبہ نہ کرے اور نہ ہی اپنے نفس کو اس بری خواہش کی تکمیل سے روکے۔ بے شک ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہی ہے۔

### نکاح کی پیش کش

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے بچوں سے فرمایا کرتے تھے: ”جب تم نکاح کرنا چاہو تو تمہارا نکاح کرادوں گا کیونکہ بندہ جب زنا کرتا ہے تو اس کے دل سے ایمان نکل جاتا ہے اور اس کا ایمان باقی نہیں رہتا۔“

حضرت سیدنا لقمان حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا: ”بیٹا! زنا سے بچ کر رہنا کیونکہ اس کی ابتداء خوف اور انتہاء عداوت ہے اور اس کا انجام جہنم کی وادی آثام ہے۔“

### اشعار

يَا مَنْ خَلَا بِمَعَاصِي اللَّهِ فِي الظُّلُمِ فِي اللُّجْ يُكْتَبُ فِعْلُ الشُّؤْمِ بِالْقَلَمِ  
 بِهَا خَلُوتَ وَعَذَّبَ اللَّهُ كَاطِرَةً وَأَنْتَ بِالْإِثْمِ مِنْهُ غَيْرُ مُكْتَتِمِ  
 فَهَلْ أَمِنْتَ مِنَ الْمَوْتِ عِقَابَهُ يَا مَنْ عَصَى اللَّهَ بَعْدَ الشَّيْبِ وَالْهَرَمِ

ترجمہ: (۱) اے وہ شخص کہ اندھیرے میں چھپ کر اللہ عزوجل کی نافرمانیاں کرتا ہے، قلم قدرت سے نامہ اعمال میں برا عمل لکھا جا رہا ہے۔

(۲) خلوتیں نافرمانیوں میں گزار رہا ہے حالانکہ اللہ عزوجل کی ذات دیکھ رہی ہے، تو گناہ کرتے وقت اس سے چھپ نہیں سکتا۔

(۳) اے جوانی اور بڑھاپا گزارنے کے بعد بھی اللہ عزوجل کی نافرمانی کرنے والے! کیا تو اللہ عزوجل کے عذاب سے بے خوف ہو گیا ہے۔

### زنا سے بچنے والا

بنی اسرائیل کے ایک شخص نے کسی دوسرے شہر کی عورت سے نکاح کیا اور اسے اپنے پاس بلانے کے لئے اپنے قابل اعتماد ساتھی کو اس کی طرف بھیجا۔ تو اس شخص کو اس کے نفس نے ورغلا یا اور اس نے عورت سے بدکاری کی خواہش ظاہر کی تو اس وقت اس نے اپنے نفس کو دھمکایا اور اللہ عزوجل سے پناہ مانگی تو اللہ عزوجل نے اسے نفسانی خواہش ترک کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔



اشعار

تَوَتَّى نَفْسُكَ لَا تَأْمَنُ غَوَائِلَهَا      فَإِنَّ النَّفْسَ أَخْبَفُ مِنْ سَبْعِينَ شَيْطَانًا

ترجمہ: خود کو اپنے نفس سے بچا، اس کی ہلاکتوں سے بے پرواہ نہ ہونا، کیونکہ نفس ستر شیاطین سے زیادہ خطرناک ہے۔

قاتل کی سزا

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَبِدًا قُتِلَ جَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا (پ 5، النساء: 93)

ترجمہ کنز الایمان: اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے کہ مدتوں اس میں رہے اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لئے تیار رکھا بڑا عذاب۔

قتل ناحق کی مذمت پر احادیث مبارکہ

شہنشاہ خوش خصال، پیکر حسن و جمال، دافع رنج و ملال، صاحبِ جود و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: ”سب گناہوں سے بڑا گناہ کسی کو ناحق قتل کرنا ہے۔ جس نے چھری سے خودکشی کی ملائکہ جہنم کی وادیوں میں اس کو ہمیشہ ہمیشہ وہ چھری گھونپتے رہیں گے، وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا اور میری شفاعت سے مایوس رہے گا اور اگر اس نے بلند جگہ سے اپنے آپ کو گرا کر خودکشی کی ہوگی تو فرشتے بھی ہمیشہ ہمیشہ اس کو جہنم کی وادیوں میں بلند چوٹی سے گراتے رہیں گے اور قتل کرنے والوں کو آگ کے کنوؤں میں قید کیا جائے گا اور اگر رسی سے لٹک کر خودکشی کی ہوگی تو ہمیشہ کے لئے اللہ عزوجل کی رحمت سے مایوس آگ کی شاخوں میں لٹکا رہے گا۔ اگر کوئی کسی جان کو ناحق قتل کرے تو یہ کھلی گمراہی ہے

فرشتے اس کو آگ کی چھریوں سے ذبح کرتے رہیں گے جب بھی وہ اس کو ذبح کریں گے تو اس کے حلق سے تارکول سے بھی زیادہ سیاہ خون بہے گا پھر وہ جیسا تھا ویسا ہی ہو جائے گا پھر ذبح کیا جائے گا، یہ سزا اس کو ہمیشہ ہمیشہ دی جائے گی اور قاتلوں کو آگ کے کنوؤں میں قید کیا جائے گا وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے۔“

(ہم اس گناہ و سزا سے اللہ عزوجل کی پناہ مانگتے ہیں)

اسی طرح اس عورت کو سزا دی جائے گی جو اپنے پیٹ کے بچے کو ساقط کر دے (یعنی گرا دے)۔

(۲) اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَإِذَا النُّفُوسُ سُئِلَتْ ۖ «بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ» ① (پ ۳۰، تکویر: ۸، ۹)

ترجمہ کنز الایمان: اور جب زندہ دبائی ہوئی سے پوچھا جائے کس خطا پر ماری گئی۔

سرکارِ والاخبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیع روزِ شمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیب پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: ”مَنْظَرُ ذُوْح (یعنی گرایا ہوا بچہ) قیامت کے دن آئے گا اس کی آواز بجلی کی کڑک کی مثل ہوگی وہ فریاد کریگا: ”میں مظلوم ہوں۔“ پھر وہ اپنی ماں کو لے کر آئے گا اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں عرض کریگا: ”اے میرے رب عزوجل! تُو اس سے پوچھ اس نے مجھے کیوں قتل کیا تھا؟“ اللہ تبارک و تعالیٰ اس کی ماں سے فرمائے گا: ”تُو نے اس کو کیوں قتل کیا تھا، کیا تُو یہ سمجھتی تھی کہ میں اسے رزق نہیں دوں گا؟ بے شک میں نے کسی بھی جان کا قتل ناحق حرام کر دیا ہے۔“ (پھر فرشتوں سے فرمائے گا) اے میرے فرشتو! اس کو (دارِ غہ) جہنم) حضرت سیدنا مالک علیہ السلام کے سپرد کر دو تا کہ وہ اسے ”جُبُّ الْأَحْزَانِ“ میں قید کر دیں۔“ سخت مضبوط فرشتے اس کو پکڑ لیں گے کیونکہ فرشتے اللہ عزوجل کے حکم

کی نافرمانی نہیں کرتے یہ تو وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔ فرشتے اس عورت کی گردن میں طوق اور زنجیریں ڈال کر منہ کے بل گھسیٹتے ہوئے جہنم کی طرف لے جائیں گے اور حضرت سیدنا مالک علیہ السلام اُس کو ”جُہَنَّمُ الْأَخْزَانِ“ میں پھینک دیں گے۔ یہ آگ سے بھرا ایک گہرا کنواں ہے اس آگ کا نام ”کَاؤُالِہِ اَبَارِ“ ہے۔ جب جہنم سرد ہونے پر آتا ہے تو اس کنوئیں کا منہ کھول دیا جاتا ہے، جہنم اس کی حرارت سے پھر بھڑکنے لگتا ہے۔ اس میں درندے، بھیڑیے، سانپ اور بچھو ہیں جو جہنمیوں کو کاٹتے اور ڈستے ہیں اور اس میں عذاب کے فرشتے ہیں، جن کے ہاتھوں میں آگ کے نیزے ہیں جس سے وہ قاتلوں کو گھائل کرتے رہیں گے، اس عورت کو اس گڑھے میں پچاس ہزار سال تک عذاب دیا جاتا رہے گا یہاں تک کہ اللہ عزوجل اس کے بارے میں جو چاہے فیصلہ فرمادے۔“

ہم اللہ عزوجل کے غضب اور عذاب سے اُس کی پناہ مانگتے ہیں۔  
 تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت، مخزنِ جود و سخاوت، ہیکرِ عظمت و شرافت، محبوبِ ربِّ العزت، محسنِ انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: ”اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے بڑا گناہ اس جان کو قتل کرنا ہے جس کے قتلِ ناحق کو اللہ عزوجل نے حرام فرمادیا ہے اور کسی جان کو ناحق اذیت دینا حلال نہیں (پھر مثال بیان فرمائی)  
 اگرچہ چڑیا ہی ہو کہ اگر کوئی شخص اس سے کھیلا یہاں تک کہ وہ مرگئی اور اسے بغیر حاجت کے ذبح بھی نہ کیا تو وہ قیامت کے دن کانوں کو پھاڑ دینے والی کڑک کی مثل آواز سے بارگاہِ الہی عزوجل میں عرض گزار ہوگی:

اے میرے اللہ عزوجل! اس سے پوچھ کہ اس نے بلا وجہ مجھے اذیت کیوں دی اور مجھے قتل کیوں کیا تھا؟ اللہ تبارک و تعالیٰ فرمائے گا: ”مجھے میری عزت و جلال کی قسم! میں تیرا حق ضرور دلاؤں گا اور سن لو! کوئی ظالم مجھ سے نہ بچ سکے گا، میں ہر اس شخص کو

عذاب دوں گا جس نے ناحق کسی جان کو اذیت دی ہوگی اور اگر میں کسی ظالم سے مظلوم کا پورا پورا بدلہ نہ دلاؤں تو میں خود بے جا کرنے والا ٹھہروں گا۔“

پھر اللہ عزوجل فرمائے گا: ”میں ہی بدلہ دینے والا بادشاہ ہوں۔ میری عزت و جلال کی قسم! آج کے دن کسی پر ظلم نہ کروں گا اور آج کے دن کوئی ظالم مجھ سے نہ بچ سکے گا اگرچہ ایک طمانچہ ہو یا ہاتھ کی مار ہو یا ہاتھ کو مروڑا ہو اور میں سینگ والی بکری سے بغیر سینگ والی بکری کو بھی بدلہ دلاؤں گا اور لکڑی سے ضرور پوچھوں گا کہ تُو نے لکڑی کو خراش کیوں لگائی؟ اور پتھر سے ضرور پوچھوں گا کہ تُو نے پتھر کو تکلیف کیوں دی؟ اور وہ شخص کہ جس پر مظلوم کا حق ہے اس وقت تک جنت میں داخل نہ ہوگا جب تک کہ اپنی نیکیوں سے اس کا حق ادا نہ کر دے اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کے گناہوں کا بوجھ اس کے سر ڈال کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔“

اللہ کے محبوب، دانا، عیوب، مُنَزَّہ، مَعْنُ العیوب عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”سب سے بڑا گناہ اللہ عزوجل کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا اور کسی جان کو ناحق قتل کرنا ہے اور جیسے میں، مشرک کی شفاعت نہیں کروں گا اسی طرح قتلِ ناحق کرنے والے کی بھی شفاعت نہیں کروں گا اور جس طرح مشرک جہنم میں ہمیشہ رہے گا اسی طرح قاتل بھی جہنم میں رہے گا اور جس طرح اللہ عزوجل مشرکین پر سخت غضب فرماتا ہے اسی طرح قاتل پر بھی غضب شدید فرماتا ہے اور جس طرح قیامت کے دن مشرک پر لعنت فرمائے گا اسی طرح قاتل پر بھی لعنت فرمائے گا اور جب قاتل پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی لعنت پڑے گی تو وہ جہنم کے مختلف طبقات پر قتل کیا جاتا رہے گا یہاں تک کہ وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں دھنس جائے گا اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے جس طرح مشرکین کے لئے عذابِ عظیم تیار کر رکھا ہے اسی طرح قاتل کے لئے بھی عذابِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔“ (پھر آپ صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِدًا فَحِزَابُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ

عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا (پ ۵، النساء: ۹۳)

ترجمہ کنزالایمان: اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم

ہے کہ مدتوں اس میں رہے اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لئے تیار رکھا بڑا عذاب۔

• سوائے اس کے جو توبہ کر لے۔

مرتد کسے کہتے ہیں؟

مرتد وہ شخص ہے کہ اسلام کے بعد کسی ایسے امر کا انکار کرے جو ضروریات دین

سے ہو یعنی زبان سے (ایسا) کلمہ کفر بکے جس میں تاویل صحیح کی گنجائش نہ ہو۔ یونہی

بعض افعال بھی ایسے ہوتے ہیں جن سے کافر ہو جاتا ہے مثلاً بت کو سجدہ کرنا۔ مُصَحَّف

شریف (قرآن پاک) کو نجاست کی جگہ پھینک دینا۔ (بہار شریعت حصہ ۹ ص 173)

مرتد کی دنیا میں سزا

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 182 صفحات پر

مشمول کتاب، ”بہار شریعت“ حصہ 9 صفحہ 174 تا 175 پر صدر الشریعہ، بدر الطریقہ

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: جو شخص

مَعَاذَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ مُرْتَد ہو گیا تو مُسْتَحَب ہے کہ حاکمِ اسلام اُس پر اسلام پیش کرے اور

اگر وہ کچھ شبہ بیان کرے تو اُس کا جواب دے اور اگر مُہَلَّت مانگے تو تین دن قید میں

رکھے اور ہر روز اسلام کی تلقین کرے۔ یونہی اگر اُس نے مُہَلَّت نہ مانگی مگر امید ہے

کہ اسلام قبول کر لے گا جب بھی تین دن قید میں رکھا جائے۔ پھر اگر مسلمان ہو

جائے فیہا (یعنی بہت بہتر) ورنہ قتل کر دیا جائے۔ بغیر اسلام پیش کیے اُسے قتل کر



ڈالنا مکروہ ہے۔ (دُرِّ مختار ج 6 ص 346-349)

کیا مُرتد کو ہر کوئی قتل کر سکتا ہے؟

جی نہیں۔ یہ صرف بادشاہ اسلام کا کام ہے۔ چنانچہ صدر الشریعہ، بدر الطریقہ حضرت علامہ مولینا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: مُرتد کو قید کرنا اور اسلام نہ قبول کرنے پر قتل کر ڈالنا بادشاہ اسلام کا کام ہے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ ایسا شخص اگر زندہ رہا اور اس سے تعرض نہ کیا گیا (یعنی روک ٹوک نہ کی گئی) تو ملک میں طرح طرح کے فساد پیدا ہونگے اور فتنہ کا سلسلہ روز بروز ترقی پذیر ہوگا، جس کی وجہ سے امن عامہ میں خلل پڑیگا، لہذا ایسے شخص کو ختم کر دینا ہی مقتضائے حکمت (یعنی مصلحت کا تقاضا) تھا۔ اب چونکہ حکومت اسلام ہندوستان میں باقی نہیں، کوئی روک تھام کرنے والا باقی نہ رہا، ہر شخص جو چاہتا ہے بکتا ہے اور آئے دن مسلمانوں میں فساد پیدا ہوتا ہے، نئے نئے مذہب پیدا ہوتے رہتے ہیں، ایک خاندان بلکہ بعض جگہ ایک گھر میں کئی مذہب ہیں اور بات بات پر جھگڑے لڑائی ہیں، ان تمام خرابیوں کا باعث یہی نیا مذہب ہے۔ ایسی صورت میں سب سے بہتر ترکیب وہ ہے جو ایسے وقت کے لیے قرآن و حدیث میں ارشاد ہوئی، اگر مسلمان اُس پر عمل کریں تمام قصوں سے نجات پائیں دنیا و آخرت کی بھلائی ہاتھ آئے۔ وہ یہ ہے کہ ایسے لوگوں سے بالکل میل جُول چھوڑ دیں، سلام کلام ترک کر دیں، ان کے پاس اٹھنا بیٹھنا، اُن کے ساتھ کھانا پینا، اُن کے یہاں شادی بیاہ کرنا غرض ہر قسم کے تعلقات ان سے قطع کر دیں گویا سمجھیں کہ وہ اب رہا ہی نہیں۔

(بہار شریعت حصہ 9 ص 175)

عورت یا بچہ مُرتد ہو تو سزا

صدر الشریعہ، بدر الطریقہ حضرت علامہ مولینا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ



اللہ القوی فرماتے ہیں: عورت یا نابالغ سمجھ وال (یعنی سمجھدار) بچہ مُرتد ہو جائے تو قتل نہ کریں گے۔ بلکہ قید کریں گے یہاں تک کہ توبہ کرے اور مسلمان ہو جائے۔

(بہار شریعت حصہ 9 ص 175، عالمگیری ج 2 ص 254)

مُرتد کے تمام اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

کُفر قطعی یک کر یا اس طرح کا فعل کفر کر کے جو کافر و مُرتد ہو اس کے تمام اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔ پارہ 2 سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ آیت نمبر 217 میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يَزِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَبُيُوتُ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا  
وَالْآخِرَةِ ۖ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢١٧﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے پھر کافر ہو کر مرے تو ان لوگوں کا کیا اکارت کیا دنیا اور آخرت میں اور وہ دوزخ والے ہیں انہیں اس میں ہمیشہ رہنا۔ (پ 2 البقرہ 217)

کُفر بکنے والے کی ہاں میں ہاں ملانے والے کا حکم

اگر فقیہ و لڑوی کفر بکا ہے تو بکنے والا اور ہاں میں ہاں ملانے والا اسلام سے خارج نہ ہوئے اور سابقہ نیک اعمال بھی برباد نہ ہوئے۔ البتہ توبہ و تجدید ایمان فرض ہے اور بیوی والے کو تجدید نکاح کا حکم دیا جائے گا البتہ بلا اِکْرَاهِ شَرعی ہوش و خواہش میں صریح کُفر بکنے والا، ایسے ہی صریح کلمہ کفر کے معنی سمجھنے کے باوجود ہاں میں ہاں ملانے والا اور تائید میں سر ہلانے والا بھی کافر و مُرتد ہو جاتا ہے اور شادی شدہ تھا تو نکاح ٹوٹ جاتا، کسی کا مُرید تھا تو بیعت ختم ہو جاتی اور زندگی بھر کے نیک اعمال برباد ہو جاتے ہیں، اگر حج کر لیا تھا تو وہ بھی گیا، اب بعد تجدید ایمان صاحب استطاعت ہونے پر نئے سرے سے حج فرض ہوگا۔

مرتدین کی صحبت سے ایمان برباد ہو سکتا ہے

مرتدین کے ساتھ نشست و برخاست (یعنی اٹھنے بیٹھنے) کے متعلق کئے جانے والے ایک سوال کے جواب میں میرے آقا اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مولینا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ جلد 21 صفحہ 278 پر فرماتے ہیں: ان کے پاس نشست و برخاست حرام ہے اُن سے میل جول حرام ہے اگرچہ اپنا باپ یا بھائی بیٹے ہوں۔ اللہ عزَّ وَّجلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا يُنْسِيكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ⑤

ترجمہ کنزالایمان: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (پ 7 الانعام 68)

اللہ عزَّ وَّجلَّ ارشاد فرماتا ہے:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ⑥

ترجمہ کنزالایمان: تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ (عزَّ وَّجلَّ) اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں اُن سے جنہوں نے اللہ (عزَّ وَّجلَّ) اور اس کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں۔ (پ 28 المجادلہ 22)

فتاویٰ رضویہ جلد 14 صفحہ 328 پر ہے: مرتدوں میں سب سے بدتر مرتد ”منافق“ ہے۔ یہی وہ ہے کہ اس کی صحبت ہزار کافر کی صحبت سے زیادہ مُضر (نقصان دہ) ہے کہ یہ (بظاہر) مسلمان بن کر کفر سکھاتا ہے۔

مرتد کی نماز جنازہ کا حکم شرعی

مرتد اور کافر کے جنازے کا ایک ہی حکم ہے۔ مذہب تبدیل کر کے عیسائی

(کرچین) ہونے والے کا جنازہ پڑھنے والے کے بارے میں پوچھے گئے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت، مجدد دین و ملت، حضرت علامہ مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ جلد 9 صفحہ 170 پر ارشاد فرماتے ہیں: اگر بہ ثبوت شرعی ثابت ہو کہ میت عیاذ باللہ (خدا کی پناہ) تبدیل مذہب کر کے عیسائی (کرچین) ہو چکا تھا تو بیشک اُس کے جنازہ کی نماز اور مسلمانوں کی طرح اس کی تجہیز و تکفین سب حرام قطعی تھی۔ قال اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے):  
وَلَا تَصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّا تَأْتِيهِمْ إِلَّا دُعَاؤُا وَلَا نَفْسٌ عَلَيْهِ

ترجمہ کنز الایمان: اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔ (پ 10 النوبہ 84)

مگر نماز پڑھنے والے اگر اس کی نصرانیت (یعنی کرچین ہونے) پر مطلع نہ تھے اور برپنائے علم سابق (پچھلی معلومات کے سبب) اسے مسلمان سمجھتے تھے نہ اس کی تجہیز و تکفین و نماز تک اُن کے نزدیک اس شخص کا نصرانی (کرچین) ہو جانا ثابت ہوا، تو ان افعال میں وہ اب بھی معذور و بے قصور ہیں کہ جب اُن کی دانست (معلومات) میں وہ مسلمان تھا، اُن پر یہ افعال بجالانے بزرگ خود شرعاً لازم تھے، ہاں اگر یہ بھی اس کی عیسائیت سے خبردار تھے پھر نماز و تجہیز و تکفین کے مرتکب (مُرتکب)۔ کب (کب) ہوئے قطعاً سخت گنہگار اور وبالِ کبیرہ میں گرفتار ہوئے، جب تک توبہ نہ کریں نماز ان کے پیچھے مکروہ۔ مگر مُعاملۂ مُرتدین پھر بھی برتنا جائز نہیں کہ یہ لوگ بھی اس گناہ سے کافر نہ ہوں گے۔ ہماری شرعِ مُطہر صراطِ مُستقیم ہے، افراط و تفریط (یعنی حد اعتدال سے بڑھانا گھٹانا) کسی بات میں پسند نہیں فرماتی، البتہ اگر ثابت ہو جائے کہ اُنہوں نے اُسے نصرانی جان کر نہ صرف بوجہ حماقت و جہالت کسی غرض دنیوی کی نیت سے بلکہ خود اسے بوجہ نصرانیت مستحق تعظیم و قابل تجہیز و تکفین و نماز جنازہ تصور کیا

تو بیشک جس کا ایسا خیال ہوگا وہ سب بھی کافر و مرتد ہیں اور ان سے وہی معاملہ برتنا واجب جو مرتدین سے برتنا جائے اور ان کی شرکت کسی طرح روا نہیں، اور شریک و معاون سب گنہگار۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

### کافر کو مرحوم کہنا کیسا؟

ارجحہ اد کا علم ہونے کی صورت میں مرحوم کہنا کفر ہے۔ صدر الشریعہ، بذریعہ بطریقہ، حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”جو کسی کافر کیلئے اس کے مرنے کے بعد مغفرت کی دعا کرے یا کسی مردہ مرتد کو مرحوم (یعنی رحمت کیا جائے) یا مغفور (یعنی مغفرت کیا جائے) یا کسی مرے ہوئے ہندو کو بیگنٹھ (بے گن۔ ٹھ) باشی (یعنی جنتی) کہے وہ خود کافر ہے۔“

(بہار شریعت جلد 1 ص 97)



## الحديث الخامس عشر مومن کے لئے تین چیزوں کا حکم

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ.

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب من کان یؤمن باللہ... إلخ، ر: 6018، 4/105) (صحیح

مسلم، کتاب الایمان، باب المحف علی اکرام الجار... إلخ، ر: 47، ص 43)

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اللہ تعالیٰ اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اچھی بات کہے یا چپ رہے اور جو اللہ تعالیٰ اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کو نہ ستائے اور جو اللہ اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کا احترام کرے۔ (مسلم، بخاری)

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں

کہ

۱۔ خیر سے مراد یا اچھی بات ہے خواہ واجب ہو یا فرض یا سنت یا مستحب یا ہر مباح بات ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ مباح بات بھی زیادہ نہ کرے تاکہ ناجائز بات

میں نہ پھنس جائے۔ تجربہ ہے کہ زیادہ بولنے سے اکثر ناجائز باتیں منہ سے نکل جاتی ہیں۔ مشہور مقولہ ہے کہ جو خاموش رہا وہ سلامت رہا جو سلامت رہا وہ نجات پا گیا۔ فی صدی پچانوے گناہ زبان سے ہوتے ہیں اور پانچ فی صدی گناہ دوسرے اعضاء سے۔ مطلب یہ ہے کہ مؤمن کامل وہ ہے جو بھلی بات منہ سے نکالے ورنہ خاموش رہے۔ خیال رہے کہ بات ہی ایمان ہے، بات ہی کفر، بات ہی مقبول ہے، بات ہی مردود۔

۲۔ یعنی اس کو تکلیف دینے کے لیے کوئی کام نہ کرے۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑوسی کے گیارہ حق ہیں: (۱) جب اسے تمہاری مدد کی ضرورت ہو اس کی مدد کرو (۲) اگر معمولی قرض مانگے دے دو (۳) اگر وہ غریب ہو تو اس کا خیال رکھو (۴) وہ بیمار ہو تو مزاج پر سی بلکہ ضرورت ہو تیمارداری کرو (۵) مرجائے تو جنازہ کے ساتھ جاؤ (۶) اس کی خوشی میں خوشی کے ساتھ شرکت کرو (۷) اس کے غم و مصیبت میں ہمدردی کے ساتھ شریک رہو (۸) اپنا مکان اتنا اونچا نہ بناؤ کہ اس کی ہوا روک دو مگر اس کی اجازت سے (۹) گھر میں پھل فروٹ آئے تو اسے ہدیہ بھیجتے رہو نہ بھیج سکو تو خفیہ رکھو اس پر ظاہر نہ ہونے دو، تمہارے بچے اس کے بچوں کے سامنے نہ کھائیں (۱۰) اپنے گھر کے دھوئیں سے اسے تکلیف نہ دو (۱۱) اپنے گھر کی چھت پر ایسے نہ چڑھو کہ اس کی بے پردگی ہو۔ قسم اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے پڑوسی کے حقوق وہ ہی ادا کر سکتا ہے جس پر اللہ رحم فرمائے۔ (مرقات) کہا جاتا ہے ہمایا اور ماں جایا برابر ہونے چاہئیں۔ افسوس! مسلمان یہ باتیں بھول گئے۔ قرآن کریم میں پڑوسی کے حقوق کا ذکر فرمایا بہر حال پڑوسی کے حقوق بہت ہیں ان کے ادا کی توفیق رب تعالیٰ سے مانگئے۔

۳۔ مہمان کا احترام یہ ہے کہ اس سے خندہ پیشانی سے ملے اس کے لیے کھانے



اور دوسری خدمات کا انتظام کرے حتی الامکان اپنے ہاتھ سے اس کی خدمت کرے، بعض حضرات خود مہمان کے آگے دسترخوان بچھاتے اس کے ہاتھ دھلاتے ہیں یہ اسی حدیث پر عمل ہے، بعض لوگ مہمان کے لیے بقدر طاقت اچھا کھانا پکاتے ہیں وہ بھی اس عمل پر ہے جسے کہتے ہیں مہمان کی خاطر تواضع۔ اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ جو مہمان کی خدمت نہ کرے وہ کافر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مہمان کی خاطر تقاضاء ایمان کا ہے جیسے باپ اپنے بیٹے سے کہے کہ اگر تو میرا بیٹا ہے تو میری خدمت کر، مہمان کی خاطر مؤمن کی علامت ہے۔ خیال رہے کہ پہلے دن مہمان کے لیے کھانے میں تکلف کر، پھر دو دن درمیانہ کھانا پیش کر، تین دن کی بھی مہمانی ہوتی ہے بعد میں صدقہ ہے۔ (مرقات) (مرآۃ النایح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۶ ص ۹۱)

### خاموشی کے فوائد

### کامل مسلمان کون؟

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ، صاحبِ معطرِ پسینہ، باعثِ نزولِ سکینہ، فیضِ گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ہدایت نشان ہے: ”کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھوں سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔“

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان تفاضل الاسلام الخ، رقم ۴۱، ص ۴۱)

### سلامتی کا اصول

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب و سینہ، فیضِ گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”جو سلامت رہنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ خاموش رہنے کو لازم پکڑ لے۔“ (شعب الایمان، باب فی حفظ اللسان، فصل فی فضل السکوت عملاً یعنی، رقم ۴۹۳، ج ۴، ص ۴۹۳)

ہر گفتگو کا حساب ہوگا

حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزۃ عن العیوب عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی: ”یا رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! کیا ہم سے ہماری گفتگو کے بارے میں پوچھ بچھ ہوگی؟“ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”اے ابن جبل! تمہاری ماں تمہیں روئے، لوگوں کو ان کی زبان کی لغزشیں ہی ناک کے بل جہنم میں ڈالیں گی۔“

(رواہ ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب کف اللسان فی الفتن، رقم ۳۹۷۳، ج ۳، ص ۳۲۳، بتصرف)  
اچھی بات کے سوا کچھ نہ بولو

حضرت عیسیٰ علیٰ مینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا گیا: ”ہمیں ایسا عمل بتائیے جسے کرنے سے ہم جنت میں داخل ہو جائیں۔“ تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ”کبھی نہ بولو۔“ عرض کیا گیا: ”ہم ایسا نہیں کر سکتے۔“ فرمایا: ”(پھر) اچھی بات کے علاوہ کچھ نہ بولو۔“

شیطان پر غالب آنے کا طریقہ

نبی کریم، رؤف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اچھی بات کے علاوہ اپنی زبان کو روک رکھو اس طرح تم شیطان پر غالب آ جاؤ گے۔“ (الترغیب والترہیب، کتاب الادب وغیرہ، باب الترغیب فی الصمت... الخ، رقم ۲۹، ج ۳، ص ۳۴۱)

بولنے میں اللہ عزوجل سے ڈرو

نبی اکرم، شفیع معظم، شاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ عزوجل ہر بولنے والی زبان پر نگہبان ہے لہذا غفلت کو چاہے کہ بولتے وقت اللہ عزوجل سے ڈرے۔“

شرح الاربعین النوویہ  
(کتاب الزهد لابن المبارک، باب حفظ اللسان، الحدیث ۳۶۷، ص ۱۲۵، ترمذی)

### اچھی بات یا خاموشی

اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزّہ عن العیوب عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالی شان ہے: ”جو اللہ عزوجل اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔“

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الوصی علی اکرام الجار... الخ، رقم ۴۸، ص ۴۴)

رسول اکرم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ عزوجل اس بندے پر رحم فرمائے جو اچھی بات کہتا ہے یا پھر خاموش رہتا ہے۔“

(کتاب الزهد لابن المبارک، باب حفظ اللسان، رقم ۳۸۰، ص ۱۲۸، تصرف و کشف الخفاء،

رقم ۱۳۷۲، ج ۱، ص ۷۷، بدون عبدا)

### اکثر خطاؤں کا سبب

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ آدمی سے اکثر خطائیں اس کی زبان کے باعث ہوتی ہیں۔

(شعب الایمان، باب فی حانظ اللسان، فصل فی فضل السکوت عما لا یمنی، رقم ۴۹۳۳، ج ۴، ص

۲۳۰-۲۳۱،)

### عقل مند اور جاہل کے کلام میں فرق

اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزّہ عن العیوب عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ذیشان ہے کہ عقلمند کی زبان اس کے دل کے تابع ہوتی ہے لہذا جب وہ گفتگو کا ارادہ کرتا ہے تو اپنے دل سے مشورہ کرتا ہے اگر وہ بات اس کے حق میں بہتر ہوتی ہے تو وہ بولتا ہے اور اگر اس کے لئے نقصان دہ ہوتی ہے تو بات کرنے سے رُک جاتا ہے اور جاہل کا دل اس کی زبان کے تابع ہوتا ہے اس لئے اس کے جی

میں جو آتا ہے وہ بولتا رہتا ہے۔“ (کتاب الزہد لابن المبارک، باب حفظ اللسان، رقم ۳۹۰، ص ۱۳۱، بحرف من قول الحسن بصری ۱۶۹)

### ایک بات کا نتیجہ

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ، صاحبِ معطرِ پسینہ، باعثِ نزولِ سکینہ، فیضِ گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ پاک ہے: ”آدمی اللہ عزوجل کی رضا کی ایک بات کہتا ہے اور اسے گمان بھی نہیں ہوتا کہ یہ بات اسے کہاں تک پہنچا دے گی مگر اللہ عزوجل اس کی وجہ سے قیامت تک کے لئے اس کے لئے اپنی رضا لکھ دیتا ہے۔“

(المؤطا للامام مالک، کتاب الکلام، باب مؤمر بہ... الخ، الحدیث ۱۸۹۹، ج ۲، ص ۳۶۳، بحرف)

حضور نبی کریم، رؤف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”آدمی لا پرواہی سے کوئی ایسی بات کہہ دیتا ہے جو اسے جہنم کی آگ میں گرا دیتی ہے اور آدمی کوئی بات کہتا ہے جسے وہ اہمیت نہیں دیتا مگر اللہ عزوجل اس بات کی وجہ سے اسے جنت تک بلند فرما دیتا ہے۔“

(المؤطا للامام مالک، کتاب الکلام، باب مؤمر بہ... الخ، رقم ۱۸۹۹، ج ۲، ص ۳۶۳، بحرف)

### پڑوسیوں کے حقوق

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے احادیث میں ہمسایوں اور پڑوسیوں کے بھی کچھ حقوق مقرر فرمائے ہیں۔ جن کو ادا کرنا ہر مسلمان مرد و عورت کے لئے لازم و ضروری ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔

وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ -

”یعنی قریبی اور دور والے پڑوسیوں کے ساتھ نیک سلوک اور اچھا برتاؤ رکھو۔“

(پ ۵، النساء: 36)

اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام مجھ کو ہمیشہ پڑوسیوں کے حقوق کے بارے میں وصیت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ مجھے یہ خیال ہونے لگا کہ شاید عنقریب پڑوسی کو اپنے پڑوسی کا وارث ٹھہرا دیں گے۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب الوصیۃ بالجار والاحسان الیہ، رقم ۲۶۶۳، ص ۱۳۱۳)

ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ ایک دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وضو فرما رہے تھے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان آپ کے وضو کے دھوؤں کو لوٹ لوٹ کر اپنے چہروں پر ملنے لگے یہ منظر دیکھ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ ایسا کیوں کرتے ہو؟ صحابہ علیہم الرضوان نے عرض کیا کہ ہم لوگ اللہ عز وجل کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی محبت کے جذبے میں یہ کر رہے ہیں۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کو یہ بات پسند ہو کہ وہ اللہ عز وجل و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے محبت کرے۔ یا اللہ عز وجل و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اس سے محبت کریں اس کو لازم ہے کہ وہ ہمیشہ ہر بات میں سچ بولے۔ اور اس کو جب کسی چیز کا امین بنایا جائے تو وہ امانت کو ادا کرے اور اپنے پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

(شعب الایمان، باب فی تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم... الخ، رقم ۱۵۳۳، ج ۲، ص ۲۰۱)

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص کامل درجے کا مسلمان نہیں جو خود پیٹ بھر کر کھالے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہ جائے۔ (شعب

الایمان، باب فی الزکوٰۃ، فصل فی کراہیۃ امساک الفضل... الخ، رقم ۳۳۸۹، ج ۳، ص ۲۲۵)

بہر حال اپنے پڑوسیوں کے لئے مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھنا چاہیے۔

(۱) اپنے پڑوسی کے دکھ سکھ میں ہمیشہ شریک رہے اور بوقت ضرورت ان کی ہر قسم کی

امداد بھی کرتا رہے۔

(۲) اپنے پڑوسیوں کی خبر گیری اور ان کی خیر خواہی اور بھلائی میں ہمیشہ لگا رہے۔

(۳) کچھ ہدیوں اور تحفوں کا بھی لین دین رکھے چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ

جب تم لوگ شور باپکاؤ تو اس میں کچھ زیادہ پانی ڈال کر شور بے کو بڑھاؤ تا کہ تم

لوگ اس کے ذریعہ اپنے پڑوسیوں کی خبر گیری اور ان کی مدد کر سکو۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والاداب، باب الوصیۃ بالجارد الاحسان الیہ، رقم ۲۶۲۵، ص ۱۳۱۳)

### مہمان میزبان کے گناہ معاف ہونے کا سبب ہوتا ہے

سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے، ”جب کوئی مہمان

کسی کے یہاں آتا ہے تو اپنا رزق لے کر آتا ہے اور جب اس کے یہاں سے جاتا

ہے تو صاحبِ خانہ کے گناہ بخشے جانے کا سبب ہوتا ہے۔“

(کشف الخفاء، حرف الضاد المعجمۃ، الحدیث ۱۶۴۱، ج ۲، ص ۳۳)

### دس ۱۰ فرشتے سال بھر تک گھر میں رحمت لٹاتے ہیں

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بھائی حضرت براء بن مالک رضی

اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا، ”اے براء! آدمی جب اپنے بھائی کی، اللہ عزوجل کے لئے

مہمان نوازی کرتا ہے اور اس کی کوئی جزاء اور شکر یہ نہیں چاہتا تو اللہ عزوجل کی اس

کے گھر میں دس ۱۰ فرشتوں کو بھیج دیتا ہے جو پورے ایک سال تک اللہ عزوجل کی تسبیح

و تہلیل اور تکبیر پڑھتے اور اس کے لئے مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ اور جب

سال پورا ہو جاتا ہے تو ان فرشتوں کی پورے سال کی عبادت کے برابر اس کے نامہ

اعمال میں عبادت لکھ دی جاتی ہے اور اللہ عزوجل کے ذمہ کرم پر ہے کہ اس کو جنت کی

لذیذ غذا کیں ”جَنَّتُہُ الْخُلْدُ“ اور نہ فنا ہونے والی بادشاہی میں کھلائے۔“

(کنز العمال، کتاب الضیافۃ، قسم الافعال، الحدیث ۲۵۹۷۲، ج ۹، ص ۱۱۹)



سبحان اللہ، سبحان اللہ! کسی کے گھر مہمان تو کیا آتا ہے گویا اللہ عزوجل کی رحمت کی چھماچھم برسات شروع ہو جاتی ہے اس قدر اجر و ثواب اللہ! اللہ! مہمان کو دروازہ تک رخصت کرنا سنت ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے، تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”سنت یہ ہے کہ آدمی مہمان کو دروازے تک رخصت کرنے جائے۔“ (سنن ابن ماجہ، کتاب الاطعمۃ، باب الفیاء، الحدیث ۳۳۵۸، ج ۴، ص ۵۲)



## الحديث السادس عشر غصہ پر قابو

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:  
أَوْصِيْنِي، قَالَ: لَا تَغْضَبْ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب الحذر من الغضب، ر: 6116، 4/131)

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ و  
سلم سے عرض کیا کہ مجھے وصیت فرمائیے فرمایا غصہ نہ کیا کرو۔ (بخاری)  
حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں  
کہ

شاید یہ سائل غصہ بہت کرتا ہوگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم حکیم مطلق ہیں ہر شخص کو  
وہ ہی دوا بتاتے ہیں جو اس کے لائق ہیں۔ نفسانی غضب و غصہ شیطانی اثر ہے اس  
میں انسان عقل کھو بیٹھتا ہے، غصہ کی حالت میں اس سے باطل کام و کلام سرزد ہونے  
لگتے ہیں۔ غصہ کا علاج اعوذ باللہ پڑھنا ہے یا وضو کر لینا یا یہ خیال کر لینا کہ اللہ تعالیٰ  
مجھ پر قادر ہے۔ رحمانی غضب عبادت ہے ”فَرَجَعَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَنَ  
أَسْفًا“ یا جیسے ”غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ“۔

حضرت سیدنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی کی اسی مشہور زمانہ تصنیف باب  
الاحیاء میں فرماتے ہیں:

غصے کی مذمت کا بیان

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، ایک شخص نے عرض کی: ”یا رسول اللہ عزَّ وَّجَلَّ وَّصَلَّى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! مجھے کوئی مختصر سا عمل بتائیے؟“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”لَا تَغْضَبْ ترجمہ: غصہ نہ کرو۔“ اس نے دوبارہ یہی سوال کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”لَا تَغْضَبْ ترجمہ: غصہ نہ کرو۔“

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب الخذر من الغضب، الحدیث ۶۱۱۶، ص ۵۱۶)

حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، نبی مکرم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”تم اپنے میں سے پہلوان کسے سمجھتے ہو؟“ ہم نے عرض کی: ”جسے لوگ پچھاڑ نہ سکیں۔“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”پہلوان وہ نہیں، بلکہ پہلوان تو وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے۔“ (صحیح مسلم، کتاب البر، باب فضل من یملک نفسه عند الغضب۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث ۶۶۳۱، ص ۱۱۳۳)

رسول اکرم، نور مجسم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ذیشان ہے:

مَا غَضِبَ أَحَدٌ إِلَّا أَشْفَى عَلَى جَهَنَّمَ -

ترجمہ: جو شخص غصہ کرتا ہے وہ جہنم کے کنارے پر جا پہنچتا ہے۔ (شعب الایمان

للبيهقي، باب فی حسن الخلق، الفصل فی ترک الغضب، الحدیث ۸۳۳۱، ج ۶، ص ۳۲۰، مفہوم)

غصے کی حقیقت

جان لو! آدمی کی تخلیق اس انداز میں کی گئی کہ اس کی فنا اور بقا مقصود تھی لہذا اس

میں غصہ رکھ دیا گیا۔ یہ حمیت و غیرت کی قوت ہے جو انسان کے باطن سے پھوٹی ہے،

اللہ عز و جل نے غصہ کو آگ سے پیدا فرمایا اور اسے انسان کے باطن میں رکھ دیا پس جب وہ ارادہ کرتا ہے تو غصے کی آگ بھڑک اٹھتی ہے اور جب جوش پیدا ہوتا ہے تو دل کا خون کھول کر رگوں میں پھیل جاتا ہے پھر وہ آگ کی طرح بدن کے بالائی حصے کی طرف اٹھتا ہے یا اس پانی کی طرح جو (برتن کے اندر) کھولتا ہے اور اس طرح وہ چہرے کی طرف اٹھتا ہے پس چہرہ سرخ ہو جاتا ہے۔

چنانچہ جب اپنے سے کم مرتبے والے پر غصہ آئے اور اسے معلوم ہو کہ وہ اس پر قدرت رکھتا ہے تو جلد سرخ ہو جاتی ہے لیکن اگر اپنے سے بڑے پر غصہ آئے اور اسے خوف محسوس ہو تو خون ظاہری جلد سے اکٹھا ہو کر واپس چلا جاتا ہے، اس کا رنگ زرد ہو جاتا ہے اور وہ غمگین ہو جاتا ہے لیکن اگر غصہ کسی برابر والے پر آئے تو خون سکڑنے اور پھیلنے کی وجہ سے چہرے پر زردی اور سرخی والی کیفیات طاری ہو جاتی ہیں اور وہ مضطرب ہو جاتا ہے۔

مختصر یہ کہ دل غصے کا مقام ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ انتقام لینے کے لئے دل کے خون کا جوش مارنا۔ (باب الاحیاء ۲۳۸)

### غصہ پینے کا انعام

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے: ”مومن کے غصہ پی لینے سے بڑھ کر کوئی گھونٹ اللہ عز و جل کی بارگاہ میں زیادہ پسندیدہ نہیں، اور جو غصہ نافذ کرنے پر قدرت کے باوجود غصہ پی لے اللہ عز و جل اس کے دل کو امن اور ایمان سے بھر دے گا۔“

(سنن ابن ماجہ، ابواب الزہد، باب الحلم، رقم ۱۱۸۶، ج ۳، ص ۴۶۳)

### غلام آزاد کر دیا

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک غلام نے ایک طشت میں آپ رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ دھلواتے ہوئے ان پر پانی بہایا تو وہ پانی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کپڑوں پر بھی جاگرا، امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے تیز نظروں سے دیکھا، غلام نے یہ کہنا شروع کیا: ”میرے آقا! وَالْكُظَيْتِ الْغَيْظِ (اور غصہ پینے والے) (ابھی اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ) آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”میں نے اپنا غصہ پی لیا۔“ غلام نے پھر کہا: ”وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ (اور لوگوں سے در گزر کرنے والے)“ آپ نے فرمایا: ”میں نے تجھے معاف کیا۔“ غلام نے عرض کی: ”وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ“ (اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں)

(پ ۴، آل عمران: ۱۳۴)

تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”جا، تو اللہ عزوجل کے لئے آزاد ہے اور میرے مال میں سے ایک ہزار دینار تیرے ہیں۔“ (بخاری، منوع ۲۷۳)



## الحديث السابع عشر اچھا طریقہ کار

عَنْ أَبِي يَعْلَى شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ. فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ، وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذَّبْحَ، وَلْيُحَدِّثْ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ، وَلْيُرَخِّ ذَبِيحَتَهُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(صحیح مسلم، کتاب الصيد والذبايح... إلخ، باب لا ضرب إحسان الذبح والقتل وتحديد الشفرة،

ر: 1955، ص 1080)

روایت ہے حضرت شداد ابن اوس <sup>ؓ</sup> سے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان کرنے کا حکم دیا ہے <sup>ؓ</sup> لہذا جب تم قتل کرو تو احسان و بھلائی سے قتل کرو <sup>ؓ</sup> اور جب تم ذبح کرو تو ذبح بھلائی سے کرو <sup>ؓ</sup> تم میں سے ہر ایک اپنی چھری تیز کر لیا کرے اور اپنے ذبیحہ کو راحت دے۔ (مسلم)

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں

کہ

<sup>ؓ</sup> آپ حضرت حسان ابن ثابت کے بھتیجے ہیں کیونکہ اوس اور حسان دونوں ثابت کے بیٹے ہیں، خود بھی صحابی ہیں اور آپ کے والد یعنی ثابت ابن منذر بھی صحابی



ہیں، حضرت ابوالدرداء اور عبادہ ابن صامت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شہداء ابنِ اوس کو علم و حلم دونوں عطا فرمائے۔ (احمد المصنوعات)

۲۔ یعنی انسان ہو یا جانور مؤمن ہو یا کافر سب کے ساتھ اس کے مناسب بھلائی و سلوک کرنا لازم ہے۔ ظلم کسی پر جائز نہیں، یہ ہے حضور کے رحمۃ اللعالمین ہونے کی شان۔

۳۔ یعنی اگر تم قاتل یا کافر کو قصاص یا جنگ میں قتل کرو تو ان کے اعضاء نہ کاٹو مثلاً نہ کرو پتھر کی چھری اور کھٹل تلوار سے ذبح نہ کرو کہ یہ رحم کے خلاف ہے۔

۴۔ اس بھلائی کی کئی صورتیں ہیں: مثلاً جانور کو ذبح سے پہلے خوب کھلا پلا لیا جائے ایک کے سامنے دوسرے کو ذبح نہ کیا جائے اس کے سامنے چھری تیز نہ کی جائے، ماں کے سامنے بچے کو اور بچے کے سامنے ماں کو ذبح نہ کیا جائے، ذبح کی طرف گھسیٹ کر نہ لے جایا جائے اور جان نکل جانے سے پہلے اس کی کھال نہ اتاری جائے کہ یہ تمام باتیں ظلم و زیادتی ہیں۔

۵۔ تیز چھری سے ذبح کر دینے میں راحت ہے، کھنڈی چھری سے ذبح کرنے میں بہت تکلیف ہوتی ہے اس سے بچے، پوری گردن نہ کاٹ دے صرف حلقوم اور رگیں کاٹے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۵ ص ۹۶۸)

### ذبح کا بیان

مسئلہ: ذبح ہر اوس چیز سے کر سکتے ہیں جو رگیں کاٹ دے اور خون بہا دے یہ ضرور نہیں کہ چھری ہی سے ذبح کریں <sup>بلکہ کھنڈی</sup> پچی اور دھاردار پتھر سے بھی ذبح ہو سکتا ہے صرف ناخن اور دانت سے ذبح نہیں کر سکتے جب کہ یہ اپنی جگہ پر قائم ہوں اور اگر ناخن کاٹ کر جدا کر لیا ہو یا دانت علیحدہ ہو گیا ہو تو اس سے اگرچہ ذبح ہو جائے گا مگر پھر بھی اس کی ممانعت ہے کہ جانور کو اس سے اذیت ہوگی۔ اسی طرح کند چھری سے

بھی ذبح کرنا مکروہ ہے۔ (الدر المختار، کتاب الذبائح، ج ۹، ص ۹۴۳)

مسئلہ: مستحب یہ ہے کہ جانور کو لٹانے سے پہلے چھری تیز کریں اور لٹانے کے بعد چھری تیز کرنا مکروہ ہے۔ یوہیں جانور کو پاؤں پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے ذبح کو لے جانا بھی مکروہ ہے۔ ("الدر المختار"، کتاب الذبائح، ج ۹، ص ۹۴۳)

مسئلہ ۱۴: اس طرح ذبح کرنا کہ چھری حرام مغز تک پہنچ جائے یا سرکٹ کر جدا ہو جائے مکروہ ہے مگر وہ ذبیحہ کھایا جائے گا یعنی کراہت اوس فعل میں ہے نہ کہ ذبیحہ میں۔ ("الہدایۃ"، کتاب الذبائح، ج ۲، ص ۳۵۰)

عام لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ ذبح کرنے میں اگر سر جدا ہو جائے تو اس سر کا کھانا مکروہ ہے یہ کتب فقہ میں نظر سے نہیں گزرا بلکہ فقہاء کا یہ ارشاد کہ ذبیحہ کھایا جائے گا اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ سر بھی کھایا جائے گا۔

مسئلہ ۱۵: ہر وہ فعل جس سے جانور کو بلا فائدہ تکلیف پہنچے مکروہ ہے مثلاً جانور میں ابھی حیات باقی ہو ٹھنڈا ہونے سے پہلے اوس کی کھال اوتارنا اوس کے اعضا کاٹنا یا ذبح سے پہلے اوس کے سر کو کھینچنا کہ رگیں ظاہر ہو جائیں یا گردن کو توڑنا یوہیں جانور کو گردن کی طرف سے ذبح کرنا مکروہ ہے بلکہ اس کی بعض صورتوں میں جانور مر جائے گا۔

مسئلہ ۱۶: سنت یہ ہے کہ ذبح کرتے وقت جانور کا مونہ قبلہ ہو یا جائے اور ایسا نہ کرنا مکروہ ہے۔ ("الدر المختار"، کتاب الذبائح، ج ۹، ص ۹۵۳، بہار شریعت حصہ پانزدہم (15))

میرے پیرو مرشد امیر اہلسنت حضرت علامہ مولانا ابوالبلال محمد الیاس عطار قادری اس حدیث کی ضمن میں ارشاد فرماتے ہیں:

ابوقت ذبح رضائے الہی کی نیت سے جانور پر رحم کھانا کارِ ثواب ہے جیسا کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے بکری ذبح

کرنے پر رحم آتا ہے۔ فرمایا: ”اگر اس پر رحم کرو گے اللہ ﷻ بھی تم پر رحم فرمائے گا۔“ (مسند امام احمد بن حنبل ج ۵ ص ۳۰۴ حدیث ۱۵۵۹۲)

### جانور کو بھوکا پیاسا ذبح نہ کریں

صَدُّ الشَّرِيعَةِ بِدَوِّ الظُّلُمَةِ حضرت علامہ مولانا مفتی امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: قربانی سے پہلے اُسے چارا پانی دے دیں یعنی بھوکا پیاسا ذبح نہ کریں اور ایک کے سامنے دوسرے کو نہ ذبح کریں اور پہلے سے چھری تیز کر لیں ایسا نہ ہو کہ جانور گرانے کے بعد اُس کے سامنے چھری تیز کی جائے۔ (بہار شریعت جلد ۳ ص ۳۵۲) یہاں ایک عجیب و غریب حکایت ملاحظہ ہو چنانچہ حضرت سیدنا ابوجعفر علیہ رحمۃ اللہ الاکبر فرماتے ہیں: ایک بار میں نے ذبح کے لیے بکری لٹائی اتنے میں مشہور بزرگ حضرت سیدنا ایوب سختیانی (سخ - ت - یانی) فلس سرہ النودانی اُدھر آ نکلے، میں نے چھری زمین پر ڈال دی اور گفتگو میں مشغول ہوا، دریں اثنا بکری نے دیوار کی جڑ میں اپنے کھروں سے ایک گڑھا کھودا اور پاؤں سے چھری اُس میں دھکیل دی اور اُس پر مٹی ڈال دی! حضرت سیدنا ایوب سختیانی فلس سرہ النودانی فرمانے لگے: ارے دیکھو تو سہی! بکری نے یہ کیا کیا! یہ دیکھ کر میں نے پختہ عزم کر لیا کہ اب کبھی بھی کسی جانور کو اپنے ہاتھ سے ذبح نہیں کروں گا۔ (حیاء الحيوان ج ۲ ص ۶۱)

بھائیو! اس حکایت سے معاذ اللہ یہ مراد نہیں کہ ذبح کرنا کوئی غلط کام ہے۔ بس اس طرح کے واقعات بزرگوں کے غلبہ حال پر مبنی ہوتے ہیں۔ ورنہ مسئلہ یہی ہے کہ اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا سنت ہے۔

### بکری چھری کی طرف دیکھ رہی تھی

سرکار ابد قرار، شافع روز شمار، باذن پروردگار دو عالم کے مالک و مختار صلی اللہ علیہ وسلم ایک آدمی کے قریب سے گزرے، وہ بکری کی گردن پر پاؤں رکھ کر چھری تیز کر رہا تھا

اور بکری اس کی طرف دیکھ رہی تھی، آپ ﷺ نے اس سے ارشاد فرمایا: ”کیا تم پہلے ایسا نہیں کر سکتے تھے؟ کیا تم اسے کئی موتیں مارنا چاہتے ہو؟ اسے لٹانے سے پہلے اپنی چھری تیز کیوں نہ کر لی؟“ (المسند رک للہاکم ج ۵ ص ۳۲۷، حدیث ۷۶۳۷، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۳۷۱، حدیث ۹۱۴۱، ملقطا من الحدیثین)

### ذبح کے لیے ٹانگ مت گھسیٹو!

امیر المومنین حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جو بکری کو ذبح کرنے کے لیے اسے ٹانگ سے پکڑ کر گھسیٹ رہا ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: تیرے لیے خرابی ہو، اسے موت کی طرف اچھے انداز میں لے کر جا۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۳۸۶، حدیث ۸۶۳۶)

### مکھی پر رحم کرنا باعث مغفرت ہو گیا

کسی نے خواب میں حجۃ الاسلام حضرت سیدنا امام محمد بن محمد بن محمد غزالی رحمہ اللہ کو دیکھ کر پوچھا: مَا فَعَلَ لِلّٰہِ بِکَ؟ یعنی اللہ ﷻ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ جواب دیا: اللہ ﷻ نے مجھے بخش دیا، پوچھا: مغفرت کا کیا سبب بنا؟ فرمایا: ایک مکھی سیاحی (INK) پینے کے لیے میرے قلم پر بیٹھ گئی، میں لکھنے سے رک گیا یہاں تک کہ وہ فارغ ہو کر اڑ گئی۔ (للائف الحسن والاعلاق للشعرانی ص ۳۰۵)

### مکھی کو مارنا کیسا؟

یاد رہے! مکھیاں تنگ کرتی ہوں تو ان کو مارنا جائز ہے تاہم جب بھی حصول نفع یا دفع ضرر (یعنی فائدہ حاصل کرنے یا نقصان زائل کرنے) کے لیے مکھی یا کسی بھی بے زبان کی جان لینی پڑے تو اُس کو آسان سے آسان طریقے پر مارا جائے خواہ مخواہ اس کو بار بار زندہ کچلتے رہنے یا ایک وار میں مار سکتے ہوں پھر بھی زخم کھا کر پڑے ہوئے پر بلا ضرورت ضربیں لگاتے رہنے یا اُس کے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے

کرے اُس کو ترپانے وغیرہ سے گریز کیا جائے۔ اکثر بچے نادالی کے سبب چیمٹیوں کو پکڑتے رہتے ہیں اُن کو اس سے روکا جائے۔ چیمٹی بہت کمزور ہوتی ہے چٹکی میں اٹھانے یا ہاتھ یا مہاڑو سے ہٹانے سے عموماً زخمی ہو جاتی ہے، موقع کی مناسبت سے اس پر پھونک مار کر بھی کام چلایا جاسکتا ہے۔

### قربانی کے وقت تماشا دیکھنا کیسا؟

قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل اور بوقت ذبح بہ نیت ثواب آخرت وہاں حاضر رہنا بھی افضل۔ مگر اسلامی بہن صرف اسی صورت میں وہاں کھڑی ہو سکتی ہے جب کہ بے پردگی کی کوئی صورت نہ ہو مثلاً اپنے گھر کی چار دیواری ہو، ذابح (یعنی ذبح کرنے والا) محرم ہو اور حاضرین میں بھی کوئی نامحرم نہ ہو۔ ہاں غیر محرم تابالغ لڑکا موجود ہو تو حرج نہیں۔ محض حظ نفس (یعنی مزہ لینے) کی خاطر ذبح ہونے والے جانور کے گرد گھیرا ڈالنا، اُس کے چلانے اور ترپنے پھڑکنے سے لطف اندوز ہونا، ہنسنا، قہقہے بلند کرنا اور اس کا تماشا بنانا سراسر غفلت کی علامت ہے۔ ذبح کرتے وقت یا اپنی قربانی ہو رہی ہو اُس کے پاس حاضر رہتے وقت ادائے سنت کی نیت ہونی چاہیے اور ساتھ ہی یہ بھی نیت کرے کہ میں جس طرح آج راہِ خدا میں جانور قربان کر رہا ہوں، بوقت ضرورت اِنْ شَاءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنی جان بھی قربان کر دوں گا۔ نیز یہ بھی نیت ہو کہ جانور ذبح کر کے اپنے نفس امارہ کو بھی ذبح کر رہا ہوں اور آئندہ گناہوں سے بچوں گا۔ ذبح ہونے والے جانور پر رحم کھائے اور غور کرے کہ اگر اس کی جگہ مجھے ذبح کیا جا رہا ہوتا اور لوگ تماشا بناتے اور بچے تالیاں بجاتے ہوتے تو میری کیا کیفیت ہوتی!

### جانوروں پر رحم کی اپیل

گائے وغیرہ کو گرانے سے پہلے ہی قبلے کا تعین کر لی جائے، لٹانے کے بعد

بالخصوص پتھریلی زمین پر گھیٹ کر قبلہ رخ کرنا بے زبان جانور کے لیے سخت اذیت کا باعث ہے۔ ذبح کرنے میں اتنا نہ کاٹیں کہ چھری گردن کے مہرے (ہڈی) تک پہنچ جائے کہ یہ بے وجہ کی تکلیف ہے پھر جب تک جانور مکمل طور پر ٹھنڈا نہ ہو جائے نہ اس کے پاؤں کاٹیں نہ کھال اُتاریں، ذبح کر لینے کے بعد جب تک رُوح نہ نکل جائے چھری کٹے ہوئے گلے پر مَس (TOUCH) کریں نہ ہی ہاتھ۔ بعض قصاب جلد ”ٹھنڈی“ کرنے کے لیے ذبح کے بعد تڑپتی گائے کی گردن کی زندہ کھال اُدھیڑ کر چھری گھونپ کر دل کی رگیں کاٹتے ہیں، اسی طرح بکرے کو ذبح کرنے کے فوراً بعد بے چارے کی گردن چٹخا دیتے ہیں، بے زبانوں پر اس طرح کے مظالم نہ کیے جائیں۔ جس سے بن پڑے اس کے لیے ضروری ہے کہ جانور کو بلاوجہ ایذا پہنچانے والے کو روکے۔ اگر باوجود قدرت نہیں روکے گا تو خود بھی گنہگار اور جہنم کا حقدار ہوگا۔ دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1197 صفحات پر مشتمل کتاب ”بہارِ شریعت“ جلد 3 صفحہ 660 پر ہے: ”جانور پر ظلم کرنا ذی کافر پر (اب دنیا میں سب کافر حربی ہیں) ظلم کرنے سے زیادہ برا ہے اور ذی پر ظلم کرنا مسلم پر ظلم کرنے سے بھی بُرا ہے کیوں کہ جانور کا کوئی معین و مددگار اللہ جلّ و علا کے سوا نہیں اس غریب کو اس ظلم سے کوئی بچائے!“ (در مختار در داغ و ج 9 ص 667)

مرنے کے بعد مظلوم جانور مسلط ہو سکتا ہے

ذبح کرنے کے بعد رُوح نکلنے سے قبل چھریاں چلا کر بے زبان جانوروں کو بلاوجہ تکلیف دینے والوں کو ڈر جانا چاہیے کہیں مرنے کے بعد عذاب کے لیے یہی جانور مسلط نہ کر دیا جائے۔ دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1012 صفحات پر مشتمل کتاب، ”جہنم میں لے جانے والے اعمال“ جلد 2 صفحہ 323 تا 324 پر ہے: انسان نے ناحق کسی چوپائے کو مارا یا اسے بھوکا پیاسا رکھا یا اس



سے طاقت سے زیادہ کام لیا تو قیامت کے دن اس سے اسی کی مثل بدلہ لیا جائے گا جو اس نے جانور پر ظلم کیا یا اسے بھوکا رکھا۔ اس پر درج ذیل حدیث پاک دلالت کرتی ہے۔ چنانچہ رحمتِ عالم، نورِ مجسم ﷺ نے جہنم میں ایک عورت کو اس حال میں دیکھا کہ وہ لٹکی ہوئی ہے اور ایک بلی اس کے چہرے اور سینے کو نوچ رہی ہے اور اسے ویسے ہی عذاب دے رہی ہے جیسے اس (عورت) نے دنیا میں قید کر کے اور بھوکا رکھ کر اسے تکلیف دی تھی۔ اس روایت کا حکم تمام جانوروں کے حق میں عام ہے۔

(الزاد ج ۲ ص ۱۷۴)

کر لے توبہ رب کی رحمت ہے بڑی  
قبر میں درنہ سزا ہوگی کڑی



## الحديث الثامن عشر تین نصیحتیں

عَنْ أَبِي ذَرٍّ جُنْدُبٍ بْنِ جُنَادَةَ وَأَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اتَّقِ لَدُنَّ حَيَاتِكَ كُتُبَهُ وَأَتَّبِعِ الشَّيْئَةَ الْحَسَنَةَ تَمَحُّهَا. وَخَالِ النَّاسَ بِحُلِيِّ حَسَنِ رِوَاكِ الشَّيْخِ مُذَرِّقٍ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَفِي بَعْضِ النُّسخِ: حَسَنٌ مُصَحِّحٌ.

(”سنن الترمذی“، کتاب فیروز و نصیب، باب، جو فی معاشرہ میں ہے، 3: 1994، 397)

روایت ہے حضرت ابو ذر سے فرماتے ہیں مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جہاں ہو وہ اللہ سے ڈرو اور برائی کے پیچھے بھونک کر جو برائی من دے اور لوگوں سے اچھے اخلاق سے برتاؤ کرو۔ ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے اور بعض نسخوں میں حسن صحیح کہا گیا ہے۔

### حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ فرمیں کہ کی شریعت میں فرماتے ہیں

”کہ“

مہ نووی نے اپنی کتاب ازہدین میں فرمایا کہ حضرت ابو ذر غفاری اور معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہما چارہ مسلمین ہیں۔ (مرقات) حضرت ابو ذر غفاری سے خصوصیت سے یہ ارشاد فرمایا گیا، مگرچہ اور لوگ بھی سنتے تھے۔

مگر اس طرح کہ سارے واجبات ذکر و اور سارے حرموں سے بچو۔ تنبیہ

دین کی جزا اور یقین کی بنیاد ہے۔ تقویٰ کے بہت درجے ہیں جو ہم نے اپنی تفسیر نعیمی میں ہدی للمتقین کی تفسیر میں عرض کیے۔ پہلا درجہ بدعتیہ کی سے بچنا ہے، دوسرا درجہ بد عملی سے بچنا ہے، تیسرا درجہ مکروہ بلکہ مشتبہ چیزوں سے بچنا، چوتھا درجہ بیکار چیزوں سے بچنا، پانچواں درجہ جو بارے حجاب ہو اس سے بچنا۔ غرض کہ ہر طرح کی آڑ پھاڑ کر یا ر تک پہنچنا ہے اللہ اس قال کو حال بنا دے۔ جہاں کہیں ہونے سے مراد ہے علانیہ خفیہ ہر طرح ہر جگہ خدا سے ڈرنا۔

سے یعنی گناہوں کے بعد توبہ کر لو اور بد اعمالی کے بعد نیک اعمال کر لو جن سے یہ برائیاں مٹ جاویں۔ گناہ سن لیا ہے تو قرآن مجید سن لو، بری جگہ بیٹھے ہو تو وعظ و نصیحت کی مجلس میں بیٹھو، اگر حرام جگہ خرچ کر دیا ہے تو صدقہ و خیرات کر دو غرض کہ ہر مرض کا علاج اس کی ضد سے کرو، حب دنیا کو حب آخرت سے دھولو، سیاہی دل کو آنکھوں کے آنسو سے دور کر لو غرض کہ سیاہی کو سفیدی سے دور کرو، دنیاوی خوشی کے بعد آخرت کا غم کر لو، اللہ تعالیٰ ان نیکوں کے ذریعہ ان برائیوں کو مٹا دے گا، رب فرماتا ہے: "إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ الشَّرَّاتِ"۔

یعنی اس طرح کہ لوگوں کی تکالیف برداشت کرو، ان پر اپنا مال خرچ کرو، ان سے خندہ پیشانی سے ملو، ان کی مصیبتوں میں کام آؤ۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۶ ص ۹۰۹)

نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں

إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ الشَّرَّاتِ

ترجمہ کنز الایمان: بیشک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ (پ ۱۲، حمود: ۱۱۴)

حضرت صدر الفاضل سپہ نانا مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خواجہ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: مسئلہ: آیت سے معلوم ہوا کہ

نیکیاں صغیرہ گناہوں کے لئے گفارہ ہوتی ہیں خواہ وہ نیکیاں نماز ہوں یا صدقہ یا ذکر و استغفار یا اور کچھ۔ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ پانچوں نمازیں اور جمعہ دوسرے جمعہ تک اور ایک روایت میں ہے کہ رمضان دوسرے رمضان تک یہ سب گفارہ ہیں ان گناہوں کے لئے جو ان کے درمیان واقع ہوں جب کہ آدمی کبیرہ گناہوں سے بچے۔

شانِ نزول: ایک شخص نے کسی عورت کو دیکھا اور اس سے کوئی خفیف سی حرکت بے حجابی کی سرزد ہوئی اس پر وہ نادم ہوا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا حال عرض کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس شخص نے عرض کیا کہ صغیرہ گناہوں کے لئے نیکیوں کا گفارہ ہونا کیا خاص میرے لئے ہے فرمایا نہیں سب کے لئے۔ (خزان العرفان)

### گناہوں کو مٹا دینے والے چند اعمال

حضرت سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن الغیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، ”جو بندہ اللہ عزوجل کو ایک مرتبہ سجدہ کرتا ہے، اللہ عزوجل اس کے سبب سجدہ کرنے والے کیلئے ایک نیکی لکھتا ہے اور اس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے اور اس کا ایک درجہ بلند فرما دیتا ہے، لہذا کثرت سے سجدے کیا کرو۔“

(سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوٰۃ، باب ماجاء فی کثرۃ السجود، رقم ۴۲۲۴، ج ۲، ص ۱۸۲)

حضرت سیدنا ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت، مخزنِ جود و سخاوت، ہیکلِ عظمت و شرافت، محبوبِ ربِّ الغزت، محسنِ انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، جو اللہ عزوجل کو ایک سجدہ کریگا اللہ عزوجل اس کے لئے ایک نیکی لکھے گا اور اس کی ایک خطا مٹا دیگا اور اس

کا ایک درجہ بلند فرمائے گا۔

(مسند احمد، مسند الانصار/ حدیث ابی ذر غفاری، رقم ۷۵۷۱۳، ج ۸، ص ۷۲)

حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سید المبلغین، رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”مسلمان جب نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ اس کے سر پر رکھ دیئے جاتے ہیں جب بھی وہ سجدہ کرتا ہے اس کے گناہ جھڑنے لگتے ہیں لہذا جب وہ اپنی نماز سے فارغ ہوتا ہے تو اس کے تمام گناہ جھڑ چکے ہوتے ہیں۔“ (طبرانی کبیر، رقم ۶۱۲۵، ج ۶، ص ۲۵۰)

امیر المومنین حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت سیدنا حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اذان کا وقت ہو گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے وضو کے لئے پانی مانگا۔ میرا خیال ہے کہ وہ پانی ایک ہد (ایک پیالہ) کی مقدار میں تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وضو کیا پھر فرمایا: ”میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جو اس طرح وضو کرے پھر ظہر کی نماز ادا کرے تو اس کے ظہر اور فجر کے درمیان کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے، پھر عصر کی نماز ادا کرے تو اس کے عصر اور ظہر کے درمیان کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے، پھر مغرب کی نماز ادا کرے تو اس کے عصر اور مغرب کے درمیان کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے، پھر عشاء کی نماز پڑھے تو اس کے عشاء اور مغرب کے درمیان کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں، پھر شاید وہ اپنی رات لیٹ کر گزارے، اور اگر وہ بیدار ہو کر وضو کر کے صبح کی نماز پڑھے گا تو فجر و عشاء کے درمیان کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے، یہ نمازیں وہی حسنات (یعنی نیکیاں) ہیں جو برائی کو مٹا دیتی ہیں۔“ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض

کیا "اے عثمان! رضی اللہ عنہ یہ تو حسنات ہیں باقیات سے کیا مراد ہے؟" فرمایا وہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اور سُبْحَانَ اللَّهِ اور الْحَمْدُ لِلَّهِ اور اللَّهُ أَكْبَرُ اور لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ

ہیں۔ (مسند احمد، مسند عثمان بن عفان، رقم ۵۱۳، ج ۱، ص ۱۵۲)

### ثواب کی امید

حضرت سیدنا سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ کی موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں تمہیں ثواب کی امید پر ایک حدیث سناتا ہوں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، "جب تم میں سے کوئی شخص کامل وضو کر کے نماز کی طرف چلتا ہے تو اس کے دایاں قدم اٹھانے پر اللہ عزوجل اس کے لئے ایک نیکی لکھتا ہے اور باایاں قدم رکھنے پر اس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے، اب چاہے تم میں سے کوئی مسجد کے قریب رہے یا دُور، پھر اگر وہ مسجد میں حاضر ہوا اور باجماعت نماز ادا کی تو اس کی مغفرت کر دی جائے گی اور اگر وہ شخص مسجد میں حاضر ہوا اور کچھ رکعتیں نکل چکی تھیں بقیہ کچھ رکعتیں اس نے پالیں اور نماز مکمل کر لی تو اس کی بھی مغفرت کر دی جائے گی اور اگر وہ مسجد میں جماعت کی نیت سے حاضر ہوا لیکن جماعت ہو چکی تھی پھر اس نے تنہا نماز ادا کی تو اس کی بھی مغفرت کر دی جائے گی۔" (سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب ما جاء فی الہدی فی النسی الی الصلوٰۃ، رقم ۵۶۳، ج ۱، ص ۲۳۳)

حضرت سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ خاتم المرسلین، رحمۃ اللعالمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوب رب العالمین، جناب صادق و امین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، "کیا میں تمہیں ایسے عمل کے بارے میں نہ بتاؤں جس کی وجہ سے اللہ عزوجل گناہوں کو مٹاتا اور نیکیوں میں اضافہ فرماتا ہے۔" صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، "یا رسول اللہ



صلی اللہ علیہ وسلم! ضرور بتائیے۔“ تو ارشاد فرمایا، ”مشقت کے وقت کامل وضو کرنا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا اور جو اپنے گھر سے وضو کر کے نکلے پھر مسجد میں حاضر ہو کر جماعت کے ساتھ نماز ادا کرے پھر دوسری نماز کا انتظار کرتا رہے تو فرشتے اس کے لئے دعا کرتے ہیں کہ ”اے اللہ عزوجل! اس کی مغفرت فرما اے اللہ عزوجل! اس پر رحم فرما۔“

(سنن ماجہ، کتاب الطہارۃ وستماء، باب ماجاء فی مباح الوضوء، رقم ۳۲۷، ج ۱، ص ۲۵۵)

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تاجدار رسالت، شہنشاہ نبوت، مخزن جوہ و سخاوت، پیکر عظمت و شرافت، محبوب رب العزت، محسن انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ”جو بندہ دن یا رات کی کسی ساعت میں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہتا ہے تو اس کے نامہ اعمال میں سے برائیاں مٹا کر ان کی جگہ اتنی ہی نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں۔“ (مجمع الزوائد، کتاب الاذکار، باب ماجاء فی فضل لا الہ الا اللہ، رقم ۱۶۸۰۳، ج ۱۰، ص ۸۸)

حضرت سیدنا سعد بن ابودقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم سرکارِ رواۃ اختیار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیع روز شمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیب پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ آپ نے فرمایا، ”کیا تم میں سے کوئی رو زانہ ایک ہزار نیکیاں کمانے سے عاجز ہے؟“ حاضرین میں سے ایک شخص نے عرش کیا کہ ”ہم میں سے کوئی ایک ہزار نیکیاں کیسے کما سکتا ہے؟“ فرمایا، ”اگر وہ سو مرتبہ تسبیح یعنی سُبْحَانَ اللَّهِ کہے تو اسکے لئے ایک ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں یا ایک ہزار سو مٹا دیئے جاتے ہیں۔“

(صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل التہلیل والتسبیح، رقم ۲۶۹۸، ص ۱۳۳)

حضرت سیدنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مقبوم، سرورِ معصوم، حسن اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوب رب اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ

ﷺ نے فرمایا، ”جو فجر کی نماز کے بعد دو زانو بیٹھ کر کوئی بات کرنے سے پہلے یہ کلمات دس مرتبہ پڑھے گا، “لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ بِإِذْنِهِ الْحَكِيمُ” وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ترجمہ: اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تھا ہے اسکا کوئی شریک نہیں اس کے لئے بادشاہی ہے اور اسی کے لئے حمد ہے زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے اس کے دست قدرت میں بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔“

تو اللہ عزوجل اس کے ایک مرتبہ پڑھنے پر اس کے لئے دس نیکیاں لکھے گا، اس کے دس گناہوں کو مٹا دے گا، اس کے دس درجات بلند فرما دے گا، اسکا وہ پورا دن ہر ناپسندیدہ چیز سے حفاظت میں گزرے گا، اس کی شیطان مردود سے حفاظت کی جائیگی اور اس کا ہر مرتبہ یہ کلمات پڑھنا اولاد اسماعیل علیہ السلام سے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہوگا جس کی قیمت بارہ ہزار ہے اور شرک کے علاوہ اس دن اسے کوئی گناہ نہ پہنچ سکے گا اور جس نے نماز مغرب کے بعد ان کلمات کو پڑھا اس کے لیے بھی یہی اجر و ثواب ہے۔“

(مجمع الزوائد، کتاب الاذکار، باب ما یقول بعد صلوٰۃ الصبح والمغرب، رقم ۱۶۹۵۸، ج ۱۰، ص ۱۴۰)

حضرت سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت، مخزنِ جو و سخاوت، میکہِ عظمت و شرافت، محبوبِ ربِّ العزت، محسنِ انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان کی آمد کے بعد ایک دن فرمایا، ”تمہارے پاس برکتوں والا مہینہ رمضان آگیا، اللہ عزوجل اس مہینے میں تمہیں ڈھانپ دیتا ہے پھر رحمت نازل فرماتا ہے اور گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور اس مہینے میں دعا قبول فرماتا ہے اللہ عزوجل تمہاری نیکیوں کی طرف دیکھتا ہے اور تم پر فرشتوں کے سامنے فخر فرماتا ہے، لہذا! اس مہینے میں اپنی جانب سے اللہ عزوجل کو بھلائی دکھاؤ

کیونکہ بد بخت وہی ہے جو اس مہینے میں اللہ عزوجل کی رحمت سے محروم رہا۔

(مجمع الزوائد، کتاب الصیام باب فی شہور البرکۃ وفضل شہر رمضان، رقم ۴۸۳، ج ۴، ص ۲۴۳)

حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے شہنشاہ غوثِ خصال، میکہ حسن و جمال،، داعی رنج و ظال، صاحبِ جود و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، ”حاجی کے اونٹ کے ہر قدم چلنے اور ہاتھ رکھنے کے بدلے اللہ عزوجل حاجی کے لئے ایک نیکی لکھتا ہے یا اس کا ایک گناہ مٹاتا یا ایک درجہ بلند فرماتا ہے۔“

(شعب الایمان، کتاب الناسک فصل الحج والعمرة، رقم ۳۱۱۶، ج ۴، ص ۴۷۹)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عبید بن عمیر رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد صاحب کو حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ کہتے ہوئے سنا، ”کیا بات ہے کہ میں تمہیں صرف ان دو (۲) رکنوں حج اسود اور کن یمنی کا ہی اسلام کرتے دیکھتا ہوں؟“ تو سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جواب دیا، ”میں ایسا کیوں نہ کروں؟“ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، ”ان دونوں رکنوں کا اسلام کرنا گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔“ اور میں نے یہ بھی سنا کہ ”جس نے گبن کر سات مرتبہ طواف کیا اور پھر دو رکعتیں ادا کیں تو یہ ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔“ اور یہ بھی سنا کہ ”طواف کرتے ہوئے آدمی کے ہر قدم کے بدلے اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس کے دس گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اور دس درجات بلند کر دیئے جاتے ہیں۔“

(مسند احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمر بن الخطاب، رقم ۴۴۶۲، ج ۲، ص ۲۰۲)

حضرت سیدنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی کی اپنی مشہور زمانہ تصنیف لب لب

الاحیاء میں فرماتے ہیں:

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ تاجدارِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ جنت نشان ہے: ”جو شخص اپنے بھائی کی خواہش کے مطابق اسے لذت پہنچاتا ہے تو اللہ عزَّ وَّجَلَّ اس کے لئے دس لاکھ نیکیاں لکھ دیتا ہے، اس کے دس لاکھ گناہ مٹا دیتا ہے اور اس کے دس لاکھ درجات بلند فرماتا ہے اور اللہ عزَّ وَّجَلَّ اسے تین جنتوں جنت الفردوس، جنت عدن اور جنت خلد سے کھلائے گا۔“ (باب الاحیاء ۴۷-۴۸)

### حکیم کا کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا

حضرت سیدنا عبدالقہد بن معقل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں، میں نے حضرت سیدنا قثم بن مکتبہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو فرماتے سنا: ”بنی اسرائیل کا ایک راہب اپنے عبادت خانے میں اللہ عزَّ وَّجَلَّ کی عبادت کیا کرتا تھا۔ عبادت خانے کے نیچے ایک نہر تھی جہاں ایک دھوبی کپڑے دھویا کرتا تھا۔ ایک دن ایک گھڑسوار نے نہر کے قریب گھوڑا روکا، کپڑے اور رقم کی تھیلی ایک جانب رکھی اور غسل کرنے کے لئے نہر میں اتر گیا۔ غسل کرنے کے بعد باہر آ کر کپڑے پہنے اور رقم کی تھیلی وہیں بھول کر آگے بڑھ گیا۔ راہب سارا معاملہ دیکھ رہا تھا۔ اتنے میں ایک شکاری ہاتھ میں جال لئے نہر کے قریب آیا، اس نے رقم کی تھیلی دیکھی تو اٹھا کر چلتا ہوا۔ کچھ دیر بعد گھڑسوار واپس آیا اور تھیلی ڈھونڈنے لگا لیکن اسے تھیلی نہ ملی۔ اس نے دھوبی سے کہا: ”میں یہاں اپنی رقم کی تھیلی بھول گیا تھا، بتاؤ وہ کہاں گئی؟“ دھوبی نے کہا: ”مجھے نہیں معلوم، میں نے کوئی تھیلی نہیں دیکھی۔“ یہ سن کر گھڑسوار نے تلوار نکالی اور دھوبی کا سر قلم کر دیا۔ راہب سارا منظر دیکھ رہا تھا، اسے دسو سے آنے لگے تو عرض گزار ہوا: ”یا الہی عزَّ وَّجَلَّ! اے میرے پاک پروردگار عزَّ وَّجَلَّ! بڑا عجیب معاملہ ہے کہ تھیلی تو شکاری لے جائے اور دھوبی مارا جائے۔“ راہب کو اس طرح کے خیالات آتے

رہے۔ جب سویا تو خواب میں کہا گیا: ”اے نیک بندے! دوسروں کا فکار ہو کر پریشان نہ ہو، اور اپنے رب عز و جل کے علم میں دخل اندازی مت کر، بے شک تیرا رب عز و جل جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جیسے چاہتا ہے حکم فرماتا ہے۔ سن! اس گھڑسوار نے شکاری کے باپ کو قتل کر کے اس کا مال لے لیا تھا اور دھوبی کا نامہ اعمال نیکیوں سے پڑھا صرف اس کی ایک خطا تھی جبکہ اس گھڑسوار کے نامہ اعمال میں ایک ہی نیکی تھی۔ جب اس نے بے گناہ دھوبی کو قتل کیا تو اس کی وہ نیکی مٹادی گئی اور دھوبی کے نامہ اعمال میں موجود خطا بھی مٹادی گئی۔ رہا مال تو وہ اسی کے پاس پہنچ گیا جسے میراث میں ملنا تھا۔“

سُبْحَانَ الَّذِي يَهْدِيكُمْ مَّا لَيْدُمْ وَ يُفَعِّلُ مَا يَشَاءُ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ كُفُوًا أَحَدٌ

یعنی وہ پاک ہے، جو چاہتا ہے حکم فرماتا ہے اور جو چاہتا ہے کرتا ہے اور نہ ہی

اس کے جوڑ کا کوئی۔ (عیون الحکایات ۳۵۵)



## الحديث التاسع عشر جامع نصيحتين

عَنْ أَبِي عَبَّاسٍ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ: يَا غُلَامُ إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ: احْفَظِ اللَّهَ يَحْفَظَكَ احْفَظِ اللَّهَ تَحْمِدهُ تُجَاهَكَ، إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللَّهَ وَإِذَا اسْتَعَضْتَ فَاسْتَعِزْ بِاللَّهِ وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ لَكَ، وَإِنْ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَيْكَ رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَخُفَّتِ الصُّعُفُ - رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ (١) وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ - وَفِي رِوَايَةٍ - غَيْرِ التِّرْمِذِيِّ (٢)

(١) "سنن الترمذی"، کتاب مدۃ النبیات والرقائق والورع، ر: 2524، 231/4۔

(٢) "المسند رک"، کتاب معرفۃ الصحابۃ، باب تعلیم النبی ابن عباس، ر: 2524، 231/4۔

روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھا<sup>۱</sup> تو فرمایا اے لڑکے حقوق الہی کی حفاظت کرو اللہ تمہاری حفاظت کرے گا<sup>۲</sup> تو اسے اپنے سامنے پائے گا<sup>۳</sup> اور جب مانگو تو اللہ سے مانگو۔ جب مدد مانگو تو اللہ سے مانگو<sup>۴</sup> اور یقین رکھو کہ اگر پوری امت اس پر متفق ہو جائے کہ تم کو نفع پہنچائے تو وہ تم کو کچھ نفع نہیں پہنچا سکتی مگر اس چیز کا جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دی<sup>۵</sup> اور اگر اس پر متفق ہو جاویں کہ تمہیں کچھ نقصان پہنچا دیں



تو ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکتے مگر اس چیز سے جو اللہ نے لکھی قلم اٹھ چکے دفتر خشک ہو چکے (ترمذی، مستدرک)

### حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں

کہ

۱۔ یعنی میں حضور کے ساتھ ایک سواری پر سوار تھا بہت ہی قریب سے میں نے یہ فرمان عالی سنا ہے۔ خیال رہے کہ حضرت ابن عباس کی اکثر روایتیں ارسال ہوتی ہیں کہ صحابی واسطہ ہوتا ہے جسے آپ اکثر بیان نہیں کرتے یہ روایت اتصلاً ہے۔ (مرقات) آپ کی پیدائش ہجرت سے تین سال پہلے ہے، حضور کی وفات کے وقت آپ کی عمر تیرہ سال تھی مگر اس امت کے بڑے عالم تھے، آپ نے دوبارہ جبریل کو دیکھا، آخری عمر شریف میں نابینا ہو گئے تھے، طائف میں قیام رہا، ۶۸ھ میں وفات پائی، اے اکہتر سال عمر پائی۔ (مرقات)

۲۔ یعنی تم دنیا میں اپنے ہر کام ہر چیز میں احکام الہیہ کا لحاظ رکھو، جائز کام کرو ناجائز سے بچو، اللہ کی رضا کے کام کرو ناراضی کے کاموں سے بچو تو اللہ تعالیٰ تم کو دینی و دنیاوی آفتوں سے بچائے گا۔

۳۔ یعنی ہر مصیبت میں رب تعالیٰ کی رحمت تمہارے دل پر وارد ہوگی جس کے اثر سے تمہارے دل پر غم طاری نہ ہوگا۔

۴۔ یعنی ہر چھوٹی بڑی چیز، اعلیٰ ادنیٰ مدد اللہ تعالیٰ سے مانگو، یہ خیال نہ کرو کہ اتنے بڑے دربار میں ایسی ادنیٰ چیز کیوں مانگو، دوسرے کریم مانگنے سے ناراض ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ نہ مانگنے سے ناراض ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ مجازی طور پر بادشاہ، حاکم، اولیاء، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگنا خدا تعالیٰ سے ہی

مانگنا ہے کہ یہ حضرات اللہ تعالیٰ کے خدام اللہ کے حکم سے اللہ کی نعمت دیتے ہیں، ان سے مانگنا بالواسطہ رب سے ہی مانگنا ہے لہذا یہ حدیث ان قرآنی آیات اور احادیث کے خلاف نہیں جن میں بندوں سے مانگنے کا ذکر یا حکم ہے۔

۵ یعنی ساری دنیا مل کر تم کو نفع نہیں پہنچا سکتی اگر کچھ پہنچائے گی تو وہ ہی جو تمہارے مقدر میں لکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا لکھا ہوا نفع دنیا پہنچا سکتی ہے۔ طبیب کی دوا شفا دے سکتی ہے، سانپ کا زہر جان لے سکتا ہے مگر یہ اللہ تعالیٰ کا ملے شدہ اس کی طرف سے، حضرت یوسف کی قمیص نے دیدہ یعقوبی کو شفا بخشی، حضرت عیسیٰ مردے زندہ، بیمار اچھے کرتے تھے مگر اللہ کے اذن سے۔

۶ لکھنے سے مراد لوح محفوظ میں لکھنا ہے اگرچہ وہ تحریر قلم نے کی مگر چونکہ اللہ کے حکم سے کی تھی اس لیے کہا گیا کہ اللہ نے لکھا۔ مطلب ظاہر ہے کہ اگر سارا جہاں مل کر تمہیں کوئی نقصان دے تو وہ بھی ملے شدہ پر دو گرام کے ماتحت ہوگا کہ لوح محفوظ میں یوں ہی لکھا جا چکا تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ حقیقی نافع، حقیقی ضار اللہ تعالیٰ ہی ہے دنیا اس کی مظہر ہے۔ شعر

گرچہ تیراز کماں ہی گزرد از کماں دار بیند اہل خرد

۷ یعنی تا قیامت جو کچھ ہونے والا ہے وہ سب سے پہلے ہی لکھا جا چکا ہے بار بار ہر واقعہ کی تحریر نہیں ہوتی۔ ہم مسئلہ تقدیر میں عرض کر چکے ہیں تقدیر تین قسم کی ہے: مبرم، معلق اور مشابہ مبرم۔ تقدیر مبرم میں ترمیم تبدیلی ناممکن ہے مگر تقدیر معلق میں یہ سب کچھ ہوتا رہتا ہے، تقدیر مبرم علم الہی سے اور معلق لوح محفوظ کی تحریر، اس کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے: ”يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُثَبِّتُ وَعِنْدَهُ اَمَدُ الْيُسْبُ“۔ خیال رہے کہ تدبیر بھی تقدیر میں آچکی ہے لہذا تدبیر سے غافل نہ رہو مگر اس پر اعتماد نہ کرو نظر اللہ کی قدرت و رحمت پر رکھو۔

(مرآة المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۷ ص ۱۳۴)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن مزید شرح کرتے ہوئے علم القرآن میں ایک اعتراض اور اس کا جواب یوں ارشاد فرماتے ہیں

اعتراض: مشرکین عرب کا شرک صرف اس لئے تھا کہ وہ مخلوق کو فریادرس، مشکل کشا، شفیع، حاجت روا، دور سے پکار سننے والا، عالم غیب، وسیلہ مانتے تھے وہ اپنے بتوں کو خالق، مالک، رازق، قابض موت و حیات بخشنے والا نہیں مانتے تھے۔ اللہ کا بندہ مان کر یہ پانچ باتیں ان میں ثابت کرتے تھے قرآن کے فتوے سے وہ مشرک ہوئے۔ لہذا موجودہ مسلمان جو نبیوں علیہم السلام، ولیوں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے لئے یہ مذکورہ بالا چیزیں ثابت کرتے ہیں وہ انہیں کی طرح مشرک ہیں اگرچہ انہیں خدا کا بندہ مان کر ہی کریں چونکہ یہ کام مافوق الاسباب مخلوق کے لئے ثابت کرتے تھے، مشرک ہوئے۔

جواب: یہ محض غلط اور قرآن کریم پر افترا ہے۔ جب تک رب تعالیٰ کے ساتھ بندے کو برابر نہ مانا جادے، شرک نہیں ہو سکتا۔ وہ بتوں کو رب تعالیٰ کے مقابل ان صفتوں سے موصوف کرتے تھے۔ مومن رب تعالیٰ کے اذن سے انہیں محض اللہ کا بندہ جان کر مانتا ہے لہذا وہ مومن ہے۔ ان اللہ کے بندوں کے لئے یہ صفات قرآن کریم سے ثابت ہیں، قرآنی آیات ملاحظہ ہوں۔

عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں باذن الہی مردوں کو زندہ، اندھوں، کوڑھیوں کو اچھا کر سکتا ہوں، میں باذن الہی ہی مٹی کی شکل میں پھونک مار کر پرندہ بنا سکتا ہوں جو کچھ تم گھر میں کھا دیا بچاؤ بتا سکتا ہوں۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ میری قیص میرے والد کی آنکھوں پر لگا دو۔ انہیں آرام ہوگا، جبریل علیہ السلام نے حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ میں تمہیں بیٹا دوں گا۔ ان تمام میں مافوق الاسباب

مشکل کشائی حاجت روائی علم غیب سب کچھ آگیا۔ حضرت جبریل علیہ السلام کی گھوڑی کی ٹاپ کی خاک نے بے جان بچھڑے میں جان ڈال دی۔ یہ مافوق الاسباب زندگی دیتا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصاء دم میں لٹھی اور دم میں زندہ سانپ بن جاتا تھا آپ کے ہاتھ کی برکت سے، حضرت آصف آنکھ جھپکنے سے پہلے تخت بلقیس یمن سے شام میں لے آئے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین میل کے فاصلے سے چیونٹی کی آواز سن لی، حضرت یعقوب علیہ السلام نے کنعان بیٹھے ہوئے یوسف علیہ السلام کو سات قفلوں سے بند مقفل کو ٹھہری میں برے ارادے سے، بچایا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے روحوں کو حج کیلئے پکارا اور تاقیامت آنے والی روحوں نے سن لیا یہ تمام معجزات قرآن کریم سے ثابت ہیں جن کی آیات ان شاء اللہ باب احکام قرآنی میں پیش کی جائیں گی۔ یہ تو سب شرک ہو گئیں بلکہ معجزات اور کرامات تو کہتے ہی انہیں ہیں جو اسباب سے درا ہو۔ اگر مافوق الاسباب تصرف ماننا شرک ہو جاوے تو ہر معجزہ و کرامت ماننا شرک ہوگا۔ ایسا شرک ہم کو مبارک رہے جو قرآن کریم سے ثابت ہو اور سارے انبیاء و اولیاء کا عقیدہ ہو۔

فرق وہی ہے کہ باذن اللہ یہ چیزیں بندوں کو ثابت ہیں اور رب کے مقابل ماننا شرک ہے انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام رحمہم اللہ کے معجزات اور کرامات تو ہیں ہی۔ ایک ملک الموت اور ان کے عملہ کے فرشتے سارے عالم کو بیک وقت دیکھتے ہیں اور ہر جگہ بیک وقت تصرف کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

(1) قُلْ يَتَوَفَّاكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي ذُكِّرَ بِكُمْ

فرمادو کہ تم سب کو موت کا فرشتہ موت دینا جو تم پر مقرر کیا گیا ہے۔

(پ 21، سہ 11)

(2) حَتَّىٰ إِذَا جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّاكُم

یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے قاصداً کھینکے انہیں موت دینے۔

(پ 8، الاعراف: 37)

ابلیس ملعون کو یہ قوت دی گئی ہے کہ وہ گمراہ کرنے کیلئے تمام کو بیک وقت دیکھتا ہے وہ بھی اور اس کی ذریت بھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(3) إِنَّهُ يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ

وہ شیطان اور اس کا قبیلہ تم سب کو وہاں سے دیکھتا ہے جہاں سے تم انہیں نہیں

دیکھ سکتے۔ (پ 8، الاعراف: 27)

جو فرشتے قبر میں سوال و جواب کرتے ہیں، جو فرشتہ ماں کے پیٹ میں بچہ بناتا ہے، وہ سب جہان پر نظر رکھتے ہیں کیونکہ بغیر اس قوت کے وہ اتنا بڑا انتظام کر سکتے ہی نہیں اور تمام کام مافوق الاسباب ہیں۔ جواہر القرآن کے اس فتوے سے اسلامی عقائد شرک ہو گئے۔ فرق وہی ہے جو عرض کیا گیا کہ رب کے مقابل یہ قوت ماننا شرک ہے اور رب کے خدام اور بندوں میں باذن الہی رب کی عطا سے یہ طاقتیں ماننا عین ایمان ہے۔ (علم القرآن ۷)

امام اہل سنت کے مدنی پھول

امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

اقول: وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ ت)

احکام الہی کی دو قسمیں ہیں: مکوینیہ مثل احواء و اماتت و قضائے حاجت و دفع

معصیت و عطائے دولت و رزق و نعمت و فتح و شکست و غیر ہا عالم کے بند و بست۔

دوسرے تشریعیہ کہ کسی فعل کو فرض یا حرام یا واجب یا مکروہ یا مستحب یا مباح

کر دینا مسلمانوں کے سچے دین میں ان دونوں حکموں کی ایک ہی حالت ہے کہ غیر

خدا کی طرف بروجہ ذاتی احکام تشریعی کی اسناد بھی شرک۔ قال اللہ تعالیٰ ام لھم شرکاء

شروعاً ہم من الدین مالم بأذن بہ اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا ان کے لیے خدا کی الوہیت میں کچھ شریک ہیں جنہوں نے ان کے واسطے دین میں اور راہیں نکال دی ہیں جن کا خدا نے انہیں حکم نہ دیا۔ (۱۔ القرآن الکریم ۲۲/۲۱)

اور بروجہ عطائی امور نگوین کی اسناد بھی شرک نہیں۔

قال اللہ تعالیٰ:

فالمديرات امراً۔

قسم ان مقبول بندوں کی جو کاروبار عالم کی تدبیر کرتے ہیں۔

(۲۔ القرآن الکریم ۸۰/۵)

مقدمہ رسالہ میں شاہ عبدالعزیز کی شہادت سن چکے کہ:

حضرت امیر و ذریعہ طاہرہ اور اتمام امت بر مثال پیران و مرشدان می پرستند و امور نگوینیہ را بایشان وابستہ میدانند۔

حضرت امیر (مولاعلی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم) اور ان کی اولاد کو تمام امت اپنے مرشد جیسا سمجھتی ہے اور امور نگوینیہ کو ان سے وابستہ جانتی ہے۔ (ت)

(۳۔ مخدشا عشریہ باب ہفتم در امامت سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۱۴)

مگر کچے وہابی ان دو قسموں میں فرق کرتے ہیں، اگر کہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بات فرض کی یا فلاں کام حرام کر دیا تو شرک کا سودا نہیں اچھلتا، اور اگر کہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نعمت دی یا غنی کر دیا تو شرک سوچھتا ہے۔ یہ انکا نرا تحکم ہی نہیں خود اپنے مذہب نامہ مذہب میں کچا پن ہے۔ جب ذاتی اور عطائی کا تفرقہ اٹھا دیا پھر احکام میں فرق کیسا، سب کا یکساں شرک ہونا لازم، آخر ان کا امام مطلق و عام کہہ گیا کہ:

”کسی کام میں نہ بالفعل ان کو دخل ہے اور نہ اس کی طاقت رکھتے ہیں“۔ نیز



کہا: ”کسی کام کو روایا ناروا کر دینا اللہ ہی کی شان ہے۔“ ۲۔

(۱۔ دلائل تقویۃ الایمان الفصل الثالث مطبع علمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۲۰)

صاف تر کہا: ”کسی کی راہ و رسم کو ماننا اور اسی کے حکم کو اپنی سند سمجھنا یہ بھی نہیں باتوں میں سے ہے کہ خاص اللہ نے اپنی تعظیم کے واسطے ٹھہرائی ہیں تو جو کوئی یہ معاملہ کسی مخلوق سے کرے تو اس پر بھی شرک ثابت ہے۔“ ۳۔ اور آگے اس کا قول: ”سو اللہ کے حکم پہنچنے کی راہ بندوں تک رسول ہی کا خبر دینا ہے۔“ ۴۔

(۳۔ دلائل تقویۃ الایمان الفصل الرابع مطبع علمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۲۸)

اس میں وہ رسول کو حاکم نہیں مانتا صرف مخبر و پیغام رساں مانتا ہے اور اس سے پہلے حصہ کے ساتھ تصریح کر چکا ہے کہ: ”پیغمبر کا اتنا ہی کام ہے کہ برے کام پر ڈرا دیوے اور بھلے کام پر خوشخبری سنا دیوے۔“ ۵۔

(۵۔ دلائل تقویۃ الایمان الفصل الثانی مطبع علمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۲۸)

نیز کہا کہ: ”انبیاء اولیاء کو جو اللہ نے سب لوگوں سے بڑا بنایا سوان میں بڑائی یہی ہوتی ہے کہ اللہ کی راہ بتاتے ہیں اور برے بھلے کاموں سے واقف ہیں سو لوگوں کو سکھلاتے ہیں۔“ ۶۔ (۶۔ دلائل تقویۃ الایمان الفصل الثانی فی رد الاشراک فی العلم مطبع علمی اندرون

لاہاری دروازہ لاہور ص ۱۷)

صرف بتانے جانے پہچانے پر یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ حکم ان کے ہیں فرائض کو انہوں نے فرض کیا محرمات کو انہوں نے حرام کر دیا۔

آخر ہمیں جو احکام معلوم ہوئے اپنے بزرگوں سے آئے انہیں ان کے اگلوں نے بتائے، یونہی طبقہ بطبقہ تبع کو تابعین، تابعین کو صحابہ، صحابہ کو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے، تو کیا کوئی یوں کہے گا کہ نماز میرے باپ نے فرض کی ہے یا زنا کو میرے استاد نے حرام کر دیا۔ نبی کی نسبت اگر یوں کہے گا تو وہی ذاتی عطائی کا فرق

مان کر، اور کسی کی راہ ماننے اور اس کا حکم سند جاننے کو ان افعال سے سن چکا ہو اللہ تعالیٰ نے اپنی تعظیم کے لیے خاص کئے ہیں اور انہیں غیر کے لیے کرنے کا نام اشراک فی العبادۃ رکھا، اور اس قسم میں بھی مثل دیگر اقسام تصریح کی کہ:

”پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ آپ ہی اس تعظیم کے لائق ہیں یا یوں سمجھے کہ انکی اس طرح کی تعظیم سے اللہ خوش ہوتا ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔“<sup>۱</sup>

(۱) تقویۃ الایمان مقدمۃ الکتاب مطبع علمی اندرون لاہاری دروازہ لاہور ص ۸)

تو ذاتی و عطائی کا تفرقہ دین مجدی میں قیامت کا تفرقہ ڈال دے گا۔ وہ صاف کہہ چکا: ”نہیں حکم کسی کا سوائے اللہ کے اس نے تو یہی حکم کیا ہے کہ کسی کو اس کے سوا مت مانو۔“<sup>۲</sup> (۲) تقویۃ الایمان الفصل الرابع مطبع علمی اندرون لاہاری دروازہ لاہور ص ۲۸)

جب رسول کو ماننے ہی کی نہ ٹھہری تو رسول کو حاکم ماننا اور فرائض و محرمات کو رسول کے فرض و حرام کر دینے سے جاننا کیونکر شرک نہ ہوگا، غرض وہ اپنی دھن کا پکا ہے، ولہذا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کس قدر تاکید شدید سے مدینہ طیبہ کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب فرض کیا اور اس میں شکار وغیرہ منع فرمایا، مگر یہ جو ارشاد ہوا کہ ”مدینے کو حرم میں کرتا ہوں۔“ اس چوٹی کے موحد نے کہ جا بجا کہتا ہے کہ ”خدا کے سوا کسی کو نہ مانو“ صاف صاف حکم شرک جڑ دیا اور اللہ واحد قہار کے غضب کا کچھ خیال نہ کیا و سید علم الدین ظلموا ای مدقلب یدقلبون<sup>۳</sup>

(اور اب جان جائیں گے ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔)

(۱) القرآن الکریم ۲۶/۲۷)

تو مناسب ہوا کہ بعض احادیث وہ بھی ذکر کر جائیں جن میں احکام تشریعیہ کی اسناد صریح ہے، اور اب اس قسم کی خاص دو آیتوں کا ذکر بھی محمود، اگرچہ آیات گزشتہ سے بھی دو آیتوں میں یہ مطلب موجود، اور ان کے ذکر سے جب عدد آیات انصاف

عقود سے متجاوز ہوگا تو تکمیل عقد کے لیے تین آیتوں کا اور بھی اضافہ ہو کہ پچاس کا عدد پورا ہو جس طرح احادیث میں بعونہ تعالیٰ پانچ ٹمسین یعنی ڈھائی سو کا عدد کامل ہوگا، ورنہ استیعاب آیات (عہ) میں منظور، نہ احادیث میں مقدور، واللہ المہادی الی منائر النور،

ہم پہلے وہ تین آیتیں تلاوت کریں کہ پھر احکام تشریعیہ کا بیان آیات واحادیث سے مسلسل رہے وباللہ التوفیق۔

آیت ۴۶:

ان کل نفس لما علیہا حافظ۔ (القرآن الکریم ۸۶/۳)

کوئی جان نہیں جس پر ایک نگہبان متعین نہ ہو۔

آیت ۴۷:

الر کتب الذلۃ الیک لتخرج الناس من الظلمات الی النور باذن

ربہم الی صراط العزیز الحمید۔ (القرآن الکریم ۱۳/۱)

یہ کتاب ہم نے تمہاری طرف اتاری تاکہ تم اے نبی! لوگوں کو اندھیروں سے نکال اور روشنی کی طرف انکے رب کی پروانگی سے غالب سراہے گئے کی راہ کی طرف۔

آیت ۴۸:

ولقد ارسلنا موسیٰ بالآیتنا ان اخرج قومک من الظلمات الی النور۔

(القرآن الکریم ۱۳/۵)

اور بیشک بالیقین ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانوں کے ساتھ بھیجا کہ اے موسیٰ! تو نکال لے اپنی قوم کو اندھیروں سے روشنی کی طرف۔

اقول: اندھیریاں کفر و ضلالت ہیں اور روشنی ایمان و ہدایت جسے غالب سراہے گئے کی راہ فرمایا۔ اور ایمان و کفر میں واسطہ نہیں، ایک سے نکالنا قطعاً دوسرے میں

داخل کرنا ہے۔ تو آیات کریمہ صاف ارشاد فرما رہی ہیں کہ بنی اسرائیل کو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کفر سے نکالا اور ایمان کی روشنی دے دی اس امت کو مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کفر سے چھڑاتے ایمان عطا فرماتے ہیں، اگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا یہ کام نہ ہوتا انہیں اس کی طاقت نہ ہوتی تو رب عزوجل کا انہیں یہ حکم فرمانا کہ کفر سے نکال لو معاذ اللہ تکلیف مالا یطاق تھا۔

الحمد للہ!

قرآن عظیم نے کیسی تکذیب فرمائی امام وہابیہ کے اس حصر کی کہ:

”پیغمبر خدا نے بیان کر دیا کہ مجھ کو نہ قدرت ہے نہ کچھ غیب دانی، میری قدرت کا حال تو یہ ہے کہ اپنی جان تک کے نفع و نقصان کا مالک نہیں تو دوسرے کا تو کیا کر سکوں۔ غرض کہ کچھ قدرت مجھ میں نہیں، فقط پیغمبری کا مجھ کو دعویٰ ہے اور پیغمبر کا اتنا ہی کام ہے کہ برے کام پر ڈرا دیوے اور بھلے کام پر خوشخبری سنا دیوے دل میں یقین ڈال دینا میرا کام نہیں انبیاء میں اس بات کی کچھ بڑائی نہیں کہ اللہ نے عالم میں تصرف کی کچھ قدرت دی ہو کہ مرادیں پوری کر دیویں یا فتح و شکست دے دیویں یا غنی کر دیویں یا کسی کے دل میں ایمان ڈال دیویں ان باتوں میں سب بندے بڑے اور چھوٹے برابر ہیں عاجز اور بے اختیار“ (۱) ملخصاً۔ (۱) تقویۃ الایمان انفصل الاثنی فی رد الاشراک فی العلم مطبع علمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۵)

مسلمانو! اس گمراہ کے ان الفاظ کو دیکھو اور ان آیتوں اور حدیثوں سے کہ اب تک گزریں ملاؤ دیکھو یہ کس قدر شدت سے خدا اور رسول کو جھٹلا رہا ہے، خیر اسے اس کی عاقبت کے حوالے کیجئے، شکر اس اکرم الاکرین کا بجالائیے جس نے ہمیں ایسے کریم اکرم دائم اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ سے ایمان دلوایا ان کے کرم سے امید واثق ہے کہ بعونہ تعالیٰ محفوظ بھی رہے۔

تو نے اسلام دیا تو نے جماعت میں لیا

تو کریم اب کوئی پھرتا ہے عطیہ تیرا

(حدائق بخشش وصل اول مکتبہ رضویہ کراچی ص ۳)

ہاں یہ ضرور ہے کہ عطاءے ذاتی خاصہ خدا ہے انک لا تمہدی من احببت

(پیشک یہ نہیں کہ تم جسے اپنی طرف سے چاہو ہدایت کردو۔ ت) وغیرہا میں اسی کا

تذکرہ ہے کچھ ایمان کے ساتھ خاص نہیں پیسہ کوڑی بھی بے عطاءے خدا کوئی بھی اپنی

ذات سے نہیں دے سکتا۔ ع

تا خدا نہ دے سلیمان گئے دہ

(جب تک خدا نہ دے سلیمان کیسے دے سکتا ہے۔)

(القرآن الکریم ۲۸/۵۶)

یہی فرق ہے جسے گم کر کے تم ہر جگہ بھٹکے اور

افتؤ منون ببعض الكتاب وتکفرون ببعض۔ (القرآن الکریم ۲/۸۵)

(اور خدا کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے ہو اور کچھ سے انکار کرتے ہو۔ ت)

میں داخل ہوئے۔

نسأل الله العافية وتمام العافية ودوام العافية والحمد لله رب

العالمین۔

ہم اللہ تعالیٰ سے کامل دائمی عافیت کا سوال کرتے ہیں، اور تمام تعریفیں اللہ رب

العالمین کے لیے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۳۰، ص ۵۱۶-۵۱۹)



## الحديث العشرون

### حیا اور ایمان

عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ عَقْبَةَ بْنِ عَمْرِو الْأَنْصَارِيِّ الْجَدِّي رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:  
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ يَمَنًا أَحَدُكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ  
النُّبُوَّةِ الْأُولَى إِذَا لَمْ تَسْتَحْ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(”صحیح البخاری“، کتاب الادب، باب إذا لم تستح فاصنع ما شئت، ر: 6120، 4/131)

روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے کہ پچھلی نبوت کا جو کلام لوگوں نے پایا ان میں سے یہ ہے کہ جب تو حیاء نہ  
کرے تو جو چاہے کر<sup>۱</sup> (بخاری)

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں

کہ

۱۔ یہ کلام بمعنی چیز ہے یعنی گزشتہ انبیاء کرام نے اپنی امتوں سے جو حکیمانہ کلام  
فرمائے ان میں سے ایک یہ کلام شریف بھی ہے کہ جب تیرے دل میں اللہ رسول کی  
اپنے بزرگوں کی شرم و حیاء نہ ہوگی تو برے سے برے کام کر گزرے گا کیونکہ برائیوں  
سے روکنے والی چیز تو غیرت ہے جب وہ نہ رہی تو برائی سے کون روکے، بہت لوگ اپنی  
بدنامی کے خوف سے برائیاں نہیں کرتے مگر جنہیں نیک نامی بدنامی کی پرواہ نہ ہو وہ ہر  
گناہ کر گزرتے ہیں۔ ایک شاعر کہتا ہے



اذا لم تخش عاقبة الليالي ولم تستع فاصنع ما تشاء  
فلا والله ما في العيش خير وفي الدنيا اذا ذهب الليالي

(مرآة المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۶ ص ۱۹۹)

شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا محمد الیاس  
عطار قادری ضیائی دامت برکاتہم العالیہ اپنی مایہ ناز کتاب باحیاء نوجوان میں تحریر  
فرماتے ہیں کہ

### حیاء کی 2 قسمیں

فقہ ابوالملیث سمرقندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حیاء کی دو قسمیں  
ہیں: (1) لوگوں کے معاملہ میں حیاء (2) اللہ عزّ وجلّ کے معاملہ میں حیاء۔ لوگوں  
کے معاملے میں حیاء کرنے کا مطلب یہ ہے کہ تو اپنی نظر کو حرام کردہ اشیاء سے بچا  
اور اللہ عزّ وجلّ کے معاملے میں حیاء کرنے سے مراد یہ ہے کہ تو اُس کی نعمت کو پہچان  
اور اُس کی نافرمانی کرنے سے حیاء کر۔ (عنہ الغافلین ص ۲۵۸ پشاور)

### فطری اور شرعی حیاء

فطری و شرعی (شرعی) اعتبار سے بھی حیاء کی تقسیم کی گئی ہے۔ فطری حیاء وہ  
ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ہر جان میں پیدا فرمایا ہے اور یہ پیدائشی طور پر ہر شخص میں  
ہوتی ہے اور شرعی حیاء یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اپنی کوتاہیوں پر غور کر  
کے نادم و شرمندہ ہو اور اس شرمندگی اور اللہ تعالیٰ کے خوف کی بناء پر آئندہ گناہوں  
سے بچنے اور نیکیاں کرنے کی کوشش کرے۔ علماء (ع۔ ل۔ مائی) فرماتے ہیں کہ  
”حیاء ایک ایسا خلق ہے جو بُرے کام چھوڑنے پر ابھارے اور حق دار کے حق میں کمی

کرنے سے روکے۔“ (مرقاۃ المفاتیح ج ۸ ص ۸۰۰، تحت الحدیث ۵۰۷۰)

حیاء میں تمام اسلامی احکام پوشیدہ ہیں

حیاء کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ایک عین خلق ہے جس پر اللہ مہربان  
 عذاب ہے اور اس کی توجیہ (یعنی وجہ) یہ ہے کہ غصہ کے افعال و طرح کے ہیں (۱)  
 جن سے حیا کرتا ہے (۲) جس سے حیائیں کرتا۔ پہلی قسم حرام و مکروہ و مباح ہے اور  
 ان کا ترک سزاوار (یعنی موافق شرع) ہے۔ دوسری قسم موجب، مستحب و مذموم و  
 مباحل ہے، ان میں سے پہلے دو کا کرنا سزاوار اور دوسرے کا کرنا جائز ہے۔ یوں یہ  
 حدیث مبارکہ ”جب تو حیا نہ کرے تو جو چاہے کر۔“ ان پانچوں احکام کو مشتمل ہے۔  
 (از کتاب التوحید ج ۸ ص ۸۰۲، بحث فی خیریت ص ۵۰۰)

حیاء کے احکام

حیاء کبھی فرض و واجب ہوتی ہے جیسے کسی حرام و ناجائز کام سے حیا کرنا کبھی  
 مستحب جیسے مکروہ و حرامی سے بچنے میں حیاء اور کبھی مذموم (یعنی کرنا نہ کرنا یکساں)  
 جیسے کسی مذموم شے کے کرنے سے حیا۔ (ترمذی ج ۱ ص ۳۳۴)

حیاء کا ماحول سے تعلق

حیاء کی نشوونما میں ماحول اور تربیت کا بہت عمل دخل ہے۔ حیاء اور ماحول میسر  
 آنے کی صورت میں حیاء کو خوب نکھارتا ہے جبکہ بے حیاء لوگوں کی صحبت قلب و نگاہ  
 کی پاکیزگی سلب کر کے بے شرم (بے شرم) کر دیتی ہے اور بندہ بے شمار غیر  
 اخلاقی اور ناجائز کاموں میں مبتلا ہو جاتا ہے اس لئے کہ حیاء ہی تو تھی جو برائیوں اور  
 گناہوں سے روکتی تھی۔ جب حیاء ہی نہ رہی تو اب برائی سے کون روکے گی؟ تربیت سے  
 لوگ ایسے ہوتے ہیں جو بدنامی کے خوف سے شرما کر برائیاں نہیں کرتے مگر جنہیں  
 نیک نامی و بدنامی کی پروا نہیں ہوتی ایسے بے حیاء لوگ ہر گناہ کر گزرتے، اخلاقیات  
 کی ضد و توجہ کر بد اخلاقی کے میدان میں اتر آتے اور انسانیت سے ٹکرے ہوئے کام

کرنے میں بھی تنگ و غار محسوس نہیں کرتے۔

## خُلُقِ اسلام

اسلام میں حیا کو بہت اہمیت (اَہم۔ مہم۔ مہم۔ مہم) دی گئی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے: ”بے شک ہر دین کا ایک خُلُق ہے اور اسلام کا خُلُق حیا ہے۔“ (سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۴۶۰ حدیث ۳۱۸۱ دار المنیرۃ بیروت) یعنی ہر اُمت کی کوئی نہ کوئی خاص خُصَلت ہوتی ہے جو دیگر خُصَلتوں پر غالب ہوتی ہے اور اسلام کی وہ خُصَلت حیا ہے۔ اسلئے کہ حیا ایک ایسا خُلُق ہے جو اخلاقی اچھائیوں کی تکمیل، ایمان کی مضبوطی کا باعث اور اسکی علامات میں سے ہے۔ چنانچہ

## ایمان کی علامات

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”ایمان کے ستر سے زائد شعبے (علامات) ہیں اور حیا ایمان کا ایک شعبہ ہے۔“ (صحیح مسلم ص ۳۹ حدیث ۳۵ دار ابن حزم بیروت)

حیا ایمان سے ہے۔

ایک اور حدیث شریف میں ہے: ”حیا ایمان سے ہے۔“ (مسند ابی یعلیٰ ج ۶ ص ۲۹۱ حدیث ۷۴۶۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت) یعنی جس طرح ایمان، مومنین کو کُفر کے ارتکاب سے روکتا ہے اسی طرح حیا باحیا کو نافرمانیوں سے بچاتی ہے۔ یوں مجازاً اسے ”ایمان سے“ فرمایا گیا۔ جس کی مزید وضاحت و تائید حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس روایت سے ہوتی ہے: ”بے شک حیا اور ایمان دونوں آپس میں ملے ہوئے ہیں تو جب ایک اُٹھ جائے تو دوسرا بھی اٹھالیا جاتا ہے۔“

(المختصر للحاکم ج ۱ ص ۱۷۶ حدیث ۶۶ دار المعرفۃ بیروت)



## الحديث الحادی والعشرون

### ایمان کا اقرار

عَنِ أَبِي عَمْرٍو، وَقِيلَ أَبِي عَمْرَةَ سُفْيَانُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:  
قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قُلْ لِي فِي الْإِسْلَامِ قَوْلًا لَا أَشْأَلُ عَنْهُ أَحَدًا غَيْرَكَ؟  
قَالَ: قُلْ آمَنْتُ بِاللَّهِ ثُمَّ اسْتَغْفِرْ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(”صحیح مسلم“، کتاب الایمان، باب جامع أوصاف الملام، ر: 38، ص 40)

روایت ہے حضرت سفیان ابن عبد اللہ ثقفی سے <sup>سُفْيَانُ</sup>سُفْيَانُ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اسلام کے متعلق ایسی بات بتائیں کہ آپ کے بعد اس کے متعلق کسی سے نہ پوچھوں۔ دوسری روایت میں ہے (کہ آپ کے سوا) فرمایا کہ کہو کہ میں اللہ پر ایمان لایا پھر اُس پر قائم رہوں

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مشتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں

کہ

۱۔ آپ کا نام سفیان ابن عبد اللہ ابن ربیعہ ہے، کنیت ابو عمرو قبیلہ بنی ثقیف سے ہیں، اہل طائف میں سے ہیں، زمانہ فاروقی میں طائف کے حاکم رہے، کل پانچ حدیثیں آپ سے مروی ہیں، بڑے متقی عابد تھے۔

۲۔ اللہ پر ایمان لانے سے مراد سارے عقائد اسلامیہ ماننا ہیں۔ لہذا اس میں تو حید و رسالت، حشر و نشر، ملائکہ، جنت و دوزخ سب پر ایمان لانا داخل ہے۔ جیسے کسی

کو اپنا باپ مان کر اس کے سارے اہل قرابت کو اپنا عزیز ماننا پڑتا ہے کہ اس کا باپ ہمارا دادا ہے، اس کی اولاد ہمارے بھائی بہن، اس کے بھائی ہمارے چچا تائے اور استقامت سے مراد سارے اعمال اسلامیہ پر سختی و پابندی سے عمل کرنا ہے۔ لہذا یہ حدیث ایمان و تقویٰ کی جامع ہے اور اس پر عامل یقیناً جنتی ہے، رب فرماتا ہے: ”إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَفْتَوْا“ الخ۔ یہ کلمات جامع میں سے ہیں۔ (مرآۃ السانج شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۱ ص ۳)

### استقامت

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَفْتَوْا

ترجمہ کنز الایمان: بیشک وہ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم

رہے۔

حضرت صدر الفاضل سیدنا مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ

المہادی خزائن العرقان میں اس کے تحت لکھتے ہیں

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا استقامت کیا ہے؟

فرمایا یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

فرمایا استقامت یہ ہے کہ امر دینی پر قائم رہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما

نے فرمایا استقامت یہ ہے کہ عمل میں اخلاص کرے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے فرمایا استقامت یہ ہے کہ فرائض ادا کرے۔ اور استقامت کے معنی میں یہ بھی کہا

گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے امر کو بجالائے اور معاصی سے بچے۔ (خزائن العرقان)

### ایمان کا بیان

ایمان اسے کہتے ہیں کہ سچے دل سے اُن سب باتوں کی تصدیق کرے جو

ضروریات دین ہیں اور کسی ایک ضرورت دینی کے انکار کو کفر کہتے ہیں، اگرچہ باقی

تمام ضروریات کی تصدیق کرتا ہو۔ ضروریات دین وہ مسائل دین ہیں جن کو ہر خاص و عام جانتے ہوں، جیسے اللہ عزوجل کی وحدانیت، انبیاء کی نبوت، جنت و نار، حشر و نشر وغیرہا، مثلاً یہ اعتقاد کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔

(فی "الہندیۃ"، کتاب السیر، الباب فی احکام المرتدین، ج ۲، ص ۲۶۳)

عوام سے مراد وہ مسلمان ہیں جو طبقہ علما میں نہ شمار کیے جاتے ہوں، مگر علما کی صحبت سے شرفیاب ہوں اور مسائل علمیہ سے ذوق رکھتے ہوں، نہ وہ کہ کوردہ اور جنگل اور پہاڑوں کے رہنے والے ہوں جو کلمہ بھی صحیح نہیں پڑھ سکتے، کہ ایسے لوگوں کا ضروریات دین سے ناواقف ہونا اُس ضروری کو غیر ضروری نہ کر دے گا، البتہ ان کے مسلمان ہونے کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ ضروریات دین کے منکر نہ ہوں اور یہ اعتقاد رکھتے ہوں کہ اسلام میں جو کچھ ہے حق ہے، ان سب پر اجمالاً ایمان لائے ہوں۔

عقیدہ (۱): اصل ایمان صرف تصدیق کا نام ہے، اعمال بدن تو اصلاً جزو ایمان نہیں، رہا اقرار، اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر تصدیق کے بعد اس کو اظہار کا موقع نہ ملا تو عند اللہ مومن ہے اور اگر موقع ملا اور اُس سے مطالبہ کیا گیا اور اقرار نہ کیا تو کافر ہے اور اگر مطالبہ نہ کیا گیا تو احکام دنیا میں کافر سمجھا جائے گا، نہ اُس کے جنازے کی نماز پڑھیں گے، نہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کریں گے، مگر عند اللہ مومن ہے اگر کوئی امر خلاف اسلام ظاہر نہ کیا ہو۔ ("شرح العقائد النسفیۃ"، و شرح "النیر اس"، ص ۲۵۰)

عقیدہ (۲): مسلمان ہونے کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ زبان سے کسی ایسی چیز کا انکار نہ کرے جو ضروریات دین سے ہے، اگرچہ باقی باتوں کا اقرار کرتا ہو، اگرچہ وہ یہ کہے کہ صرف زبان سے انکار ہے دل میں انکار نہیں۔



وفي "الدر المختار": (من هزل بلفظ كفر ارتد، وإن لم يعتقد  
للاستخفاف فهو كفر العباد).



## الحديث الثاني والعشرون جنت میں داخلہ

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَرَأَيْتَ إِذَا صَلَّيْتُ الْمَكْتُوبَاتِ، وَصُمْتُ رَمَضَانَ، وَأَحَلَلْتُ الْحَلَائِلَ، وَحَرَمْتُ الْحَرَامَ، وَلَمْ أُزِدْ عَلَى ذَلِكَ شَيْئًا أَأَدْخُلُ الْجَنَّةَ؟ قَالَ: نَعَمْ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(”صحیح مسلم“، کتاب الایمان، باب الایمان الذی یدخل بہ الجنۃ... الخ، ر: 15، ص 26)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ایک شخص نے سوال کیا کہ یہ ارشاد فرمائیے کہ جب میں فرض نماز پڑھوں رمضان کے روزے رکھوں اور حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھوں اور اس سے زیادہ کچھ نہ کروں تو کیا میں جنت میں داخل ہو جاؤں گا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں (یعنی جنت میں داخل ہو جاؤ گے)۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے قریب کون؟

نیک اعمال کی اہمیت اور فضیلت کے متعلق دلائل (قرآن و حدیث میں) اتنے ہیں کہ جنہیں شمار نہیں کیا جاسکتا۔ اگرچہ بندے کا جنت میں داخلہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم ہی سے ہوگا، لیکن اس وقت جب وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت کرتے ہوئے نیک لوگوں میں شامل ہو جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٥١﴾

ترجمہ کنز الایمان: بے شک اللہ کی رحمت نیکوں سے قریب ہے۔

(الاعراف/۵۶)

اور اگر یہ کہا جائے کہ صرف صاحب ایمان ہونا ہی جنت میں داخلے کے لیے کافی ہے۔ (اور عمل کی ضرورت نہیں) تو ہم کہیں گے کہ آپ کا کہنا درست ہے۔ مگر اسے جنت میں جانا کب نصیب ہوگا؟ وہاں تک تو پہنچنے کے لیے اسے کافی دشوار گزار گھاٹیوں اور پُر خار وادیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ جن میں سے پہلا مشکل ترین مرحلہ تو ایمان کی گھاٹی ہے۔ کیا خبر یہ اپنا ایمان بھی سلامت لے جانے میں کامیاب ہوگا یا نہیں؟ اور اگر (اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وقتِ نزع اس کا ایمان محفوظ رہا اور یہ) جنت میں داخل ہو بھی گیا تو پھر بھی مفلس جنتی ہوگا۔ جیسا کہ حضرت سیدنا حسن بصری علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ارشاد فرمائے گا۔ ”اے میرے بندو! میری رحمت سے جنت میں داخل ہو جاؤ اور اسے اپنے اعمال کے مطابق تقسیم کر لو۔“

شانِ رحمتِ خداوندی عزّ وجلّ

اے لختِ جگر!

جب تک ثوابِ عمل نہیں ہوگا اجر و ثواب نہیں پائے گا۔ منقول ہے کہ بنی اسرائیل کے

ایک عابد نے ستر سال تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔ ربِّ کریم عزّ وجلّ نے ارادہ فرمایا کہ اس کی شان و عظمت فرشتوں پر ظاہر ہو، تو اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجا تا کہ اسے یہ بتا دے کہ اس قدر زہد و عبادت کے باوجود تو جنت کا مستحق نہیں۔ چنانچہ فرشتہ اس عابد کے پاس آیا اور اللہ تعالیٰ کا پیغام سنایا۔ اس نیک شخص نے جواب دیا۔ ”اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ اور

ہمارا کام اس کی عبادت کرنا ہے۔“ (اب یہ خالق و مالک عز و جل کی مرضی ہے کہ محض اپنے کرم سے داخل جنت فرمادے یا عدل کرتے ہوئے جہنم میں جھونک دے) جب فرشتہ رب کائنات عز و جل کی بارگاہِ عزت میں حاضر ہوا تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا۔ ”میرے بندے نے کیا جواب دیا؟“ فرشتہ کہنے لگا ”یا ایلہ العالمین (عز و جل) تو اپنے بندے کے جواب سے بخوبی واقف ہے۔“ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ”جب میرا بندہ میری عبادت سے جی نہیں چراتا، تو میری شانِ کربہ کی تقاضا ہے کہ میں بھی اس سے نظرِ رحمت نہ پھیروں۔ اے فرشتو! گواہ رہو! میں نے اس کی مغفرت فرما دی۔“

محبوب پروردگار، امت کے غم خوار، بے کسوں کے مددگار، ہم غریبوں کے غم گسار، شفیع روزِ شمار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے۔

حَاسِبُوا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوا وَذِكْرُ أَعْمَالِكُمْ قَبْلَ أَنْ تُبْذَرُوا

اس سے پہلے کہ تمہارا حساب ہو اپنا حساب خود کر لو۔ اور اپنے اعمال کا وزن کر لو قبل اس کے کہ انہیں تولایا جائے۔

### اللہ تعالیٰ کی رحمت اور نیک اعمال

خیرِ خدا موالی علی مشکل کشا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ارشاد فرماتے ہیں۔ ”جو شخص یہ گمان رکھتا ہے کہ نیک اعمال اپنائے بغیر داخل جنت ہوگا، تو وہ جھوٹی اُمید و آس کا شکار ہے۔ اور جس نے یہ خیال کیا کہ نیک اعمال کی بھرپور کوشش سے ہی جنت میں داخل ہوگا، تو گویا وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مستغنی و بے پرواہ سمجھ بیٹھا ہے۔“ اور حضرت سیدنا حسن بھری علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں۔ ”اعمالِ حسنہ کے بغیر جنت کی تمنا رکھنا گناہ سے کم نہیں۔“ اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہی کا ارشاد گرامی ہے۔ ”حقیقی بندگی کی علامت یہ ہے کہ بندہ عمل پر اترا نا چھوڑ دے، نہ

کہ عمل کرنا ہی ترک کر دے۔“

سرکارِ دو عالم، نورِ مجسم، شاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ معظم

ہے۔

الْكَيْسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَ عَمِلَ لِنَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَ الْأَحْمَقُ مَنْ اتَّبَعَ  
نَفْسَهُ هَوَاهَا وَ تَمَتَّى عَلَى اللَّهِ

عقل مند اور سمجھدار وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے، اور موت کے بعد والی  
زندگی کے لئے عمل کرے۔ اور احمق و نادان وہ ہے جس نے نفسانی خواہشات کی  
پیروی کی اور اللہ تعالیٰ (کی رحمت سے جنت ملنے کی) اُمید رکھی۔ (فتح الباری: کتاب

النکاح قولہ اذا دخلت لیلاً.... الخ ج ۹ ص ۳۲۲ دار المعرفۃ بیروت) (لہما الولد ۱۷)

### حلال کو حلال جاننا

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا کہ قرآن پانچ طریقوں پر نازل ہوا۔ حلال و حرام و محکم و متشابہ اور امثال۔ تو  
تم لوگ حلال کو حلال جانو اور حرام کو حرام جانو اور محکم پر عمل کرو اور متشابہ پر ایمان لاؤ  
اور مثلوں (گزشتہ امتوں کے قصوں اور مثالوں) سے عبرت حاصل کرو۔



## الحديث الثالث والعشرون چند اعمال صالحہ

عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْحَارِثِ بْنِ عَاصِمٍ الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الظُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَمْلَأُ الْمِيزَانَ، وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَمْلَأَانِ - أَوْ تَمْلَأُ - مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، وَالصَّلَاةُ نُورٌ، وَالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ، وَالصَّبْرُ حَبِيبٌ، وَالْقُرْآنُ نُجَّةٌ لَكَ أَوْ عَلَيْكَ، كُلُّ النَّاسِ يَغْدُو فَبَائِعٌ نَفْسَهُ فَمُعْتِقُهَا أَوْ مُوْبِقُهَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو مالک اشعری سے <sup>۱</sup> روایت ہے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پاکی نصف ایمان ہے <sup>۲</sup> اور الحمد للہ ترازو بھر دے گی <sup>۳</sup> اور سبحان اللہ اور الحمد للہ آسمان و زمین کے درمیان کو بھر دیتے ہیں <sup>۴</sup> اور نماز روشنی ہے <sup>۵</sup> خیرات دلیل ہے <sup>۶</sup> صبر چمک ہے <sup>۷</sup> قرآن تیری یا تجھ پر جتے ہے <sup>۸</sup> ہر شخص صبح پاتا ہے تو اپنا نفس بیچتا ہے تو یا نفس کو آزاد کرتا ہے یا ہلاک <sup>۹</sup> <sup>۱۰</sup> <sup>۱۱</sup> <sup>۱۲</sup> <sup>۱۳</sup> <sup>۱۴</sup> <sup>۱۵</sup> <sup>۱۶</sup> <sup>۱۷</sup> <sup>۱۸</sup> <sup>۱۹</sup> <sup>۲۰</sup> <sup>۲۱</sup> <sup>۲۲</sup> <sup>۲۳</sup> <sup>۲۴</sup> <sup>۲۵</sup> <sup>۲۶</sup> <sup>۲۷</sup> <sup>۲۸</sup> <sup>۲۹</sup> <sup>۳۰</sup> <sup>۳۱</sup> <sup>۳۲</sup> <sup>۳۳</sup> <sup>۳۴</sup> <sup>۳۵</sup> <sup>۳۶</sup> <sup>۳۷</sup> <sup>۳۸</sup> <sup>۳۹</sup> <sup>۴۰</sup> <sup>۴۱</sup> <sup>۴۲</sup> <sup>۴۳</sup> <sup>۴۴</sup> <sup>۴۵</sup> <sup>۴۶</sup> <sup>۴۷</sup> <sup>۴۸</sup> <sup>۴۹</sup> <sup>۵۰</sup> <sup>۵۱</sup> <sup>۵۲</sup> <sup>۵۳</sup> <sup>۵۴</sup> <sup>۵۵</sup> <sup>۵۶</sup> <sup>۵۷</sup> <sup>۵۸</sup> <sup>۵۹</sup> <sup>۶۰</sup> <sup>۶۱</sup> <sup>۶۲</sup> <sup>۶۳</sup> <sup>۶۴</sup> <sup>۶۵</sup> <sup>۶۶</sup> <sup>۶۷</sup> <sup>۶۸</sup> <sup>۶۹</sup> <sup>۷۰</sup> <sup>۷۱</sup> <sup>۷۲</sup> <sup>۷۳</sup> <sup>۷۴</sup> <sup>۷۵</sup> <sup>۷۶</sup> <sup>۷۷</sup> <sup>۷۸</sup> <sup>۷۹</sup> <sup>۸۰</sup> <sup>۸۱</sup> <sup>۸۲</sup> <sup>۸۳</sup> <sup>۸۴</sup> <sup>۸۵</sup> <sup>۸۶</sup> <sup>۸۷</sup> <sup>۸۸</sup> <sup>۸۹</sup> <sup>۹۰</sup> <sup>۹۱</sup> <sup>۹۲</sup> <sup>۹۳</sup> <sup>۹۴</sup> <sup>۹۵</sup> <sup>۹۶</sup> <sup>۹۷</sup> <sup>۹۸</sup> <sup>۹۹</sup> <sup>۱۰۰</sup> <sup>۱۰۱</sup> <sup>۱۰۲</sup> <sup>۱۰۳</sup> <sup>۱۰۴</sup> <sup>۱۰۵</sup> <sup>۱۰۶</sup> <sup>۱۰۷</sup> <sup>۱۰۸</sup> <sup>۱۰۹</sup> <sup>۱۱۰</sup> <sup>۱۱۱</sup> <sup>۱۱۲</sup> <sup>۱۱۳</sup> <sup>۱۱۴</sup> <sup>۱۱۵</sup> <sup>۱۱۶</sup> <sup>۱۱۷</sup> <sup>۱۱۸</sup> <sup>۱۱۹</sup> <sup>۱۲۰</sup> <sup>۱۲۱</sup> <sup>۱۲۲</sup> <sup>۱۲۳</sup> <sup>۱۲۴</sup> <sup>۱۲۵</sup> <sup>۱۲۶</sup> <sup>۱۲۷</sup> <sup>۱۲۸</sup> <sup>۱۲۹</sup> <sup>۱۳۰</sup> <sup>۱۳۱</sup> <sup>۱۳۲</sup> <sup>۱۳۳</sup> <sup>۱۳۴</sup> <sup>۱۳۵</sup> <sup>۱۳۶</sup> <sup>۱۳۷</sup> <sup>۱۳۸</sup> <sup>۱۳۹</sup> <sup>۱۴۰</sup> <sup>۱۴۱</sup> <sup>۱۴۲</sup> <sup>۱۴۳</sup> <sup>۱۴۴</sup> <sup>۱۴۵</sup> <sup>۱۴۶</sup> <sup>۱۴۷</sup> <sup>۱۴۸</sup> <sup>۱۴۹</sup> <sup>۱۵۰</sup> <sup>۱۵۱</sup> <sup>۱۵۲</sup> <sup>۱۵۳</sup> <sup>۱۵۴</sup> <sup>۱۵۵</sup> <sup>۱۵۶</sup> <sup>۱۵۷</sup> <sup>۱۵۸</sup> <sup>۱۵۹</sup> <sup>۱۶۰</sup> <sup>۱۶۱</sup> <sup>۱۶۲</sup> <sup>۱۶۳</sup> <sup>۱۶۴</sup> <sup>۱۶۵</sup> <sup>۱۶۶</sup> <sup>۱۶۷</sup> <sup>۱۶۸</sup> <sup>۱۶۹</sup> <sup>۱۷۰</sup> <sup>۱۷۱</sup> <sup>۱۷۲</sup> <sup>۱۷۳</sup> <sup>۱۷۴</sup> <sup>۱۷۵</sup> <sup>۱۷۶</sup> <sup>۱۷۷</sup> <sup>۱۷۸</sup> <sup>۱۷۹</sup> <sup>۱۸۰</sup> <sup>۱۸۱</sup> <sup>۱۸۲</sup> <sup>۱۸۳</sup> <sup>۱۸۴</sup> <sup>۱۸۵</sup> <sup>۱۸۶</sup> <sup>۱۸۷</sup> <sup>۱۸۸</sup> <sup>۱۸۹</sup> <sup>۱۹۰</sup> <sup>۱۹۱</sup> <sup>۱۹۲</sup> <sup>۱۹۳</sup> <sup>۱۹۴</sup> <sup>۱۹۵</sup> <sup>۱۹۶</sup> <sup>۱۹۷</sup> <sup>۱۹۸</sup> <sup>۱۹۹</sup> <sup>۲۰۰</sup> <sup>۲۰۱</sup> <sup>۲۰۲</sup> <sup>۲۰۳</sup> <sup>۲۰۴</sup> <sup>۲۰۵</sup> <sup>۲۰۶</sup> <sup>۲۰۷</sup> <sup>۲۰۸</sup> <sup>۲۰۹</sup> <sup>۲۱۰</sup> <sup>۲۱۱</sup> <sup>۲۱۲</sup> <sup>۲۱۳</sup> <sup>۲۱۴</sup> <sup>۲۱۵</sup> <sup>۲۱۶</sup> <sup>۲۱۷</sup> <sup>۲۱۸</sup> <sup>۲۱۹</sup> <sup>۲۲۰</sup> <sup>۲۲۱</sup> <sup>۲۲۲</sup> <sup>۲۲۳</sup> <sup>۲۲۴</sup> <sup>۲۲۵</sup> <sup>۲۲۶</sup> <sup>۲۲۷</sup> <sup>۲۲۸</sup> <sup>۲۲۹</sup> <sup>۲۳۰</sup> <sup>۲۳۱</sup> <sup>۲۳۲</sup> <sup>۲۳۳</sup> <sup>۲۳۴</sup> <sup>۲۳۵</sup> <sup>۲۳۶</sup> <sup>۲۳۷</sup> <sup>۲۳۸</sup> <sup>۲۳۹</sup> <sup>۲۴۰</sup> <sup>۲۴۱</sup> <sup>۲۴۲</sup> <sup>۲۴۳</sup> <sup>۲۴۴</sup> <sup>۲۴۵</sup> <sup>۲۴۶</sup> <sup>۲۴۷</sup> <sup>۲۴۸</sup> <sup>۲۴۹</sup> <sup>۲۵۰</sup> <sup>۲۵۱</sup> <sup>۲۵۲</sup> <sup>۲۵۳</sup> <sup>۲۵۴</sup> <sup>۲۵۵</sup> <sup>۲۵۶</sup> <sup>۲۵۷</sup> <sup>۲۵۸</sup> <sup>۲۵۹</sup> <sup>۲۶۰</sup> <sup>۲۶۱</sup> <sup>۲۶۲</sup> <sup>۲۶۳</sup> <sup>۲۶۴</sup> <sup>۲۶۵</sup> <sup>۲۶۶</sup> <sup>۲۶۷</sup> <sup>۲۶۸</sup> <sup>۲۶۹</sup> <sup>۲۷۰</sup> <sup>۲۷۱</sup> <sup>۲۷۲</sup> <sup>۲۷۳</sup> <sup>۲۷۴</sup> <sup>۲۷۵</sup> <sup>۲۷۶</sup> <sup>۲۷۷</sup> <sup>۲۷۸</sup> <sup>۲۷۹</sup> <sup>۲۸۰</sup> <sup>۲۸۱</sup> <sup>۲۸۲</sup> <sup>۲۸۳</sup> <sup>۲۸۴</sup> <sup>۲۸۵</sup> <sup>۲۸۶</sup> <sup>۲۸۷</sup> <sup>۲۸۸</sup> <sup>۲۸۹</sup> <sup>۲۹۰</sup> <sup>۲۹۱</sup> <sup>۲۹۲</sup> <sup>۲۹۳</sup> <sup>۲۹۴</sup> <sup>۲۹۵</sup> <sup>۲۹۶</sup> <sup>۲۹۷</sup> <sup>۲۹۸</sup> <sup>۲۹۹</sup> <sup>۳۰۰</sup> <sup>۳۰۱</sup> <sup>۳۰۲</sup> <sup>۳۰۳</sup> <sup>۳۰۴</sup> <sup>۳۰۵</sup> <sup>۳۰۶</sup> <sup>۳۰۷</sup> <sup>۳۰۸</sup> <sup>۳۰۹</sup> <sup>۳۱۰</sup> <sup>۳۱۱</sup> <sup>۳۱۲</sup> <sup>۳۱۳</sup> <sup>۳۱۴</sup> <sup>۳۱۵</sup> <sup>۳۱۶</sup> <sup>۳۱۷</sup> <sup>۳۱۸</sup> <sup>۳۱۹</sup> <sup>۳۲۰</sup> <sup>۳۲۱</sup> <sup>۳۲۲</sup> <sup>۳۲۳</sup> <sup>۳۲۴</sup> <sup>۳۲۵</sup> <sup>۳۲۶</sup> <sup>۳۲۷</sup> <sup>۳۲۸</sup> <sup>۳۲۹</sup> <sup>۳۳۰</sup> <sup>۳۳۱</sup> <sup>۳۳۲</sup> <sup>۳۳۳</sup> <sup>۳۳۴</sup> <sup>۳۳۵</sup> <sup>۳۳۶</sup> <sup>۳۳۷</sup> <sup>۳۳۸</sup> <sup>۳۳۹</sup> <sup>۳۴۰</sup> <sup>۳۴۱</sup> <sup>۳۴۲</sup> <sup>۳۴۳</sup> <sup>۳۴۴</sup> <sup>۳۴۵</sup> <sup>۳۴۶</sup> <sup>۳۴۷</sup> <sup>۳۴۸</sup> <sup>۳۴۹</sup> <sup>۳۵۰</sup> <sup>۳۵۱</sup> <sup>۳۵۲</sup> <sup>۳۵۳</sup> <sup>۳۵۴</sup> <sup>۳۵۵</sup> <sup>۳۵۶</sup> <sup>۳۵۷</sup> <sup>۳۵۸</sup> <sup>۳۵۹</sup> <sup>۳۶۰</sup> <sup>۳۶۱</sup> <sup>۳۶۲</sup> <sup>۳۶۳</sup> <sup>۳۶۴</sup> <sup>۳۶۵</sup> <sup>۳۶۶</sup> <sup>۳۶۷</sup> <sup>۳۶۸</sup> <sup>۳۶۹</sup> <sup>۳۷۰</sup> <sup>۳۷۱</sup> <sup>۳۷۲</sup> <sup>۳۷۳</sup> <sup>۳۷۴</sup> <sup>۳۷۵</sup> <sup>۳۷۶</sup> <sup>۳۷۷</sup> <sup>۳۷۸</sup> <sup>۳۷۹</sup> <sup>۳۸۰</sup> <sup>۳۸۱</sup> <sup>۳۸۲</sup> <sup>۳۸۳</sup> <sup>۳۸۴</sup> <sup>۳۸۵</sup> <sup>۳۸۶</sup> <sup>۳۸۷</sup> <sup>۳۸۸</sup> <sup>۳۸۹</sup> <sup>۳۹۰</sup> <sup>۳۹۱</sup> <sup>۳۹۲</sup> <sup>۳۹۳</sup> <sup>۳۹۴</sup> <sup>۳۹۵</sup> <sup>۳۹۶</sup> <sup>۳۹۷</sup> <sup>۳۹۸</sup> <sup>۳۹۹</sup> <sup>۴۰۰</sup> <sup>۴۰۱</sup> <sup>۴۰۲</sup> <sup>۴۰۳</sup> <sup>۴۰۴</sup> <sup>۴۰۵</sup> <sup>۴۰۶</sup> <sup>۴۰۷</sup> <sup>۴۰۸</sup> <sup>۴۰۹</sup> <sup>۴۱۰</sup> <sup>۴۱۱</sup> <sup>۴۱۲</sup> <sup>۴۱۳</sup> <sup>۴۱۴</sup> <sup>۴۱۵</sup> <sup>۴۱۶</sup> <sup>۴۱۷</sup> <sup>۴۱۸</sup> <sup>۴۱۹</sup> <sup>۴۲۰</sup> <sup>۴۲۱</sup> <sup>۴۲۲</sup> <sup>۴۲۳</sup> <sup>۴۲۴</sup> <sup>۴۲۵</sup> <sup>۴۲۶</sup> <sup>۴۲۷</sup> <sup>۴۲۸</sup> <sup>۴۲۹</sup> <sup>۴۳۰</sup> <sup>۴۳۱</sup> <sup>۴۳۲</sup> <sup>۴۳۳</sup> <sup>۴۳۴</sup> <sup>۴۳۵</sup> <sup>۴۳۶</sup> <sup>۴۳۷</sup> <sup>۴۳۸</sup> <sup>۴۳۹</sup> <sup>۴۴۰</sup> <sup>۴۴۱</sup> <sup>۴۴۲</sup> <sup>۴۴۳</sup> <sup>۴۴۴</sup> <sup>۴۴۵</sup> <sup>۴۴۶</sup> <sup>۴۴۷</sup> <sup>۴۴۸</sup> <sup>۴۴۹</sup> <sup>۴۵۰</sup> <sup>۴۵۱</sup> <sup>۴۵۲</sup> <sup>۴۵۳</sup> <sup>۴۵۴</sup> <sup>۴۵۵</sup> <sup>۴۵۶</sup> <sup>۴۵۷</sup> <sup>۴۵۸</sup> <sup>۴۵۹</sup> <sup>۴۶۰</sup> <sup>۴۶۱</sup> <sup>۴۶۲</sup> <sup>۴۶۳</sup> <sup>۴۶۴</sup> <sup>۴۶۵</sup> <sup>۴۶۶</sup> <sup>۴۶۷</sup> <sup>۴۶۸</sup> <sup>۴۶۹</sup> <sup>۴۷۰</sup> <sup>۴۷۱</sup> <sup>۴۷۲</sup> <sup>۴۷۳</sup> <sup>۴۷۴</sup> <sup>۴۷۵</sup> <sup>۴۷۶</sup> <sup>۴۷۷</sup> <sup>۴۷۸</sup> <sup>۴۷۹</sup> <sup>۴۸۰</sup> <sup>۴۸۱</sup> <sup>۴۸۲</sup> <sup>۴۸۳</sup> <sup>۴۸۴</sup> <sup>۴۸۵</sup> <sup>۴۸۶</sup> <sup>۴۸۷</sup> <sup>۴۸۸</sup> <sup>۴۸۹</sup> <sup>۴۹۰</sup> <sup>۴۹۱</sup> <sup>۴۹۲</sup> <sup>۴۹۳</sup> <sup>۴۹۴</sup> <sup>۴۹۵</sup> <sup>۴۹۶</sup> <sup>۴۹۷</sup> <sup>۴۹۸</sup> <sup>۴۹۹</sup> <sup>۵۰۰</sup> <sup>۵۰۱</sup> <sup>۵۰۲</sup> <sup>۵۰۳</sup> <sup>۵۰۴</sup> <sup>۵۰۵</sup> <sup>۵۰۶</sup> <sup>۵۰۷</sup> <sup>۵۰۸</sup> <sup>۵۰۹</sup> <sup>۵۱۰</sup> <sup>۵۱۱</sup> <sup>۵۱۲</sup> <sup>۵۱۳</sup> <sup>۵۱۴</sup> <sup>۵۱۵</sup> <sup>۵۱۶</sup> <sup>۵۱۷</sup> <sup>۵۱۸</sup> <sup>۵۱۹</sup> <sup>۵۲۰</sup> <sup>۵۲۱</sup> <sup>۵۲۲</sup> <sup>۵۲۳</sup> <sup>۵۲۴</sup> <sup>۵۲۵</sup> <sup>۵۲۶</sup> <sup>۵۲۷</sup> <sup>۵۲۸</sup> <sup>۵۲۹</sup> <sup>۵۳۰</sup> <sup>۵۳۱</sup> <sup>۵۳۲</sup> <sup>۵۳۳</sup> <sup>۵۳۴</sup> <sup>۵۳۵</sup> <sup>۵۳۶</sup> <sup>۵۳۷</sup> <sup>۵۳۸</sup> <sup>۵۳۹</sup> <sup>۵۴۰</sup> <sup>۵۴۱</sup> <sup>۵۴۲</sup> <sup>۵۴۳</sup> <sup>۵۴۴</sup> <sup>۵۴۵</sup> <sup>۵۴۶</sup> <sup>۵۴۷</sup> <sup>۵۴۸</sup> <sup>۵۴۹</sup> <sup>۵۵۰</sup> <sup>۵۵۱</sup> <sup>۵۵۲</sup> <sup>۵۵۳</sup> <sup>۵۵۴</sup> <sup>۵۵۵</sup> <sup>۵۵۶</sup> <sup>۵۵۷</sup> <sup>۵۵۸</sup> <sup>۵۵۹</sup> <sup>۵۶۰</sup> <sup>۵۶۱</sup> <sup>۵۶۲</sup> <sup>۵۶۳</sup> <sup>۵۶۴</sup> <sup>۵۶۵</sup> <sup>۵۶۶</sup> <sup>۵۶۷</sup> <sup>۵۶۸</sup> <sup>۵۶۹</sup> <sup>۵۷۰</sup> <sup>۵۷۱</sup> <sup>۵۷۲</sup> <sup>۵۷۳</sup> <sup>۵۷۴</sup> <sup>۵۷۵</sup> <sup>۵۷۶</sup> <sup>۵۷۷</sup> <sup>۵۷۸</sup> <sup>۵۷۹</sup> <sup>۵۸۰</sup> <sup>۵۸۱</sup> <sup>۵۸۲</sup> <sup>۵۸۳</sup> <sup>۵۸۴</sup> <sup>۵۸۵</sup> <sup>۵۸۶</sup> <sup>۵۸۷</sup> <sup>۵۸۸</sup> <sup>۵۸۹</sup> <sup>۵۹۰</sup> <sup>۵۹۱</sup> <sup>۵۹۲</sup> <sup>۵۹۳</sup> <sup>۵۹۴</sup> <sup>۵۹۵</sup> <sup>۵۹۶</sup> <sup>۵۹۷</sup> <sup>۵۹۸</sup> <sup>۵۹۹</sup> <sup>۶۰۰</sup> <sup>۶۰۱</sup> <sup>۶۰۲</sup> <sup>۶۰۳</sup> <sup>۶۰۴</sup> <sup>۶۰۵</sup> <sup>۶۰۶</sup> <sup>۶۰۷</sup> <sup>۶۰۸</sup> <sup>۶۰۹</sup> <sup>۶۱۰</sup> <sup>۶۱۱</sup> <sup>۶۱۲</sup> <sup>۶۱۳</sup> <sup>۶۱۴</sup> <sup>۶۱۵</sup> <sup>۶۱۶</sup> <sup>۶۱۷</sup> <sup>۶۱۸</sup> <sup>۶۱۹</sup> <sup>۶۲۰</sup> <sup>۶۲۱</sup> <sup>۶۲۲</sup> <sup>۶۲۳</sup> <sup>۶۲۴</sup> <sup>۶۲۵</sup> <sup>۶۲۶</sup> <sup>۶۲۷</sup> <sup>۶۲۸</sup> <sup>۶۲۹</sup> <sup>۶۳۰</sup> <sup>۶۳۱</sup> <sup>۶۳۲</sup> <sup>۶۳۳</sup> <sup>۶۳۴</sup> <sup>۶۳۵</sup> <sup>۶۳۶</sup> <sup>۶۳۷</sup> <sup>۶۳۸</sup> <sup>۶۳۹</sup> <sup>۶۴۰</sup> <sup>۶۴۱</sup> <sup>۶۴۲</sup> <sup>۶۴۳</sup> <sup>۶۴۴</sup> <sup>۶۴۵</sup> <sup>۶۴۶</sup> <sup>۶۴۷</sup> <sup>۶۴۸</sup> <sup>۶۴۹</sup> <sup>۶۵۰</sup> <sup>۶۵۱</sup> <sup>۶۵۲</sup> <sup>۶۵۳</sup> <sup>۶۵۴</sup> <sup>۶۵۵</sup> <sup>۶۵۶</sup> <sup>۶۵۷</sup> <sup>۶۵۸</sup> <sup>۶۵۹</sup> <sup>۶۶۰</sup> <sup>۶۶۱</sup> <sup>۶۶۲</sup> <sup>۶۶۳</sup> <sup>۶۶۴</sup> <sup>۶۶۵</sup> <sup>۶۶۶</sup> <sup>۶۶۷</sup> <sup>۶۶۸</sup> <sup>۶۶۹</sup> <sup>۶۷۰</sup> <sup>۶۷۱</sup> <sup>۶۷۲</sup> <sup>۶۷۳</sup> <sup>۶۷۴</sup> <sup>۶۷۵</sup> <sup>۶۷۶</sup> <sup>۶۷۷</sup> <sup>۶۷۸</sup> <sup>۶۷۹</sup> <sup>۶۸۰</sup> <sup>۶۸۱</sup> <sup>۶۸۲</sup> <sup>۶۸۳</sup> <sup>۶۸۴</sup> <sup>۶۸۵</sup> <sup>۶۸۶</sup> <sup>۶۸۷</sup> <sup>۶۸۸</sup> <sup>۶۸۹</sup> <sup>۶۹۰</sup> <sup>۶۹۱</sup> <sup>۶۹۲</sup> <sup>۶۹۳</sup> <sup>۶۹۴</sup> <sup>۶۹۵</sup> <sup>۶۹۶</sup> <sup>۶۹۷</sup> <sup>۶۹۸</sup> <sup>۶۹۹</sup> <sup>۷۰۰</sup> <sup>۷۰۱</sup> <sup>۷۰۲</sup> <sup>۷۰۳</sup> <sup>۷۰۴</sup> <sup>۷۰۵</sup> <sup>۷۰۶</sup> <sup>۷۰۷</sup> <sup>۷۰۸</sup> <sup>۷۰۹</sup> <sup>۷۱۰</sup> <sup>۷۱۱</sup> <sup>۷۱۲</sup> <sup>۷۱۳</sup> <sup>۷۱۴</sup> <sup>۷۱۵</sup> <sup>۷۱۶</sup> <sup>۷۱۷</sup> <sup>۷۱۸</sup> <sup>۷۱۹</sup> <sup>۷۲۰</sup> <sup>۷۲۱</sup> <sup>۷۲۲</sup> <sup>۷۲۳</sup> <sup>۷۲۴</sup> <sup>۷۲۵</sup> <sup>۷۲۶</sup> <sup>۷۲۷</sup> <sup>۷۲۸</sup> <sup>۷۲۹</sup> <sup>۷۳۰</sup> <sup>۷۳۱</sup> <sup>۷۳۲</sup> <sup>۷۳۳</sup> <sup>۷۳۴</sup> <sup>۷۳۵</sup> <sup>۷۳۶</sup> <sup>۷۳۷</sup> <sup>۷۳۸</sup> <sup>۷۳۹</sup> <sup>۷۴۰</sup> <sup>۷۴۱</sup> <sup>۷۴۲</sup> <sup>۷۴۳</sup> <sup>۷۴۴</sup> <sup>۷۴۵</sup> <sup>۷۴۶</sup> <sup>۷۴۷</sup> <sup>۷۴۸</sup> <sup>۷۴۹</sup> <sup>۷۵۰</sup> <sup>۷۵۱</sup> <sup>۷۵۲</sup> <sup>۷۵۳</sup> <sup>۷۵۴</sup> <sup>۷۵۵</sup> <sup>۷۵۶</sup> <sup>۷۵۷</sup> <sup>۷۵۸</sup> <sup>۷۵۹</sup> <sup>۷۶۰</sup> <sup>۷۶۱</sup> <sup>۷۶۲</sup> <sup>۷۶۳</sup> <sup>۷۶۴</sup> <sup>۷۶۵</sup> <sup>۷۶۶</sup> <sup>۷۶۷</sup> <sup>۷۶۸</sup> <sup>۷۶۹</sup> <sup>۷۷۰</sup> <sup>۷۷۱</sup> <sup>۷۷۲</sup> <sup>۷۷۳</sup> <sup>۷۷۴</sup> <sup>۷۷۵</sup> <sup>۷۷۶</sup> <sup>۷۷۷</sup> <sup>۷۷۸</sup> <sup>۷۷۹</sup> <sup>۷۸۰</sup> <sup>۷۸۱</sup> <sup>۷۸۲</sup> <sup>۷۸۳</sup> <sup>۷۸۴</sup> <sup>۷۸۵</sup> <sup>۷۸۶</sup> <sup>۷۸۷</sup> <sup>۷۸۸</sup> <sup>۷۸۹</sup> <sup>۷۹۰</sup> <sup>۷۹۱</sup> <sup>۷۹۲</sup> <sup>۷۹۳</sup> <sup>۷۹۴</sup> <sup>۷۹۵</sup> <sup>۷۹۶</sup> <sup>۷۹۷</sup> <sup>۷۹۸</sup> <sup>۷۹۹</sup> <sup>۸۰۰</sup> <sup>۸۰۱</sup> <sup>۸۰۲</sup> <sup>۸۰۳</sup> <sup>۸۰۴</sup> <sup>۸۰۵</sup> <sup>۸۰۶</sup> <sup>۸۰۷</sup> <sup>۸۰۸</sup> <sup>۸۰۹</sup> <sup>۸۱۰</sup> <sup>۸۱۱</sup> <sup>۸۱۲</sup> <sup>۸۱۳</sup> <sup>۸۱۴</sup> <sup>۸۱۵</sup> <sup>۸۱۶</sup> <sup>۸۱۷</sup> <sup>۸۱۸</sup> <sup>۸۱۹</sup> <sup>۸۲۰</sup> <sup>۸۲۱</sup> <sup>۸۲۲</sup> <sup>۸۲۳</sup> <sup>۸۲۴</sup> <sup>۸۲۵</sup> <sup>۸۲۶</sup> <sup>۸۲۷</sup> <sup>۸۲۸</sup> <sup>۸۲۹</sup> <sup>۸۳۰</sup> <sup>۸۳۱</sup> <sup>۸۳۲</sup> <sup>۸۳۳</sup> <sup>۸۳۴</sup> <sup>۸۳۵</sup> <sup>۸۳۶</sup> <sup>۸۳۷</sup> <sup>۸۳۸</sup> <sup>۸۳۹</sup> <sup>۸۴۰</sup> <sup>۸۴۱</sup> <sup>۸۴۲</sup> <sup>۸۴۳</sup> <sup>۸۴۴</sup> <sup>۸۴۵</sup> <sup>۸۴۶</sup> <sup>۸۴۷</sup> <sup>۸۴۸</sup> <sup>۸۴۹</sup> <sup>۸۵۰</sup> <sup>۸۵۱</sup> <sup>۸۵۲</sup> <sup>۸۵۳</sup> <sup>۸۵۴</sup> <sup>۸۵۵</sup> <sup>۸۵۶</sup> <sup>۸۵۷</sup> <sup>۸۵۸</sup> <sup>۸۵۹</sup> <sup>۸۶۰</sup> <sup>۸۶۱</sup> <sup>۸۶۲</sup> <sup>۸۶۳</sup> <sup>۸۶۴</sup> <sup>۸۶۵</sup> <sup>۸۶۶</sup> <sup>۸۶۷</sup> <sup>۸۶۸</sup> <sup>۸۶۹</sup> <sup>۸۷۰</sup> <sup>۸۷۱</sup> <sup>۸۷۲</sup> <sup>۸۷۳</sup> <sup>۸۷۴</sup> <sup>۸۷۵</sup> <sup>۸۷۶</sup> <sup>۸۷۷</sup> <sup>۸۷۸</sup> <sup>۸۷۹</sup> <sup>۸۸۰</sup> <sup>۸۸۱</sup> <sup>۸۸۲</sup> <sup>۸۸۳</sup> <sup>۸۸۴</sup> <sup>۸۸۵</sup> <sup>۸۸۶</sup> <sup>۸۸۷</sup> <sup>۸۸۸</sup> <sup>۸۸۹</sup> <sup>۸۹۰</sup> <sup>۸۹۱</sup> <sup>۸۹۲</sup> <sup>۸۹۳</sup> <sup>۸۹۴</sup> <sup>۸۹۵</sup> <sup>۸۹۶</sup> <sup>۸۹۷</sup> <sup>۸۹۸</sup> <sup>۸۹۹</sup> <sup>۹۰۰</sup> <sup>۹۰۱</sup> <sup>۹۰۲</sup> <sup>۹۰۳</sup> <sup>۹۰۴</sup> <sup>۹۰۵</sup> <sup>۹۰۶</sup> <sup>۹۰۷</sup> <sup>۹۰۸</sup> <sup>۹۰۹</sup> <sup>۹۱۰</sup> <sup>۹۱۱</sup> <sup>۹۱۲</sup> <sup>۹۱۳</sup> <sup>۹۱۴</sup> <sup>۹۱۵</sup> <sup>۹۱۶</sup> <sup>۹۱۷</sup> <sup>۹۱۸</sup> <sup>۹۱۹</sup> <sup>۹۲۰</sup> <sup>۹۲۱</sup> <sup>۹۲۲</sup> <sup>۹۲۳</sup> <sup>۹۲۴</sup> <sup>۹۲۵</sup> <sup>۹۲۶</sup> <sup>۹۲۷</sup> <sup>۹۲۸</sup> <sup>۹۲۹</sup> <sup>۹۳۰</sup> <sup>۹۳۱</sup> <sup>۹۳۲</sup> <sup>۹۳۳</sup> <sup>۹۳۴</sup> <sup>۹۳۵</sup> <sup>۹۳۶</sup> <sup>۹۳۷</sup> <sup>۹۳۸</sup> <sup>۹۳۹</sup> <sup>۹۴۰</sup> <sup>۹۴۱</sup> <sup>۹۴۲</sup> <sup>۹۴۳</sup> <sup>۹۴۴</sup> <sup>۹۴۵</sup> <sup>۹۴۶</sup> <sup>۹۴۷</sup> <sup>۹۴۸</sup> <sup>۹۴۹</sup> <sup>۹۵۰</sup> <sup>۹۵۱</sup> <sup>۹۵۲</sup> <sup>۹۵۳</sup> <sup>۹۵۴</sup> <sup>۹۵۵</sup> <sup>۹۵۶</sup> <sup>۹۵۷</sup> <sup>۹۵۸</sup> <sup>۹۵۹</sup> <sup>۹۶۰</sup> <sup>۹۶۱</sup> <sup>۹۶۲</sup> <sup>۹۶۳</sup> <sup>۹۶۴</sup> <sup>۹۶۵</sup> <sup>۹۶۶</sup> <sup>۹۶۷</sup> <sup>۹۶۸</sup> <sup>۹۶۹</sup> <sup>۹۷۰</sup> <sup>۹۷۱</sup> <sup>۹۷۲</sup> <sup>۹۷۳</sup> <sup>۹۷۴</sup> <sup>۹۷۵</sup> <sup>۹۷۶</sup> <sup>۹۷۷</sup> <sup>۹۷۸</sup> <sup>۹۷۹</sup> <sup>۹۸۰</sup> <sup>۹۸۱</sup> <sup>۹۸۲</sup> <sup>۹۸۳</sup> <sup>۹۸۴</sup> <sup>۹۸۵</sup> <sup>۹۸۶</sup> <sup>۹۸۷</sup> <sup>۹۸۸</sup> <sup>۹۸۹</sup> <sup>۹۹۰</sup> <sup>۹۹۱</sup> <sup>۹۹۲</sup> <sup>۹۹۳</sup> <sup>۹۹۴</sup> <sup>۹۹۵</sup> <sup>۹۹۶</sup> <sup>۹۹۷</sup> <sup>۹۹۸</sup> <sup>۹۹۹</sup> <sup>۱۰۰۰</sup>



## حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں

کہ

۱۔ آپ صحابی ہیں، حضرت ابو موسیٰ اشعری کے چچا ہیں، عہد فاروقی میں وفات

پائی۔

۲۔ ظاہر یہ ہے کہ طہور سے ظاہری پاکی اور ایمان سے عرفی ایمان مراد ہے۔ چونکہ ایمان بھی گناہوں کو مٹاتا ہے اور وضوء بھی، لیکن ایمان چھوٹے بڑے سارے گناہ مٹا دیتا ہے اور وضوء صرف چھوٹے، اس لیے اسے آدھا ایمان فرمایا۔ ایمان باطن کو عیبوں سے پاک فرماتا ہے اور وضوء ظاہر کو گندگیوں سے، اور ظاہر باطن کا گویا نصف ہے یا ایمان دل کو برائیوں سے پاک اور خوبیوں سے آراستہ کرتا ہے اور طہارت جسم کو فقط گندگیوں سے پاک کرتی ہے، لہذا یہ نصف ہے اور ممکن ہے کہ ایمان سے مراد نماز ہو، رب فرماتا ہے: ”لِيُضَيِّعَ اٰمَنَاتِكُمْ“۔ مطلب یہ ہے کہ نماز کی ساری شرطیں شرط طہارت کے برابر ہیں۔ غرض کہ حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ ایمان بسیط چیز ہے پھر اس کا آدھا اور تہائی کیسا؟

۳۔ یعنی جو شخص ہر حال میں الحمد للہ کہا کرے تو قیامت میں میزانِ عمل کے نیکی کا پلہ اس سے بھر جائے گا اور ایک حمد تمام گناہوں پر بھاری ہوگی۔ کیونکہ یہ ہیں ہمارے کام اور وہ ہے رب کا نام۔

۴۔ یعنی ان دو کلموں کا ثواب اگر دنیا میں پھیلا یا جائے تو اتنا ہے کہ اس سے سارا جہان بھر جائے یا مطلب یہ ہے کہ سبحان اللہ میں اللہ کی بے عیبی کا اقرار ہے اور الحمد للہ میں اسی کے تمام کمالات کا اظہار۔ اور یہ دو چیزیں وہ ہیں جن کے دلائل سے دنیا بھری ہوئی ہے کہ ہر ذرہ اور ہر قطرہ رب کی تسبیح و حمد کر رہا ہے۔

۵ یعنی نماز مسلمان کے دل کی، چہرے کی، قبر کی، قیامت کی روشنی ہے۔ یہ صراط پر سجدہ کا نشان بیٹری کا کام دے گا، رب فرماتا ہے: "تَوَزُّهُمۡ یَسْغٰی تِلْکَ اَیْدِیْہُمْ" اور ممکن ہے کہ صلوٰۃ سے مراد درود شریف ہو کہ یہ بھی ہر طرح نور ہے۔

۶ مؤمن کے ایمان کی، کہ منافق اور کافر کو صحیح خیرات کی توفیق نہیں ملتی، یا اکل قیامت میں صدقہ محبت پروردگار کی دلیل اور بخشش کا کفیل بنے گا، کیونکہ اسے رب نے قرض فرمایا ہے: "مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ"۔ خیال رہے کہ اس صدقہ میں زکوٰۃ، فطرہ وغیرہ تمام فرضی و نفلی خیراتیں داخل ہیں۔

۷ صبر کے لغوی معنی ہیں روکنا، یعنی نفس کو گناہوں سے روکنا، یا عبادت پر قائم رکھنا، یا مصیبتوں پر گھبراہٹ سے روکنا دل کا یا چہرے کا نور ہے۔ خیال رہے کہ نور ہر روشنی کو کہا جاسکتا ہے بلکہ ہو یا تیز، مگر ضیاء صرف تیز روشنی کو کہتے ہیں۔ رب فرماتا ہے: "جَعَلَ الشَّمْسُ ضِیَآءً وَ الْقَمَرَ نُورًا" چونکہ صبر ہر عبادت میں ضروری ہے اس لیے نماز کو نور اور اسے ضیاء فرمایا گیا۔ ہو سکتا ہے کہ صبر سے مراد روزہ ہو، چونکہ روزہ صرف اللہ کا ہے اسی لئے ضیاء یعنی جگمگاہٹ فرمایا گیا۔

۸ کہ اگر تم نے اس پر عمل کیا تو قیامت میں یہ تیرا گواہ اور تیرے ایمان کی دلیل ہوگا اور اگر اس کے خلاف عامل رہا تو تیرے خلاف گواہ۔

۹ یعنی روزانہ صبح کے وقت ہر شخص اپنی زندگی کی دکان کھولتا ہے، سانسیں صرف کر کے اعمال کماتا ہے، اگر اچھے اعمال میں سانسیں گزریں تو سودا نفع کا رہا، نفس جہنم سے بچ گیا۔ اور اگر برے کام کیے تو سودا گھائے کا رہا، نفس کو ہلاک کر دیا۔ نفس سے مراد ذات دل اور سانسیں سب کچھ ہو سکتے ہیں۔ سبحان اللہ! اس فصیح الفصحیٰ عرب کے قربان جاؤں کیسے جامع کلمات ارشاد فرمائے۔ خیال رہے کہ ہم جیسے گنہگاروں کی دکان زندگی صبح کھل کر سوتے وقت بند ہو جاتی ہے، بعض وہ خوش نصیب بھی ہیں جن کی

دکان کبھی بند ہی نہیں ہوتی، اور ان کا بازار کبھی سوتا ہی نہیں ہوتا، سوتے میں بھی دکانداری کرتے ہیں، کیونکہ ان کا دل جاگتا ہے بلکہ بعد اوقات بھی ان کے میلے جڑے ہوئے ہیں۔

ملہ یعنی یہ زیادتی ان میں سے کسی کتاب میں نہ ملی تو مصانح میں بھی نہ ہونی چاہیے تھی، کیونکہ فصل اول میں صحیحین کی روایات آتی ہیں۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۱ ص ۲۷۰)

### امام غزالی کے مدنی پھول

حضرت سیدنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی کی اسی مشہور زمانہ تصنیف لباب الاحیاء میں فرماتے ہیں:

#### طہارت کے اسرار

نبی مکرم، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے:

#### الطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ

ترجمہ: طہارت نصف ایمان ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب فضل الوضوء، الحدیث ۵۳۴، ص ۷۱۸)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان نظافت نشان ہے: بُئِيَ الدِّينُ عَلَى النَّظَافَةِ ترجمہ: دین کی بنیاد طہارت پر ہے۔ (الجرواحین لابن حاتم محمد بن حبان البستی، باب النون، الرقم ۱۱۹، نعیم بن

سورع، ج ۲، ص ۴۰۱، روایت بالسنن)

اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مِفْتَاحُ الطُّهُورِ الطُّهُورُ۔

ترجمہ: نماز کی کنجی طہارت ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب فرض الوضوء، الحدیث 61، ص 122)

اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا فرمان عالیشان ہے:

فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا ۖ

ترجمہ کنز الایمان: اس میں وہ لوگ ہیں کہ خوب ستھرا ہونا چاہتے ہیں۔

(پ 11، التوبہ: 108)

طہارت کے چار مراتب ہیں:

(۱) اپنے ظاہر کو احداث (یعنی ناپاکیوں اور نجاستوں) سے پاک کرنا۔

(۲) اعضاء کو جرائم اور گناہ سے پاک کرنا۔

(۳) اپنے دل کو برے اخلاق سے پاک کرنا۔ (۴) اپنے باطن کو اللہ عَزَّ وَجَلَّ

کے غیر سے پاک رکھنا یہ انبیاء کرام علیہم السلام اور صدیقین کی طہارت ہے۔

ہر مرتبہ میں طہارت اس عمل کا نصف ہے جس میں وہ پائی جاتی ہے اور ہر مرتبہ میں تخلیہ (یعنی خالی کرنا) اور تحلیہ (یعنی مزین کرنا) بھی پایا جاتا ہے تخلیہ عمل کا نصف ہے کیونکہ اجر کا ملنا اسی پر موقوف ہے اسی کی طرف اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا یہ فرمان بھی اشارہ فرما رہا ہے۔ ارشاد فرمایا:

قُلِ اللّٰهُ ۖ ثُمَّ ذَرْهُمْ

ترجمہ کنز الایمان: اللہ کہو، پھر انہیں چھوڑ دو۔ (پ 7، الانعام: 91)

پس اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا فرمان ”قُلِ اللّٰهُ“ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے ذکر سے دل کو مزین کرنا ہے جبکہ (ثُمَّ ذَرْهُمْ) سے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے سوا ہر چیز سے دل کو خالی کرنا ہے اور اسی طرح دل کو برے اخلاق سے پاک کر کے اسے اچھے اخلاق سے مزین کرنا ضروری ہے اور اعضاء کے لئے بھی ضروری ہے کہ انہیں گناہوں سے خالی اور اطاعت

سے مزین کیا جائے۔

ان مراتب میں سے ہر ایک مرتبہ اپنے بعد والے مرتبہ میں داخل ہونے کے لئے شرط ہے اس لئے سب سے پہلے ظاہر کو، پھر اعضاء کو، اس کے بعد دل کو اور پھر باطن کو پاک کیا جائے اور یہ گمان نہ کیا جائے کہ طہارت سے مراد صرف ظاہری طور پر پاک ہونا ہی ہے کیونکہ اس سے مقصود فوت ہو جائے گا اور یہ بھی گمان نہ کیا جائے کہ یہ مراتب صرف خواہش کرنے سے آرزو کرنے اور آسانی سے حاصل ہو جائیں گے بے شک اگر تو ساری زندگی بھی اس کے حصول میں کمر بستہ رہے تو صرف بعض مقاصد میں ہی کامیابی پائے گا۔ (باب الاحیاء ۴-۳۸)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی بہار شریعت میں فرماتے ہیں:

نماز کے لیے طہارت ایسی ضروری چیز ہے کہ بے اس کے نماز ہوتی ہی نہیں بلکہ جان بوجھ کر بے طہارت نماز ادا کرنے کو علما کفر لکھتے ہیں اور کیوں نہ ہو کہ اس بے وضو یا بے غسل نماز پڑھنے والے نے عبادت کی بے ادبی اور توہین کی۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی طہارت

(1)۔ اس حدیث کو امام احمد نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا: ”ایک روز نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صبح کی نماز میں سورہ روم پڑھتے تھے اور متشابہ لگا۔ بعد نماز ارشاد فرمایا کیا حال ہے ان لوگوں کا جو ہمارے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور اچھی طرح طہارت نہیں کرتے انھیں کی وجہ سے امام کو قراءت میں شبہ پڑتا ہے۔“

(2) اس حدیث کو نسائی نے شیب بن ابی روح سے، انہوں نے ایک صحابی سے روایت کیا۔ جب بغیر کامل طہارت نماز پڑھنے کا یہ وبال ہے تو بے طہارت نماز پڑھنے کی محسوس کیوں ہو چھٹا۔ ایک حدیث میں فرمایا: ”طہارت نصف ایمان۔“

(3) اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔  
طہارت کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) صغریٰ

(۲) کبریٰ

طہارت صغریٰ وضو ہے اور کبریٰ غسل۔ جن چیزوں سے صرف وضو لازم ہوتا ہے ان کو حدث اصغر کہتے ہیں اور جن سے غسل فرض ہو ان کو حدث اکبر۔ ان سب کا اور ان کے معاملات کا تفصیلاً ذکر کیا جائے گا۔ (بہار شریعت حصہ دوم)





## الحديث الرابع والعشرون

### شان ربوبيت

عَنْ أَبِي ذَرٍّ الْغِفَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا يَرْوِيهِ عَنْ رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنَّهُ قَالَ: يَا عِبَادِي إِلَى حَرِّمَتِ الظُّلْمِ عَلَى نَفْسِي وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوا. يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ ظَالِمٌ لِمَنْ إِلَّا مَنْ هَدَيْتُهُ فَاسْتَهْدُونِي أَهْدِكُمْ. يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ جَائِعٌ إِلَّا مَنْ أَطْعَمْتُهُ فَاسْتَطْعِمُونِي أَطْعِمْكُمْ. يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ عَارٍ إِلَّا مَنْ كَسَوْتُهُ فَاسْتَكَسُونِي أَكْسِكُمْ. يَا عِبَادِي إِنَّكُمْ تُخْطِئُونَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَأَنَا أَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا فَاسْتَغْفِرُونِي أَغْفِرْ لَكُمْ. يَا عِبَادِي إِنَّكُمْ لَنْ تَبْلُغُوا صِرَافِي فَتَضَرُّوْنِي وَلَنْ تَبْلُغُوا نَفْعِي فَتَنْفَعُونِي يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجَنَّتْكُمْ كَانُوا عَلَى اتَّقَى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ مَا رَادَ ذَلِكَ فِي مُلْكِي شَيْئًا. يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجَنَّتْكُمْ كَانُوا عَلَى أَتَجَرَّ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِنْ مُلْكِي شَيْئًا. يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجَنَّتْكُمْ قَامُوا فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ فَسَأَلُونِي فَأَعْطَيْتُ كُلَّ وَاحِدٍ مَسْأَلَتَهُ مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِنْ عِنْدِي إِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْمِغِيطُ إِذَا أُدْخِلَ الْبَحْرُ. يَا عِبَادِي إِنَّمَا هِيَ أَعْمَالُكُمْ أَحْصِيهَا لَكُمْ ثُمَّ أَوْفِيكُمْ بِهَا مَا فَرَّقَ وَجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمَدِ اللَّهُ

وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذَلِكَ فَلَا يَلُومَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ - رَوَاهُ مُسْلِمٌ -

(”صحیح مسلم“، کتاب البر والصلة والآداب، باب تحریم الظلم، ر: 2577، ص 1393)

روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 ان روایتوں میں جو حضور اپنے رب تبارک و تعالیٰ سے روایت فرماتے ہیں کہ  
 رب نے فرمایا اے میرے بندوں میں نے ظلم کو اپنے نفس پر حرام فرمایا ہے <sup>۱</sup>  
 اور تمہارے آپس میں بھی ظلم کو حرام فرمادیا <sup>۲</sup> لہذا ظلم نہ کرو اے میرے بندو تم  
 سب گمراہ ہو بجز اس کے جسے میں ہدایت دے دوں لہذا مجھ سے ہدایت مانگو  
 ہدایت دوں گا <sup>۳</sup> اے میرے بندو تم سب بھوکے ہو بجز اس کے جسے میں روزی  
 دوں لہذا مجھ سے کھانا مانگو تمہیں دوں گا اے میرے بندو تم سب ننگے ہو بجز اس  
 کے جسے میں پستانوں لہذا مجھ سے لباس مانگو میں دوں گا <sup>۴</sup> اے میرے بندو تم  
 دن رات کے خطا کار ہو اور میں سارے گناہ بخشا رہتا ہوں مجھ سے مغفرت مانگو  
 میں تمہیں بخش دوں گا <sup>۵</sup> اے میرے بندو تم میرے نقصان کو نہیں پہنچ سکتے کہ  
 مجھے نقصان پہنچا دو اور نہ میرے نفع تک تمہاری رسائی ہے کہ مجھے نفع دو <sup>۶</sup> اے  
 میرے بندو اگر تمہارے اگلے پچھلے انسان و جن اپنے کسی بڑے پر بیزار کے  
 دل پر متفق ہو جائیں <sup>۷</sup> کہ تو تمہارا یہ متفقہ فتویٰ میرے ملک میں کچھ بڑھائے گا  
 نہیں <sup>۸</sup> اے میرے بندو اگر تمہارے اگلے پچھلے انسان و جن اپنے میں سے کسی  
 بڑے بدکار کے دل پر متفق ہو جائیں تو تمہاری یہ متفقہ بدکاری میرے ملک میں  
 کچھ کمی نہ کر دے گی <sup>۹</sup> اے میرے بندو اگر تمہارے اگلے پچھلے انسان و جن  
 ایک میدان میں کھڑے ہو کر مجھ سے بھیک مانگیں پھر میں ہر انسان کا سوال پورا  
 کروں تو یہ میرے خزانوں کے مقابلہ ایسا حقیر ہوگا جیسے سوئی کی ٹری جب وہ  
 دریا میں ڈبوئی جائے <sup>۱۰</sup> اے میرے بندو میں تمہارے اعمال شمار میں رکھ رہا  
 ہوں پھر ان کا بدلہ تمہیں پورا پورا دوں گا <sup>۱۱</sup> جو نیکی پائے تو وہ اللہ کی حمد کرے اور  
 جو اس کے علاوہ پائے وہ صرف اپنے کو ہی ملامت کرے <sup>۱۲</sup> (مسلم)

## حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں

کہ:

لے یہاں حرمت سے مراد شرعی حرمت نہیں کیونکہ حق تعالیٰ پر نہ کوئی حاکم ہے اور نہ اس پر شرعی احکام جاری ہیں بلکہ اس سے مراد ہے برتر ہونا، منزہ ہونا، پاک ہونا۔ رب تعالیٰ کے لیے کوئی شے ظلم ہو سکتی ہی نہیں کیونکہ ظلم کے معنی ہیں دوسرے کی ملک میں زیادتی کرنا یا کسی چیز کو بے محل استعمال کرنا ان دونوں سے پروردگار پاک ہے کیونکہ ہر چیز اس کی ملک ہے اور جس کے استعمال کے لیے جو جگہ مقرر فرمادے وہی اس کا صحیح مصرف ہے اس کے افعال یا عدل ہیں یا فضل۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ میں ظلم سے منزہ اور پاک ہوں، میرا کوئی کام ظلم نہیں ہو سکتا۔ بعض نے فرمایا کہ یہاں ظلم سے مراد بے قصور کو سزا دینا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

لہذا تم کسی پر جانی مانی یا آبروریزی کا ظلم نہ کرو یہ تمام جرموں سے بڑا جرم ہے کہ یہ حق العباد ہے توبہ سے بھی معاف نہیں ہوتا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری پیدائش تاریکی میں ہوئی پھر ہم پر نور کا چھینٹا دیا گیا اگر ہم کو ہمارے نفسوں پر چھوڑ دیا جائے تو ہم عقیدتنا عملاً بدی ہی کریں گے، اگر وہ اپنا فضل کرے تو ہم تنگی کریں، ہم بھول کا درخت ہیں، ہمارے پاس سواء گناہوں کے کائناتوں کے اور کیا ہے، ہماری صفت ہے ”إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا“ لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ بچہ فطرت یعنی توحید پر پیدا ہوتا ہے کہ وہاں دنیا میں آنے کا ذکر ہے اور یہاں ہماری اصل پیدائش کا خیال رہے کہ حضرات انبیاء و اولیاء بھی رب تعالیٰ ہی کی ہدایت سے ہدایت یافتہ ہیں مگر وہ ہمارے لیے ہدایت کا مرکز ہیں کہ ہم ان سے ہی ہدایت لے سکتے ہیں جیسے سورج کو نور رب تعالیٰ

نے دیا ہے مگر چاند تارے اور زمین اس سے ہی نور لیتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: ”إِنَّكَ لَآتِيهِ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ“۔

یعنی تم روحانی و جسمانی غذاؤں میں میرے محتاج ہو اسی طرح قلب قالب، روح کے لباس میں میرے حاجت مند ہو، غذا کا ہر حیوان حاجت مند ہے اور لباس کا صرف انسان۔ خیال رہے کہ تمام انبیاء اولیاء اور بادشاہ رب تعالیٰ کے حاجت مند ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: ”اللَّهُ الْغَنِيُّ وَ أَنْتُمْ الْفُقَرَاءُ“ مگر اس کے محبوب بندے مخلوق کے حاجت روا ہیں باذن پروردگار، رب تعالیٰ فرماتا ہے: ”أَعْلَمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مَنْ فَضَّلَهُ“۔ بادل بھی رب کا محتاج اور زمین بھی مگر بادل زمین کا محتاج الیہ ہے کہ ہر وقت زمین کو بادل کی ضرورت ہے۔

یہ خطا کے معنی ہیں غلط راستہ پر چلنا بھول کر ہو یا جان بوجھ کر لہذا اس میں خطائیں، بھول چوک، عمدہ گناہ سب داخل ہیں۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ یہاں روئے سخن عام بندوں سے ہے معصومین حضرات جیسے فرشتے، انبیاء اس حکم سے خارج ہیں کہ اگرچہ بعض انبیاء سے خطائیں سرزد ہوئیں مگر عمر بھر میں ایک دن نہ کہ دن رات اور ہر وقت، نیز ان کی وہ خطائیں بھی ان کی شان کے لائق ہیں ہماری عبادتوں سے افضل ہیں، سارے عالم کا ظہور حضرت آدم کی ایک خطا کی برکت سے ہے لہذا اس عصمت انبیاء پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔

۶۔ اس کی شرح اگلے جملے سے ہو رہی ہے کہ تمہاری عبادتوں سے میرا نفع نہیں اور تمہارے گناہوں سے میرا نقصان نہیں بلکہ ان میں نفع نقصان خود تمہارا ہے۔

یعنی دنیا کے کسی بڑے پرہیزگار کو لے لو پھر سوچو کہ اگر تمام جہان کا دل اس پرہیزگار کا سا ہو جائے اور ساری دنیا اس نیک و صالح کی طرح نیکیاں ہمیشہ کیا کرے۔ اس ترجمہ سے یہ جملہ بالکل واضح ہو گیا اس پر کوئی اعتراض نہ رہا۔

۵۔ لہذا کوئی شخص یہ سمجھ کر عبادت نہ کرے کہ میری عبادت سے رب تعالیٰ کے خزانے بڑھ جائیں گے بلکہ اس کا احسان ماننے کہ اس نے اپنے آستانہ پر بلا لیا۔

۹۔ اس کا مطلب بھی وہ ہی ہے جو پہلے جملہ میں عرض کیا گیا کہ دنیا کے بادشاہوں کا رعایا کے بگڑ جانے سے نقصان ہوتا ہے، آمدنی میں کمی ہو جاتی ہے، خزانہ خالی رہ جاتا ہے مگر رب تعالیٰ وہ بے نیاز ہے کہ سازی خلق کی بدکاری سے اس کا کوئی نقصان نہیں۔ خیال رہے کہ یہ مضمون ایسا ہی ہے جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر رب تعالیٰ کے اولاد ہوتی تو پہلے میں ہی اسے پوجتا نہ رب تعالیٰ کے اولاد ممکن ہے نہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسے پوجنا ممکن، ایسے ہی تمام بندوں کا گنہگار ہو جانا غیر ممکن ہے فرشتے، انبیاء معصومین اور اولیاء محفوظین بفضلہ تعالیٰ گناہ کرتے ہی نہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: ”إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ“۔ غرض کہ اس جملے سے عصمت انبیاء کے خلاف دلیل نہیں پکڑی جاسکتی۔

۱۰۔ اس جملے کا یہی ترجمہ درست ہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ میری یہ عطا میرے خزانوں کی سوئی کی تری کی بقدر کم کر دیں گے وہاں کمی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، سورج ہزار ہا سال سے دنیا کو روشنی دے رہا ہے مگر اس کی روشنی میں مطلقاً کمی نہ ہوئی، جب رب تعالیٰ کی تجلیوں کا یہ حال ہے تو اس کے خزانوں کا کیا حال ہوگا اور یہ نسبت بھی فقط سمجھانے کے لیے ہے ورنہ رب تعالیٰ کے خزانے غیر محدود ہیں اور اسکی عطائیں محدود کیونکہ لینے والے محدود اور محدود کی غیر محدود سے نسبت کیسی۔

۱۱۔ اس طرح کہ نیک کار کی جزاء میں کمی نہ کروں گا اور بدکار کی سزا میں زیادتی نہ کروں گا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ نیک کار کو زیادہ نہ دوں اور گنہگار کو معاف نہ کروں۔ یہاں عدل کا ذکر ہے عدل فضل کے خلاف نہیں لہذا حدیث واضح ہے نہ آیات قرآنی کے خلاف ہے اور نہ دیگر احادیث کے مخالف۔

اللہ خلاصہ یہ ہے کہ بندہ نیکیوں کو رب تعالیٰ کی توفیق سے سمجھے اور گناہوں کو اپنی شامت نفس سے جانے بلکہ ہر نقص کو اپنی طرف منسوب کرے اور کمال کو رب تعالیٰ کی طرف، ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا: ”وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ“ بیمار میں ہوتا ہوں شفاء وہ دیتا ہے ورنہ ہر خیر و شر کا خالق و مالک رب تعالیٰ ہی ہے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں ”وَالْقَدَرُ خَيْرٌ وَشَرٌّ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى“۔

(مرآة المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳ ص ۵۵۰)





## الحديث الخامس والعشرون

### نیکوئوں میں سبقت کا جذبہ

عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَيْضًا أَنَّ أَنَسًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ: تَهْبِ أَهْلَ الدُّنْيَا بِالْأَجْرِ، يُصَلُّونَ كَمَا نُصَلِّي، وَيَصُومُونَ كَمَا نَصُومُ، وَيَتَصَدَّقُونَ بِفُضُولِ أَمْوَالِهِمْ، قَالَ: أَوْ لَيْسَ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ مَا تَصَدَّقُونَ؟ إِنَّ بِكُلِّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلِّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلِّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلِّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةٌ، وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْيٌ عَنْ مُنْكَرٍ صَدَقَةٌ، وَفِي بُطْحِ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ. قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ أَحَدُنَا شَهْوَتُهُ وَيَكُونُ لَهُ فِيهَا أَجْرٌ؟ قَالَ: أَرَأَيْتُمْ لَوْ وَضَعَهَا فِي حَرَامٍ أَكَانَ عَلَيْهِ وَزْرٌ؟ فَكَذَلِكَ إِذَا وَضَعَهَا فِي الْحَلَالِ كَانَ لَهُ أَجْرٌ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت سیدنا ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ چند صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مال دار لوگ اجر لے گئے، جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں وہ بھی نماز پڑھتے ہیں اور جس طرح ہم روزے رکھتے ہیں وہ بھی روزے رکھتے ہیں اور وہ اپنے فاضل مال کے ذریعہ صدقہ بھی کرتے ہیں۔“ خاتم المؤمنین، رحمۃ اللہ علیہ، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین، محبوب رب العالمین، جناب صادق دامن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”کیا اللہ عزوجل نے تمہارے لئے کوئی ایسی چیز نہیں بنائی جو تم

صدقہ کر سکو؟“ پھر فرمایا: ”بَشَقَّ سُبْحَانَ اللَّهِ كَبْرًا صدقہ ہے اور اَلْحَمْدُ لِلَّهِ كَبْرًا صدقہ ہے اور اَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ یعنی نیکی کی دعوت دینا صدقہ ہے اور نَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ یعنی برائی سے روکنا صدقہ ہے اور تمہارے لئے تمہاری شرمگاہوں میں صدقہ ہے۔“

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ! کیا ہم میں سے کوئی اپنی شہوت پوری کرے تو کیا اس کے لئے اس میں ثواب ہے؟“ فرمایا ”تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر وہ اپنی شہوت ذریعہ حرام سے پوری کرے تو کیا اسے گناہ ہوگا؟“ (پھر فرمایا) ”اسی طرح اگر وہ اپنی شہوت حلال ذریعے سے پوری کرے تو اس کے لئے اس میں ثواب ہے۔“

(صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب بیان ان اسم الصدقۃ تنفع... 1، ج 1، رقم 1006، ص 503)

### حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں

کہ

اے اس فرمان عالی شان سے معلوم ہوا کہ جو کوئی سُبْحَانَ اللَّهِ یا اَللَّهُ اَكْبَرُ یا اَلْحَمْدُ لِلَّهِ یا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کسی طرح بھی کہے صدقہ نسی کا ثواب پائے گا خواہ ذکر اللہ کی نیت سے کہے یا کسی حاجت کی لیے بطور وظیفہ یہ الفاظ پڑھے یا عجیب بات سن کر سبحان اللہ وغیرہ کہے یا خوشخبری پا کر الحمد للہ پڑھے۔ بہر حال ثواب ملے گا کیونکہ اللہ کا نام لینا بہر حال عبادت ہے، اگر کوئی شخص ٹھنڈک کے لیے اعضائے وضو دھوئے تب بھی وضو ہو جائے گا کہ اس سے نماز جائز ہوگی، اللہ کا نام زبان کا وضو ہے۔ شعر

چوں بیاید نام پائش در دہاں نے پلیدی ماندونے آں دہاں  
یعنی بر تبلیغ میں خیرات کا ثواب ہے بلکہ اس کا ثواب پہلے ثوابوں سے زیادہ

کہ اس میں ذکر اللہ بھی ہے اور لوگوں کو فیض پہنچنا بھی۔ قلمی تبلیغ صدقہ جاریہ ہے کہ جب تک لوگ اس کی کتاب سے دینی فائدہ اٹھائیں گے تب تک اسے ثواب ملتا رہے گا، یہ ایک کلمہ بہت جامع ہے۔

۳۔ بضع کے لغوی معنے ہیں ٹکڑا مگر اصطلاح میں شرمگاہ کو کہتے ہیں، یہاں مراد صحبت حلال ہے۔ یہاں فی ارشاد فرما کر اس جانب اشارہ فرمایا گیا کہ صحبت بذات خود ثواب نہیں بلکہ چونکہ اس کے ضمن میں زوجین کی عفت حق زوجیت کی ادانیک اولاد کی طلب ہے اور یہ ساری چیزیں عبادت ہیں اس لیے صحبت عبادات پر شامل ہے۔ اس سید الفصحاء صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت دیکھو کہ پہلی چیزوں میں ب ارشاد ہوا تھا اور یہاں فی تا کہ پتہ لگے کہ وہ چیزیں بذات خود عبادت تھیں اور یہ صحبت عبادات پر مشتمل ہے۔ (لمعات) مرقات نے یہاں فرمایا ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حلال صحبت مطلقاً صدقہ ہے خواہ ان چیزوں کی نیت سے ہو یا نہ ہو۔

۴۔ یعنی بذات خود صحبت ثواب نہیں بلکہ شہوت کو حلال میں خرچ کرنا ثواب ہے جیسے عید کے دن یا رمضان کی سحریوں میں کھانا پینا بذات خود ثواب نہیں بلکہ ان وقتوں میں کھانا عبادت ہے۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ جب ہواء ہدی سے مل جائے تو زہد بن جاتی ہے اسی جانب قرآن کریم اشارہ فرما رہا ہے: ”وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِنَ اللَّهِ“۔ سبحان اللہ! ہواء ہدی سے مل کر ایسی ہوتی ہے جیسے مکھن شہد سے مل کر۔ (ازمرقات) لہذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ بغیر نیت ثواب کیسا کہ نیت کی شرط عبادت محضہ میں ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳ ص ۱۲۴)

### قضائے شہوت کے حلال ذرائع

شرعی طور پر دو قسم کی عورتوں سے اپنی خواہش کو پورا کرنا جائز ہے۔ (۱) زوجہ

اور (۲) کنیز شرعی

قرآن مجید میں ہے:

إِلَّا عَلَىٰ أَرْوَاحِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۝

”مگر اپنی بی بیوں یا شرعی باندیوں پر جو ان کے ہاتھ کی ملک ہیں کہ ان پر کوئی

ملامت نہیں۔“ (پ ۱۸، المومنون: ۶)

فی زمانہ کنیز شرعی میسر نہ ہونے کی بناء پر صرف زوجہ سے ہی مطلوبہ مقصد حاصل کرنا ممکن ہے۔ اسی طریقے کی جانب متوجہ کرنے کے لئے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی مقامات پر ترغیبی کلام ارشاد فرمایا۔ چنانچہ

حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”نکاح میری سنت سے ہے پس جو شخص میری سنت پر عمل نہ کرے وہ مجھ سے نہیں۔ لہذا نکاح کرو، کیونکہ میں تمہاری کثرت کی بناء پر دیگر امتوں پر فخر کروں گا۔ جو قدرت رکھتا ہو وہ نکاح کرے اور جو قدرت نہ پائے تو روزے رکھتا کرے کیونکہ روزہ شہوت کو توڑتا ہے۔“

(سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب ماجاء فی فضل النکاح، رقم ۱۸۴۶، ج ۳، ص ۳۰۶)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا، ”اے نوجوانو! تم میں سے جو شخص گھر بسانے کی استطاعت رکھتا ہو، وہ نکاح کرے کیونکہ یہ نگاہوں کو زیادہ جھکانے اور شر محاکہ کی زیادہ حفاظت کرنے والا ہے اور جو نکاح کی استطاعت نہیں رکھتا، تو روزے رکھے، کیونکہ روزوں سے شہوت ٹوٹتی ہے۔“

(بخاری، کتاب النکاح، باب من لم یستطع الباء، فلیصم، رقم ۵۰۶۰، ج ۳، ص ۴۲۲)

نکاح کا شرعی حکم

یاد رہے کہ نکاح ہمیشہ سنت نہیں، بلکہ کبھی فرض، کبھی واجب، کبھی مکروہ اور بعض

اوقات تو حرام بھی ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔۔۔

فرض:

اگر یہ یقین ہو کہ نکاح نہ کرنے کی صورت میں زنا میں مبتلا ہو جائے گا تو نکاح کرنا فرض ہے۔ ایسی صورت حال میں نکاح نہ کرنے پر گناہ گار ہوگا۔

واجب:

اگر مہر و نفقہ دینے پر قدرت ہو اور غلبہ شہوت کے سبب زنا وغیرہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں نکاح واجب ہے اگر نہیں کریگا تو گناہ گار ہوگا۔

سنت مؤکدہ:

اگر مہر، نان و نفقہ دینے اور ازدواجی حقوق پورے کرنے پر قادر ہو اور شہوت کا بہت زیادہ غلبہ نہ ہو تو نکاح کرنا سنت مؤکدہ ہے۔ ایسی حالت میں نکاح نہ کرنے پر اڑے رہنا گناہ ہے۔ اگر حرام سے بچنا.. یا.. اتباع سنت.. یا.. اولاد کا حصول پیش نظر ہو تو ثواب بھی پائے گا اور اگر محض حصول لذت یا قضائے شہوت مقصود ہو تو ثواب نہیں ملے گا، نکاح بہر حال ہو جائے گا۔

مکروہ:

اگر یہ اندیشہ ہو کہ نکاح کرنے کی صورت میں نان و نفقہ یا دیگر ضروری باتوں کو پورا نہ کر سکے گا تو اب نکاح کرنا مکروہ ہے۔

حرام:

اگر یہ یقین ہو کہ نکاح کرنے کی صورت میں نان و نفقہ یا دیگر ضروری باتوں کو پورا نہ کر سکے گا تو اب نکاح کرنا حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے (ایسی صورت میں شہوت توڑنے کے لئے روزے رکھنے کی ترکیب بنائے)۔

## الحدیث السادس والعشرون جسم کے ہر جوڑ کا شکر

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُّ سُلَاقِي مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيهِ الشَّمْسُ: تَعْدِلُ بَيْنَ الثَّلَاثِ صَدَقَةٍ، وَتُعِينُ الرَّجُلَ فِي ذَاتِهِ فَتَحِيلُ لَهُ عَلَيْهَا أَوْ تَرْفَعُ لَهُ عَلَيْهَا مَتَاعَهُ صَدَقَةٌ، وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ، وَبِكُلِّ خُطْوَةٍ تَمْشِيهَا إِلَى الصَّلَاةِ صَدَقَةٌ، وَتُحِيطُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ.

(”صحیح بخاری“، کتاب الجہاد، باب فضل من حل متاعاً صاحبہ فی سفر، ر: 2891، 2/279) (”صحیح مسلم“، کتاب الزکاۃ، باب بیان أن اسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف، ر: 1009، ص 504)

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انسان کے ہر جوڑ کے عوض ہر دن جس میں سورج چمکے اس پر صدقہ ہے دو کے درمیان انصاف کر دے یہ بھی صدقہ ہے اور کسی شخص کی اس کے گھوڑے پر مدد کر دے کہ اس پر اسے سوار کر دے یا اس پر اس کا سامان چڑھا دے یہ بھی صدقہ ہے اور اچھی بات صدقہ ہے اور ہر وہ قدم جس سے نماز کی طرف جائے صدقہ ہے اور راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹا دے صدقہ ہے (مسلم، بخاری)

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں



کہ:

۱۔ سُلامی س کے پیش سے ہے جس کے لغوی معنی ہیں عضو، ہڈی اور جوڑ یہاں تیسرے معنی مراد ہیں۔ انسان کے بدن میں ۳۶۰ جوڑ ہیں جیسا کہ اگلی حدیث میں ہے اگرچہ ہمارا ہر روگنا اللہ کی نعمت ہے لیکن ہر جوڑ اس کی بے شمار نعمتوں کا مظہر ہے اس لیے خصوصیت سے اس کا شکر یہ ضروری ہوا۔ صدقہ سے مراد نیک عمل ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ یہاں بھی علی لغوی لزوم کے لیے ہے نہ کہ شرعی وجوب کے لیے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر شخص پر اخلاقاً دیا شدہ لازم ہے کہ روزانہ ہر جوڑ کے عوض کم از کم ایک نفل نیکی کیا کرے اس حساب سے روزانہ تین سو ساٹھ نیکیاں کرنی چاہئیں تاکہ اس دن جوڑوں کا شکر یہ ادا ہو، سورج چمکنے کا ذکر اس لیے فرمایا کہ سورج تو ہر شخص پر چمکتا ہے تو شکر یہ بھی ہر شخص پر ہے۔

۲۔ یعنی تہذیب اخلاق، تدبیر منزل، سیاست مدنی، لوگوں سے اچھے برتاوے صدقہ ہیں بشرطیکہ رضائے الہی کے لیے ہوں، ہر معمولی سے معمولی کام جب ادائے سنت کی نیت سے کیا جائے گا تو وہ بڑا ہو جائے گا کیونکہ منسوب اگرچہ چھوٹا ہے مگر منسوب الیہ جن کی طرف نسبت ہے صلی اللہ علیہ وسلم وہ تو بڑے ہیں۔

۳۔ مرقات نے فرمایا کہ نماز کا ذکر مثلاً ہے ورنہ طواف، بیمار پرسی، جنازہ میں شرکت، علم دین کی طلب غرضکہ ہر نیکی کے لیے قدم ڈالنا صدقہ ہے۔

۴۔ یعنی رستہ سے کاٹنا، ہڈی، اینٹ، پتھر، گندگی غرض جس سے کسی مسلمان راہ گیر کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو اس کو ہٹا دینا بھی نیکی ہے جس پر صدقہ کا ثواب اور جوڑ کا شکر یہ ہے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳ ص ۱۲۲)

### حسن اخلاق کی فضیلت

امیر المومنین حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا، ”بے شک بندہ حسن اخلاق کے ذریعے دن میں روزہ رکھنے اور رات میں قیام کرنے والوں کے درجے کو پالیتا ہے۔ اور اگر بندہ (سختی کرنے والا) لکھا جائے تو وہ اپنے ہی گھر والوں کے لئے ہلاکت ہوتا ہے۔“ (طبرانی اوسط، ج ۴، ص ۳۶۹، رقم ۶۲۷۳)

حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ”بندہ اپنے حسن اخلاق کی وجہ سے رات کو عبادت کرنے والے اور سخت گرمی میں کسی کو پانی پلانے والے کے درجے کو پالیتا ہے۔“ (شعب الایمان، ج ۶، رقم ۷۹۹۸ تا ۸۰۰۰، ص ۲۳، بغیر قلیل)

حضرت سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مدینے کے تاجور، رسولوں کے افسر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ”میزانِ عمل میں حسن اخلاق سے وزنی کوئی اور عمل نہیں۔“ (الادب المفرد، باب حسن الخلق، ص ۹۱، رقم ۲۷۳)

### سچے مؤمنین کی صفات

امیر المؤمنین مولیٰ مشکل کشا حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں: ”اس مسلمان پر تعجب ہے جس کا مسلمان بھائی اس کے پاس کسی حاجت کے لئے آئے اور وہ اپنے آپ کو اس کے ساتھ بھلائی کے قابل نہ سمجھے، اگر اسے ثواب کی امید اور عذاب کا ڈر نہ ہو تو اسے اچھے اخلاق کی طرف جلدی کرنی چاہیے کیونکہ یہ اخلاق راہِ نجات پر دلالت کرتے ہیں۔ ایک شخص نے پوچھا: آپ نے یہ بات نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! جب آپ کے پاس ”قبیلہ طحی“ کے قیدی لائے گئے۔ ان میں ایک لڑکی نے کھڑے ہو کر عرض کی: اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! آپ مناسب سمجھیں تو مجھے رہا کر دیں اور مجھ پر قبائلِ عرب کو نہ ہنسائیں کیونکہ میں اپنی قوم کے سردار کی بیٹی ہوں اور بے

شک میرا باپ قوم کی حفاظت کرتا، قیدیوں کو رہا کرواتا، بھوکوں کو جی بھر کر کھانا کھلاتا، سلام کو عام کراتا اور کسی مانگنے والے کا سوال رد نہ کرتا، میں حاتم طائی کی بیٹی ہوں، نبی کریم، رءوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”اے لڑکی ایہ سچے مؤمنین کی صفات ہیں، اگر تمہارا باپ مسلمان ہوتا تو ہم اس کے لئے اللہ عز و جل سے رحمت کی دعا مانگتے، اور فرمایا: اس کو رہا کر دو، اس کا باپ اچھے اخلاق کو پسند کرتا تھا اور اللہ عز و جل اچھے اخلاق کو پسند فرماتا ہے اور فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! اچھے اخلاق والا ہی جنت میں داخل ہوگا۔“

(دلائل النبوة للبیہقی، باب دند طیئ، --- الخ، ج ۵، ص ۳۳۱)

خدا عز و جل کی قسم! وہ مؤمن بڑا خوش بخت ہے جو محتاجوں کی مدد کرے، روتوں کو ہنسائے اور پریشان حال لوگوں کی پریشانی دور کرے۔ مخلوق خدا پر شفقت کرنا رضائے الہی عز و جل پانے کا بہت اچھا راستہ ہے۔ جو مخلوق پر رحم کرے گا خالق لم یزل اس پر رحم و کرم کی ایسی بارش فرمائے گا کہ اس کی زندگی میں ہر طرف بہاریں ہی بہاریں آجائیں گی۔ اور یہ تجربہ شدہ بات ہے کہ جب کسی غریب انسان کی مدد کی جائے تو انسان کو ایسی آنجانی سی خوشی ہوتی ہے جسے الفاظ کا جامہ پہنانا مشکل ہے۔ اسے وہی سمجھ سکتا ہے جسے یہ دولت نصیب ہوئی ہو۔ جسے یقین نہ آئے وہ کسی دکھیارے کا دکھ دور کر کے دیکھ لے۔



## الحديث السابع والعشرون نیکی اور گناہ کی پہچان

(A27) عَنْ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْبِرُّ حُسْنُ الْخَلْقِ وَالْإِثْمُ مَا حَاكَ فِي نَفْسِكَ وَكَرِهْتَ أَنْ يَطَّلَعَ عَلَيْهِ النَّاسُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ (۱).

(B27) وَعَنْ وَابِصَةَ بِنْتِ مَعْبُدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: جِئْتَ تَسْأَلُ عَنِ الْبِرِّ وَالْإِثْمِ؟ قُلْتُ: نَعَمْ؛ قَالَ: اسْتَغْفِرْ قَلْبَكَ، الْبِرُّ مَا إِطْمَأْنَنْتَ إِلَيْهِ النَّفْسُ وَإِطْمَأْنَانَ إِلَيْهِ الْقَلْبُ وَالْإِثْمُ مَا حَاكَ فِي النَّفْسِ وَتَرَدَّدَ فِي الصُّدْرِ، وَإِنْ أَفْتَاكَ النَّاسُ وَأَفْتَوَكَ.

(حدیث حسن، روایت فی مسند ابی امامین احمد بن حنبل (۲)، والدارمی (۳) ب إسناده حسن) (۱) "صحیح مسلم"، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تفسیر البر والآثم، ر: 2553، ص 1383 (۲) "مسند أحمد"، مسند الشامیین، حدیث وابصة بنت معبد الاسدي، ر: 18023، 6/292، بتخريج ما (۳) "سنن الدارمی"، کتاب البیوع، باب دغ ما یریبک إلی ما لا یریبک، ر: 2533، 2/320. ولفظه: (أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لو ابصت ثم جئت تسأل عن البر والآثم، قال: قلت: نعم، قال: فجمع أصابعه فحرب بها صدره وقال: استغفرت نفسك استغفرت قلبك يا وابصة! ثلاثاً، البر ما اطمأنت إليه النفس واطمأن إليه القلب والإثم ما حاك في النفس وتردد في الصدر وإن أفتاك الناس وأفتوك)

(A27) روایت ہے حضرت نواس ابن سمان سے فرماتے ہیں کہ میں نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیکی اچھی عادت ہے اور گناہ وہ ہے جو

تیرے سینہ میں چبھے اور تو یہ ناپسند کرے کہ اس پر لوگ خبردار ہوں (مسلم)

### حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں

کہ:

۱۔ آپ صحابی ہیں، قبیلہ بنی کلب سے ہیں، بعض نے فرمایا کہ آپ انصاری

ہیں، آخر میں شام میں قیام فرمایا۔ مرقات نے فرمایا کہ آپ اصحاب صفہ سے

ہیں، اشعہ نے فرمایا کہ آپ کی والدہ کلابیہ سے حضور نے نکاح کیا اور طلاق دے دی

اور کلابیہ عورت آپ کی والدہ ہی تھیں۔ (اشعہ)

نیکی اور گناہ کی پہچان کیا ہے مجھے کیسے پتہ لگے کہ یہ کام نیکی ہے اور یہ کام گناہ

ہے مجھے ارشاد فرمائیں۔

سچے اچھی عادت عام ہے مخلوق کے ساتھ برتاؤ اور خالق سے معاملات سب ہی

کو شامل ہے نماز روزہ کی پابندی اچھی عادت ہے گناہوں سے بچنا اچھی عادت ہے

وغیرہ۔

۲۔ یہ فرمان کامل مسلمانوں کے لیے ہے جیسے ہم کو مکھی ہضم نہیں ہوتی فوراً اے

ہو جاتی ہے یوں ہی صالحین کو گناہ ہضم نہیں ہوتا فوراً انہیں دلی قبض روحانی تکلیف

محسوس ہوتی ہے عام لوگوں کا یہ حال نہیں۔ بعض تو گناہ پر خوش ہو کر اعلان کرتے ہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حکیم مطلق ہیں ہر شخص کو اس کے مطابق دواء عطا فرماتے ہیں،

یوں ہی الناس سے مراد مقبول بندے ہیں۔ امام نووی نے حضرت وابعہ ابن معبد

اسدی سے روایت کی کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ نیکی اور

گناہ کیا ہوتے ہیں فرمایا اپنے دل سے فتویٰ لیا کرو جسے تمہارا دل نیکی کہے وہ نیکی ہے جسے تمہارا دل گناہ کہے وہ گناہ ہے۔ (اربعین للودی و مرقات) یعنی تمہارا دل جس پر ہمارا ہاتھ ہے ہر دل کا یہ حال نہیں۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۶ ص ۹۰۰)

(B27) روایت ہے حضرت دابہ ابن معبد سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے دابہ تم نیکی اور گناہ کے متعلق پوچھنے آئے ہوئے ہو میں نے عرض کیا ہاں فرماتے ہیں کہ حضور انور نے اپنی انگلیاں جمع کر کے ان کے سینہ پر لگائیں اور تین بار فرمایا اپنے دل سے فتویٰ لے لیا کرو نیکی وہ ہے جس پر طبیعت جے اور جس پر دل مطمئن ہو اور گناہ وہ ہے جو طبیعت میں چبھے اور دل میں کھٹکے اگرچہ لوگ اس کا فتویٰ دے دیں (احمد و دارمی)

### حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

۱۔ یہ غیبی خبر ہے کہ حضرت دابہ جو سوال دل میں لے کر آئے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بغیر عرض کئے ہوئے ارشاد فرمادیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دلوں کے حال پر مطلع فرمایا ہے کیوں نہ ہوا انہیں تو پتھروں کے دلوں پر اطلاع ہے کہ فرماتے ہیں احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے۔ شعر

اے کہ ذات پاک تو صبح دھور چشم تو بیندہ ما فی الصدور

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت دابہ کے سینہ پر ہاتھ رکھ کر ان کے قلب کو فیض دیا جس سے ان کا نفس بجائے امارہ کے مطمئن ہو گیا اور دل خطرات شیطانی دوسوئوں سے پاک و صاف ہو گیا۔ صوفیاء کرام جو مریدوں کے سینے پر ہاتھ مار کر یا توجہ ڈال کر انہیں فیض دیتے ہیں ان کی اصل یہ حدیث بھی ہے۔



سے یعنی آج سے اے دایہ گناہ اور نیکی کی پہچان یہ ہے کہ جس پر تمہارا دل و نفس مطمئنہ جسے دو نیکی ہوگی اور جسے تمہارا دل و نفس مطمئنہ قبول نہ کرے وہ گناہ ہوگا، یہ حکم حضرت دایہ کے لیے آج سے ہو گیا یہ حضور کے ہاتھ شریف کا اثر ہوا، ہم جیسے لوگوں کو یہ حکم نہیں۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ غیر مجتہد یعنی مقلد تو اپنے امام سے فتویٰ لے اور مجتہد اپنے دل سے۔

سے یعنی عام لوگوں کے فتویٰ کا تم اعتبار نہ کرنا کیونکہ ان کے دلوں پر ہمارا ہاتھ نہیں پہنچا، اپنے دل و نفس کا فتویٰ قبول کرنا کہ تمہارے دل کا فتویٰ ہمارا فیصلہ ہوگا کہ ہمارا ہاتھ تمہارے دل پر ہے۔ شعر

دل کرو ٹھنڈا مراد و کف پا چاند سا      سینہ پر رکھ دو ذرا تم پہ کروڑوں درود  
آنکھ عطا کیجئے اس میں جلا دیجئے      جلوہ قریب آ گیا تم پہ کروڑوں درود  
خیال رہے کہ فتویٰ فتوٰ سے بنا بمعنی پیش آنا، حادث ہونا یا قوت، چونکہ شرعی مسئلہ حادثات کے پیش آنے پر معلوم کیا جاتا ہے اور عالم کے حکم حاصل ہو جانے سے سائل کو قوت حاصل ہو جاتی ہے اس لیے مسئلہ شرعی کو فتویٰ کہا جاتا ہے۔

(مرآۃ النایج شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴ ص ۳۸۳)

### جہالت سے بڑھ کر۔

حضرت سیدنا سہل تستری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں ”جہالت سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں ہوتی“۔ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے پوچھا گیا، کیا آپ کے نزدیک کوئی چیز جہالت سے بھی زیادہ بری ہے، فرمایا، ہاں اور وہ یہ کہ بندے کو اپنی جہالت کی بھی خبر نہ ہو (اور وہ اپنے آپ کو بڑا سمجھدار اور فہیم خیال کرتا رہے)۔ اور آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے سچ فرمایا، کیونکہ جب کوئی شخص اپنی جہالت سے غافل ہوتا ہے تو سیکھنے کا دروازہ کھل طور پر بند ہو جاتا ہے بھلا وہ شخص کیا

سیکھے گا جو اپنی نظر میں بہت بڑا عالم اور سمجھدار ہو۔

اسی طرح علم کے ساتھ اللہ (عزوجل) کی عبادت سب سے افضل ہے اور علم کی بنیاد یہ ہے کہ بندے کو علم کے بارے میں معلومات ہوں یعنی وہ اپنے علم کو خود جانے بخلاف اس جاہل کے جو اپنی جہالت کو نہیں سمجھتا اور جہالت کی بنیاد ہی یہ ہے کہ اپنی جہالت کو نہ سمجھے کیونکہ جو شخص علم نافع اور نقصان دہ علم میں تمیز نہیں کر سکتا وہ اُن بے فائدہ اور خود ساختہ علوم میں گرفتار رہتا ہے جس پر لوگ اوندھے پڑے ہیں اور جو علم حصول دنیا کا ذریعہ ہیں یہ بات جہالت کا مادہ اور فسادِ عالم کی بنیاد ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جو شخص جہالت کی وجہ سے نیکی حاصل کرنے کے لئے گناہ کو ذریعہ بناتا ہے اسکا عذر قبول نہیں کیا جائے گا رب لم یزل (عزوجل) فرماتا ہے:

اَهْلَ الْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ O

ترجمہ کنزالایمان: ”تو اے لوگو علم والو سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو“

(پارہ ۷۱ سورۃ انبیاء آیت ۷)

اور محبوبِ رحمن، سرورِ ذی شان (عزوجل و) کا فرمانِ عبرت نشان ہے:

لَا يَغْنَدُ الْجَاهِلُ عَلَى الْجَاهِلِ وَلَا يَحِلُّ لِلْجَاهِلِ اَنْ يَسْكُتَ عَلَى جَهْلِهِ وَلَا لِلْعَالِمِ اَنْ يَسْكُتَ عَلَيْهِ“

ترجمہ: ”جاہل کو اُسکی جہالت کی بناء پر معذور نہیں سمجھا جائے گا اور جاہل کو اپنی جہالت اور عالم کو اپنے علم پر (بلا وجہ) خاموشی اختیار کرنا جائز نہیں۔“

(یعنی جاہل کو چاہیے کہ علم حاصل کرے اور عالم کو چاہیے کہ لوگوں کو علم سکھائے۔) (مجمع الزوائد، ج اول، ص ۱۶۳، ۱۶۵، کتاب العلم)

چنانچہ جو لوگ حرام مال سے مسجد و مدارس بنا کر بادشاہوں کا یا امیروں کا قرب حاصل کرتے ہیں وہ ان علمائے سوء کے قریب ہیں جو شر پسندوں اور بیوقوفوں کو علم سکھاتے

ہیں جو فسق و فجور میں مبتلا رہتے ہیں انکا صرف یہی کام ہوتا ہے کہ علماء سے مقابلہ کریں، بیوقوفوں کو گمراہ کریں، لوگوں کو اپنی طرف مائل کریں، دنیوی مال اور دولت کے انبار جمع کریں اور بادشاہوں، پتیموں اور مسکینوں کا مال جیسے بن پڑے حاصل کریں۔

### گناہ

یہ بات ہمیں اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ گناہوں میں نیت کی وجہ سے کوئی تبدیلی نہیں آتی لہذا گناہ کرتے وقت اگر کوئی شخص اچھی نیت کر لے تو ہرگز وہ گناہ نیکی میں تبدیل نہ ہوگا۔ کسی جاہل کو اس حدیث پاک ”إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ“ یعنی اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے۔ سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ نیت سے گناہ نیکی میں تبدیل ہو جائے گا۔ جیسے کوئی آدمی کسی دوسرے کا دل بہلانے کیلئے کسی کی غیبت کرے یا کسی کے مال سے فقیر کو کھانا کھلائے یا حرام مال سے کوئی مسجد، مدرسہ، یا مہمان خانہ بنوائے اور ان سب کاموں میں نیکی کی نیت کرے تو اس صورت میں نیت کچھ کام نہ دیگی بلکہ شریعت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے برے کام سے اچھا کام مراد لینا مزید برا ہے اگر وہ یہ بات جانتا اور سمجھتا ہے اور پھر بھی ایسا کرتا ہے تو دشمن شریعت ہے اور جہالت کی وجہ سے کرتا ہے تب بھی گنہگار تو ضرور ہوگا کیونکہ ہر مسلمان کو طلب علم فرض ہے اور اچھے کاموں کا اچھا ہونا تو شریعت کے علم سے ہی معلوم ہو سکتا ہے۔

بھائیو! سوچئے تو سہی کہ کسی شر کا خیر ہونا کیسے ممکن ہے یہ بہت بعید ہے لیکن بات دراصل یہ ہے کہ مخفی شہوت اور باطنی خواہشات دل میں غلط فہمی پیدا کر دیتی ہیں کیونکہ جب دل عزت و جاہ حاصل کرنے اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کیلئے سرگرم ہوتا ہے تو تمام نفسانی فوائد حاصل کرنا چاہتا ہے اور ایسے میں شیطان کو موقع مل جاتا ہے کہ جاہل آدمی کو دھوکہ دے۔ (فیضانِ احیاء العلوم ص ۲۲-۲۳)

## الحديث الثامن والعشرون نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چند وصیتیں

عَنْ أَبِي تَمِيمٍ الْعَرَبَاظِيِّ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: وَعَظَّنَا رَسُولُ اللَّهِ مَوْعِظَةً وَجَلَّتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ وَذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ. فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ كَأَنَّهَا مَوْعِظَةٌ مُوَدِّعٌ فَأَوْصِنَا. قَالَ: أَوْصِيكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَالسَّيِّعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ تَأَمَّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا؛ فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمُهْتَدِينَ عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِلِ وَإِذَا كُفِّرْتُمُ الْأُمُورَ فَإِنَّ كُلَّ مُحَدَّثَةٍ بَدْعَةٍ وَكُلُّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ. وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

(”سنن ابی داود“، کتاب السنۃ، باب لزوم السنۃ، ر: 4607، 4/267) (”سنن الترمذی“،

کتاب العلم، باب ما جاء فی الاخذ فی السنۃ... الخ، ر: 2685، 4/308)

حضرت سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بیان فرمایا کہ جس سے آنسو بہہ پڑے اور دل خوف زدہ ہو گئے تو ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ عزَّ وجلَّ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایوں لگتا ہے کہ یہ بیان، الوداع کہنے والے کی نصیحت کی طرح ہے۔ آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمیں کس چیز کی وصیت فرماتے ہیں؟“ آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”میں تمہیں اللہ عزَّ وجلَّ سے ڈرنے اور میری بات

سن کراطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ وہ امیر حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔  
 تم میں سے جو شخص زندہ رہے گا وہ کثیر اختلافات دیکھے گا تو (اُس وقت) تم پر  
 میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ، راہنمائی کرنے والے خلفاء کی پیروی لازم  
 ہے، پس سنت کا دامن مضبوطی سے تھام لینا اس طرح کہ جیسے کوئی چیز داڑھوں  
 سے پکڑتے ہو اور خود کو نئے پیدا ہونے والے کاموں سے بچا کر رکھنا کیونکہ ہر  
 نیا (خلاف شریعت) کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

(سنن ابوداؤد، کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ، رقم الحدیث ۴۶۵۷، ج ۴، ص ۲۶۷)

امام جلیل، عارف باللہ حضرت سیدنا عبدالغنی نابلسی علیہ رحمۃ اللہ القوی اس  
 حدیث پاک کی شرح میں ارشاد فرماتے ہیں: ”حضور نبی رحمت، شفیع امت صلی اللہ  
 تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے الوداع کہنے والے کی طرح نصیحت فرمائی یعنی ایسے شخص کی  
 وصیت کی طرح جو اپنی قوم کو چھوڑ کر جا رہا ہو اور چاہتا ہو کہ اپنے جانے سے پہلے انہیں  
 اُن باتوں کی وصیت کر جائے کہ اس کے بعد انہیں ان باتوں کی انتہائی ضرورت  
 پڑے گی۔ تو وہ انہیں وصیت و نصیحت کرتا ہے، خوف دلاتا ہے اور زجر و توبیخ کرتا ہے  
 اور اپنی مخالفت سے ڈراتا ہے۔ اور یہ صرف ان کی بھلائی کی انتہائی چاہت کے سبب  
 کرتا ہے کہ کہیں وہ اس کے بعد گمراہ نہ ہو جائیں۔ (مزید فرماتے ہیں) اس حدیث  
 پاک میں یہ اشارہ بھی ہے کہ واعظ کو چاہیے کہ بوقت وعظ اپنے پاس موجود حاضرین  
 کو نصیحت کرنے میں پوری کوشش صرف کرے اور ایسی کوئی بھی فائدہ مند بات ترک  
 نہ کرے جس کے متعلق جانتا ہو کہ حاضرین اس کے لئے دوسری مجلس کے محتاج ہوں  
 گے کیونکہ دوسری مجلس تک زندہ رہنے کا کوئی بھروسہ نہیں۔ اور واعظ کے لئے یہ جائز  
 ہے کہ بغیر کوئی مشقت اٹھائے حاضرین کی حالت کے مطابق کبھی کبھار ان کو ڈرائے  
 اور زجر و توبیخ کرے، البتہ! اس کی عادت نہ بنائے جیسا کہ حضور نبی رحمت، شفیع

امت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک عمل تھا کہ کبھی ڈراتے اور کبھی نہ ڈراتے۔

(الحدیقة الندیة شرح الطریقة المحمدیة، الباب الاول فی الاعتصام بالکتاب والسنة۔۔۔ الخ، ج ۱، ص ۹۵)

### وعظ ونصیحت کے فوائد

وعظ ونصیحت کے بے شمار فوائد ہیں، اس کے ذریعے کفار و دولت اسلام سے مشرف ہوتے، مسلمانوں کے دل خوفِ خدا عزّ و جلّ سے لبریز اور عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سرشار ہوتے، ایمان کو تازگی ملتی، اسلام کی محبت میں ترقی آتی، نیکیوں کا جذبہ ملتا، گناہوں سے نفرت پیدا ہوتی، ثواب کی طلب میں اضافہ ہوتا، گناہ سے بچنے کا ذہن بتا اور دین سیکھنے سکھانے کے لئے راہِ خدا عزّ و جلّ میں سفر کا جذبہ ملتا ہے۔ الغرض وعظ ونصیحت ہر طرح سے فائدہ مند ہے۔ چنانچہ، اللہ عزّ و جلّ ارشاد فرماتا ہے:

وَذِكْرُ قَالٍ الذِّكْرَى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ ۝

ترجمہ کنز الایمان: اور سمجھاؤ کہ سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے۔

(پ 27، الذریت: 55)

حضرت سیدنا امام فخر الدین رازی علیہ رحمۃ اللہ الوالی نے اس کی تفسیر میں ارشاد فرمایا: ”اگر سمجھانا کسی کافر کو شرفِ ایمان کا فائدہ دے تو یہ مسلمان ہی کو نفع دینا ہے کیونکہ وہ مسلمان ہو چکا ہے۔“ (تفسیر کبیر، سورۃ الذریت، تحت الایۃ ۵۵، ج ۱، ص ۱۹۱)

پھر یہ کہ وعظ ونصیحت کے کچھ آداب ہیں اگر انہیں مد نظر رکھ کر اس فریضہ کو انجام دیا جائے تو مقصود حاصل ہوگا ورنہ ساری کوشش رائیگاں جائے گی۔ لہذا یہاں شیخ طریقت، امیر اہل سنت، بانی کی دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ کے فرامین کی روشنی میں انفرادی و اجتماعی وعظ ونصیحت، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے 26 آداب بیان کئے جاتے ہیں:





بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَى عَنِ الْمُنْكَرِ واجب ہے۔ اگر ہم نے یہ نہ کیا تو گناہگار ہوں گے۔

(بہار شریعت، حصہ ۱۶، ص ۲۵۹)

(8)۔۔۔۔۔ امر بالمعروف کرنے والے مبلغ کے پاس علم ہونا ضروری ہے  
ورنہ کس طرح سمجھائے گا؟ اس لئے اسلامی کتابوں کا مطالعہ کرنا ضروری ہے۔ (عوام  
مبلغین) جتنا کتاب میں پڑھیں یا علماء حقہ سے سنیں وہی بیان کریں۔ اپنی طرف  
سے آیات و احادیث کی تفسیر و تشریح نہ کریں۔

(9)۔۔۔۔۔ مبلغ کی نیت صرف رضائے الہی عزّ و جلّ کا حصول اور اسلام  
کی سر بلندی ہو۔

(10)۔۔۔۔۔ مبلغ کا با اخلاق اور منہاس اور پاک کردار ہونا بے حد ضروری  
ہے۔

(11)۔۔۔۔۔ مبلغ صابر اور بردبار بھی ہو، ہو سکتا ہے جس کو سمجھایا جا رہا ہے  
وہ پھر جائے یا گالی وغیرہ بک دے۔ مبلغ کے لئے یہ موقع امتحان کا ہوتا ہے۔ اگر  
دامن مبر ہاتھ سے جاتا رہا اور آپ نے بھی خدا نخواستہ غصہ کا مظاہرہ کیا تو آپ بازی  
ہار گئے۔

(12)۔۔۔۔۔ مبلغ کے مزاج میں بے جا غصہ ہو ہی نہ، نرمی ہی نرمی ہونی  
چاہیے۔

(13)۔۔۔۔۔ عوام (یعنی جو عالم نہ ہو) ہرگز مشہور و معروف علمائے حقّہ اور  
مفتیان کرام کی ٹوہ میں نہ رہیں۔ ان کی غلطیاں نہ نکالیں۔ ان کو ائمّہ یا المّعزّوف  
و نہی عَنِ الْمُنْكَرِ نہ کریں کہ یہ بے ادبی ہے ہو سکتا ہے کہ وہ حضرات کسی خاص مصلحت  
کے تحت ایسا کر رہے ہوں۔ اور عوام کی نظر وہاں تک نہ پہنچے۔

(الفقادی الہندیہ، کتاب الکراہیۃ، الباب السابع عشر فی الاعتناء، ج ۵، ص ۳۵۳)

(14)۔۔۔۔۔ کسی کو گناہ کرنا دیکھیں اور معاذ اللہ (عَزَّ وَجَلَّ) خود بھی وہی

گناہ کرتے ہیں پھر بھی اسے گناہ سے منع کریں۔ کیونکہ آپ کے ذمے تو دو چیزیں واجب ہیں: (۱) برے کام سے بچنا اور (۲) دوسرے کو برے کام سے منع کرنا۔ اگر ایک واجب کے تارک ہیں تو دوسرے کے تارک کیوں بنیں؟

(الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الکراہۃ، الباب السابع عشر فی المغناہ۔۔۔۔۔ الخ، ج ۵، ص ۳۵۳)

سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً“ پہنچا دو میری طرف سے اگر چہ ایک ہی آیت ہو۔

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب العلم، الحدیث ۱۹۸، ج ۱، ص ۵۹)

(15)۔۔۔۔۔ جو کچھ دوسروں کو کہیں سب سے پہلے اپنے آپ کو اس کا

مخاطب بنائیں۔ (16)۔۔۔۔۔ عیشِ کوشیوں سے اجتناب کرتے رہیں اور اپنی زندگی سادگی کے ساتھ گزاریں۔

(17)۔۔۔۔۔ خوشی، غمی اور بیماری وغیرہ کے مواقع پر لوگوں کے ساتھ

ہمدردانہ رویہ اختیار کریں۔

(18)۔۔۔۔۔ لوگوں کو ان کی نفسیات کے مطابق محبت بھرے لہجے میں

سمجھائیں۔

(19)۔۔۔۔۔ دقیق مضامین اور پیچیدہ مسائل نہ چھیڑیں۔ اللہ (عَزَّ وَجَلَّ)

کا فرمانِ عالیشان ہے:

أَدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ

ترجمہ کنزالایمان: ”اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت

سے۔“ (پ ۱۳، النحل: ۱۲۵) (اور) منقول ہے: كَلِّمُوا النَّاسَ عَلَى قَدْرِ عُقُولِهِمْ

ترجمہ: ”لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق کلام کرو۔“ (اور) حضرت سیدنا

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت محمد بن عبد اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ باتیں ایسی بھی سنی ہیں کہ اگر تمہارے سامنے ظاہر ہو جائیں تو تم میرا گناہ کاٹ دو۔ (صحیح البخاری، کتاب العلم باب حفظ العلم، ج ۱، ص ۱۲۷)

(20)۔۔۔۔۔ نیکی کی دعوت دینے کی راہ میں ہمیشہ آنے والی مشکلات، تکالیف اور آزمائشوں کا خندہ پیشانی سے استقبال کریں اور صبر و استقامت کا پیمانہ بن جائیں۔ (چنانچہ) تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”جس پر مصیبت آئے اور صبر کرنا دشوار معلوم ہو وہ میرے معاصیہ کو یاد دلا رہا ہے۔“

(تہذیب العالمین، باب المعبر علی الہیاء، (شعبہ ۱۳۶)

ظاہر ہے جب سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا راہِ خدا فقر و جہالت میں تکالیف اٹھانا یاد کریں گے۔ تو ہمیں اپنی تکالیف اس کے آگے بیچ نظر آنے لگیں گی۔

(21)۔۔۔۔۔ احيائے سنت کی خاطر ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے اپنے آپ کو تیار رکھیں۔

(22)۔۔۔۔۔ سنتیں سیکھنے اور رکھانے کی پاکیزہ آرزو اور اس راہ میں  
اخلاص و ایثار کا جذبہ اپنے اندر بیدار رکھیں۔

(23)۔۔۔۔۔ عامی مبلغین کو چاہے کہ وہ بحث و مباحثہ (جدل و مناظرہ) میں نہ پڑیں بلکہ ایسے موقع پر علمائے حقہ کی طرف رجوع کریں کہ یہ انہیں حضرات کا شعبہ ہے۔ البتہ! اپنے عقائد و اعمال میں پختہ ضرور رہیں۔

(24)۔۔۔۔۔ اپنے بیان میں ہمیشہ اس امر کا اہتمام رکھیں کہ اللہ عز و جل کی بے پایاں رحمت سے امید کی کیفیت بھی طاری رہے اور قہر و غضب کی بھی۔

(25)۔۔۔۔۔ اپنے بال بچوں کی اصلاح بھی کرتے رہیں۔ (چنانچہ) اللہ عزَّ وَجَلَّ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے : ”لَا يَهْدِيهَا الدِّينَ اٰمَنُوْا قُوْا الْفُسْكَمُ

وَأَقْبَلُكُمْ تَارَةً

ترجمہ کنز الایمان: ”اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس

سے بچو۔“ (پ ۸، م، تحریر: ۶۰)

(26) ————— والدین یا بزرے بہن بھائی اگر خطا کے مرتکب ہوں تو ہرگز

ان پر شدت نہ کریں، تمہایت ہی عاجزی اور نرمی کے ساتھ اصلاح کی درخواست کریں۔ ان سے اچھا نہ کریں۔

حضور سید عالم ﷺ یورپ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلفاء راشدین، صحابہ کرام، اہل بیت عظماء اور علمائے ذی الاحترام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بھی وعظ و نصیحت کے شمس کو برقرار رکھا۔ جن کی مسلسل کوششوں سے چمن اسلام کی بہاریں اب بھی قائم ہیں۔ چنانچہ:

”ستون عظام حضرت عظامہ مولانا محمد منشا تابش قسوری مدظلہ العالی فرماتے ہیں: ”وہیں سے اسلام جس بڑے بڑے عظیم البیان مقررین و واعظین اور خطباء نے اپنی فصاحت و بلاغت اور قداد و تاثیر سے یگانوں اور بیگانوں کو اس انداز سے متاثر کیا کہ وہ اسلام اور پانی اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے شیدائی و قدائی بنے۔ جنہیں تاریخ نے خوب خوب پذیرائی بخشی اور صفحات و ہر میں ان کا نام زندہ و پاکدہ ہو گیا۔ مگر انسانی مواعظ و تبلیغ کا دائرہ، واعظ و خطیب اور مقرر و مبلغ کی حیثیت ظاہری تک محدود رہتا ہے۔ جب آنکھ بند ہوئی ان کے چند و نصائح کا سلسلہ منقطع ہو گیا اس کے برعکس ان مبلغین و واعظین، خطباء اور مقررین کے کارنامے ہمیشہ زندہ رہتے ہیں جنہوں نے اپنے مواعظ و خطبہ کے لئے قلم کو وسیلہ بنایا اور اس سلسلہ میں نہایت کثرت سے، ایمان، فروغ، روح پرور اور دلکش خطبات و مواعظ کو کتابوں کی صورت دی۔ تصانیف کو مندرجہ شہود پر جلوہ گر کیا اور نہ صرف ان کی حسین حیات سے

لوگوں نے استفادہ کیا بلکہ صدیاں گزر گئیں، زمانے بیت گئے، مگر ان کی قلمی تبلیغ سے اہل علم و عمل، خاص و عام بھی مستفید ہوتے آرہے ہیں۔“

(مقدمہ ذرۃ الناصین (مترجم) ج ۱، ص ۳)





## الحديث التاسع والعشرون جنت میں لے جانے والے اعمال

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ وَيُبَاعِدُنِي مِنَ النَّارِ قَالَ: لَقَدْ سَأَلْتَ عَنْ عَظِيمٍ وَإِنَّهُ لَيْسَ بِشَيْءٍ عَلَى مَنْ يَشْرَهُ اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ: تَعْبُدُ اللَّهَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ، وَتَصُومُ رَمَضَانَ، وَتُحُجُّ الْبَيْتَ، ثُمَّ قَالَ: أَلَا أَذْكَكَ عَلَى أَبْوَابِ الْخَيْرِ: الصَّوْمُ جُنَّةٌ، وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ، وَصَلَاةُ الرَّجُلِ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ ثُمَّ تَلَا: ﴿تَتَجَالَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ﴾ (١) حَتَّى بَلَغَ - ﴿يَعْمَلُونَ﴾ (٢) ثُمَّ قَالَ: أَلَا أُخْبِرُكَ بِرَأْسِ الْأَمْرِ وَعَمُودِهِ وَذِرْوَةِ سَنَامِهِ؟ قُلْتُ: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: رَأْسُ الْأَمْرِ الْإِسْلَامُ وَعَمُودُهُ الصَّلَاةُ وَذِرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ ثُمَّ قَالَ: أَلَا أُخْبِرُكَ بِمَلَكَ ذَلِكَ كُلِّهِ؟ قُلْتُ: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ. فَأَخَذَ بِلِسَانِهِ وَقَالَ: كُفَّ عَلَيْكَ هَذَا. قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ وَإِنَّا لَمُؤَاخِدُونَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهِ؟ فَقَالَ: فَيَكَلِّفُكَ أَمُّكَ يَا مُعَاذُ وَهَلْ يَكُفُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلَى وُجُوهِهِمْ أَوْ قَالَ: عَلَى مَتَابِعِهِمْ إِلَّا خَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ) رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ (٣)

وقال: حديث حسن صحيح.

(١) السجدة: ١٦ (٢) السجدة: ١٤ (٣) "سنن الترمذي"، كتاب اليمان عن رسول الله صلى الله

تعالى عليه وآله وسلم، باب ما جاء في حرمة الصلاة، ر: 2625، 4/280

روایت ہے حضرت معاذ (ابن جبل) سے فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا ﷺ سرِ پارسول اللہ مجھے ایسا کام بتائیے جو مجھے جنت میں داخل اور دوزخ سے دور کر دے ﷺ فرمایا تم نے بڑی چیز پوچھی ﷺ ہاں جس پر اللہ آسان کرے اُسے آسان ہے ﷺ اللہ کو پوجو ﷺ اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ جانو نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو، رمضان کے روزے رکھو، کعبہ کا حج کرو ﷺ پھر فرمایا کیا میں تم کو بھلائی کے دروازے نہ بتا دوں ﷺ روزہ ڈھال ہے ﷺ خیرات گناہوں کو ایسا بچھاتی ہے جیسے پانی آگ کو ﷺ اور درمیانی رات میں انسان کا نماز پڑھنا ﷺ پھر یہ تلاوت کی کہ ان کی کروٹیں بستروں سے الگ رہتی ہیں ﷺ (یعلمون تک) پھر فرمایا کہ میں تمہیں ساری چیزوں کا سرستون، کوہان کی بلندی نہ بتا دوں ﷺ میں نے کہا ہاں یا رسول اللہ ﷺ فرمایا تمام چیزوں کا سر اسلام ہے اور اس کا ستون کلمہ نماز اور کوہان کی بلندی جہاد ہے ﷺ پھر فرمایا کہ کیا تمہیں ان سب کے اصل کی خبر نہ دے دوں ﷺ میں نے عرض کیا ہاں یا نبی اللہ پس حضور نے اپنی زبان مبارک پکڑ کر فرمایا کہ اسے روکو ﷺ میں نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ کیا زبانی گفتگو پر بھی ہماری پکڑ ہوگی ﷺ فرمایا تمہیں تمہاری ماں روئے اے معاذ ﷺ لوگوں کو اوندھے منہ آگ میں نہیں گراتی مگر زبانوں کی کٹوتی ﷺ یہ حدیث ترمذی نے روایت کی۔

### حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں

کہ:

۱۔ غزوہ تبوک میں دوپہر کے وقت جب سخت گرمی تھی، جب تمام صحابہ الگ الگ درختوں کے نیچے ٹھہرے اور میں نے حضور کے ساتھ آرام کیا۔ (مرقاۃ)

۲۔ یہ اسناد مجازی ہے جنت، دنیا، دوزخ سے بچاؤ رب کا کام ہے۔ چونکہ عمل

اس کا ذریعہ ہے اس لیے اسے قائل قرار دیا گیا لہذا یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضور جنت دیتے ہیں، دوزخ سے بچاتے ہیں، ہمارے اعمال سے حضور کا توکل زیادہ قوی ذریعہ ہے۔

۳۔ کیونکہ آگ سے بچنا جنت میں پہنچنا بڑی نعمتیں ہیں تو ان کا ذریعہ بھی بڑا ہی ہوگا۔

۴۔ یعنی یہ ذریعہ بتانا مجھ کو آسان ہے کہ رب نے مجھ کو ہر شے پر مطلع کیا ہے یا وہ اعمال اسی پر آسان ہوں گے جس پر اللہ کرم کرے، ڈھیلا خود نیچے گرتا ہے کسی کے اٹھائے سے اوپر ہوتا ہے، ہماری پیدائش مٹی سے ہے ہمارا بھی یہی حال ہے۔  
۵۔ یعنی اسلام لاؤ جو ساری عبادتوں کی جڑ ہے کیونکہ عبادات کا ذکر تو آگے آ رہا ہے یہاں مضارع بمعنی امر ہے نہ کہ بمعنی خبر۔

۶۔ اس طرح کہ نماز روزانہ پانچ وقت، روزہ ہر سال رمضان میں، زکوٰۃ ہر سال، اگر مال ہو حج عمر میں ایک مرتبہ۔ ظاہر یہ ہے کہ یہاں صرف فرائض مراد ہیں جن پر جنتی ہونا موقوف ہے۔

۷۔ یعنی وہ نیک اعمال جو بہت سی نیکیوں کا ذریعہ ہیں جیسے روزہ نفس توڑنے کا ذریعہ ہے نفس ٹوٹ جانے پر انسان بہت سی نیکیاں کر سکتا ہے۔ کیونکہ روکنے والا نفس ہی ہے۔

۸۔ جس کی برکت سے روزہ دار تک گناہوں کا تیر نہیں پہنچتا اور شیطان کا راستہ بند ہو جاتا ہے۔

۹۔ چونکہ خیرات میں اللہ کی عبادت بھی ہے اور بندوں کا نفع بھی، غریبوں کی حاجت روائی بھی، اس لئے کہ یہ گناہوں کو مٹانے میں اکسر ہے، جو بندوں پر مہربان ہو رب اس پر مہربان ہوتا ہے۔

۱۰ یعنی نماز تہجد، نماز پنجگانہ کے بعد یہ نماز بہت اعلیٰ ہے اور نمازوں میں اطاعت غالب ہے اس نماز میں عشق، نیز یہ نماز رب نے خاص حضور کے لیے بھی حضور کے طفیل سے ہمیں ملی، فرماتا ہے: ”فَتَهْتَدُ بِهِ كَافِلَةٌ لَّكَ“۔

۱۱ یعنی عشاء کے بعد کچھ سو لیتے ہیں، پھر اٹھ کر تہجد پڑھتے ہیں، تہجد کے لیے پہلے سولیا شرط ہے ورنہ بستروں کا ذکر نہ ہوتا، بعد تہجد بھی سونا سنت ہے، یہ بھی اسی آیت سے ثابت ہے یعنی بستر بچھے ہوتے ہیں مگر وہ مصلے پر ہوتے ہیں۔

۱۲ یہاں دین کو اونٹ سے تشبیہ دی گئی، پھر اس کے لیے سر پاؤں اور کوہان ثابت کیا گیا جیسا استعارہ بالکنایہ اور تخیل میں ہوتا ہے۔

۱۳ یہ سوال جواب سائل کو شوق دلانے کے لئے ہیں کیونکہ انتظار کے بعد جو شے حاصل ہو خوب یاد رہتی ہے۔

۱۴ لہجیز سے مراد دین ہے۔ دینداری اسلام کے بغیر نہیں قائم رہ سکتی، جیسے سر کے بغیر زندگی اور نماز سے دین کو قوت و بلندی ہے، جیسے ستون سے چھت کی۔

۱۵ جہاد چونکہ دشوار ہے اور جہاد ہی سے دین کی زینت و رونق ہے، جیسے کوہان سے اونٹ کی زینت اور کوہان تک پہنچنا کچھ مشکل بھی ہوتا ہے۔ جہاد بمعنی مشقت ہے یہ لسان، سنان، اقلام بھی سے ہوتا ہے، کافروں پر جہاد سہل ہے مگر اپنے نفس پر مشکل یہ کلمہ سب جہادوں کو شامل ہے۔

۱۶ ملاک وہ ہے جس سے کسی چیز کا نظام اور قواعد قائم ہو، یعنی اصل اصول۔

۱۷ کلمہ کہ پہلے تو لو بعد میں بولو، زبان کو لگام دو، رب نے چھونے کے لیے دو ہاتھ، چلنے کے لیے دو پاؤں، دیکھنے کے لیے دو آنکھیں، سننے کے لیے دو کان دیے، مگر بولنے کے لیے زبان صرف ایک ہی دی کہ کلام کم کرو کام زیادہ۔

۱۸ یعنی بات تو معمولی چیز ہے۔ اس پر کیا پکڑ چوری، زنا، قتل وغیرہ جرم قابل

گرفت ہیں مردہ زبان سے نہیں ہوتے۔

۹۔ عرب میں یہ لفظ (ماں روئے) محبت و پیار میں بھی کہا جاتا ہے۔ جیسے بچوں سے مائیں پیار میں کہتی ہیں۔ اے رُڑ جائیں، اڈپڑ جائیں اردو میں مارے بتیارے، ارے مٹ گئے وغیرہ یعنی تو کم جائے یا مرجائے اور ماں تجھے رو رو کر ڈھونڈے یا یاد کرے۔

۱۰۔ کیونکہ ہاتھ پاؤں سے اکثر گناہ ہی ہوتے ہیں۔ مگر زبان سے کفر، شرک، غیبت، چغلی، بہتان سب کچھ ہوتے ہیں جو دوزخ میں ذلت و خواری کے ساتھ پھیلنے جاتے کا ذریعہ ہیں۔ حصائد وہ جگہ ہے جہاں کھیت کاٹ کر رکھا جاتا ہے یعنی کھلیان یا کٹوتی انسان کا ہر لفظ نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔ وہ دفتر گویا اس کا کھلیان ہے۔ (مرآۃ المتاجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۱ ص ۲۷)

### زبان کی آفات

جان لو! زبان کا خطرہ بہت بڑا ہے اور اس کے خطرے سے نجات صرف خاموشی میں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم، نور مجسم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خاموشی کی تعریف کی اور خاموش رہنے کی ترغیب دی۔ چنانچہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”مَنْ صَمَتَ نَجَا تَرْجَمَ: جو خاموش رہا اس نے نجات پائی۔“ (جامع الترمذی، ابواب صلوٰۃ القیامۃ، باب حدیث من کان یؤمن باللہ

فلیرم ضیف، الحدیث ۲۵۰۱، ج ۱ ص ۱۹۰۳)

سید المبلغین، رحمۃ اللعلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”الصَّمْتُ جَنَّتُكُمْ وَقَلِيلٌ فَأَعْلَهُ تَرْجَمَ: خاموشی حکمت ہے اور اسے اختیار کرنے والے کم ہیں۔“ (شعب الایمان للبیہقی، باب فی حفظ اللسان، فصل فی فضل السکوت عما لا یعنی،

الحدیث ۵۰۲۶، ج ۳، ص ۲۶۳)

شہنشاہ نبوت، ہیکر جود و حکمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ذیشان ہے:

مَنْ يَتَكَفَّلُ لِي مَا بَيْنَ لِحْيَتَيْهِ وَرَجْلَيْهِ أَتَكْفُلُ لَهُ بِالْجَنَّةِ

ترجمہ: جو شخص مجھے دو جبرڑوں کے درمیان والی چیز (یعنی زبان) اور دو ٹانگوں

کے درمیان والی چیز (یعنی شرمگاہ) کی ضمانت دے میں اسے جنت کی ضمانت دیتا

ہوں۔ (صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان، الحدیث ۷۴۷۲، ص ۵۴۳، منہونا)

امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے منہ میں چھوٹے

چھوٹے پتھر رکھتے تھے، جن کے ذریعے گفتگو سے پرہیز کرتے، نیز آپ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ اپنی زبان کی طرف اشارہ کر کے فرماتے: ”اس نے مجھے ہلاکت کی جگہوں

میں پہنچایا۔“

حضرت سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ”اَسَ اللہ

عَزَّ وَجَلَّ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! کوئی چیز زبان سے زیادہ قید کی محتاج

نہیں۔“

نبی اکرم، نور مجسم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان

ہے:

طُوبَى لِمَنْ أَمْسَكَ الْفَضْلَ مِنْ لِسَانِهِ وَآلَفَ الْفَضْلَ مِنْ مَالِهِ

ترجمہ: اس شخص کو مبارک ہو جو اپنی زبان کو فضول گوئی سے روک لے اور اپنے

زائد مال کو خرچ کر دے۔ (شعب الایمان للبیہقی، باب فی الزکاۃ، فصل فی کراہیۃ ..... لغ)

الحدیث ۳۳۸۸، ج ۳، ص ۲۲۵، لسانہ: بدلہ: قولہ)

حضرت سیدنا بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں، سرکارِ والا

مبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیع روزِ شمار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد



فرمایا: ”کوئی شخص اللہ عزَّ وَّجَلَّ کی رضا والا ایسا کلمہ کہتا ہے جس کے بارے میں اس کا خیال نہیں ہوتا کہ وہ کس بلندی تک پہنچے گا مگر اس کی وجہ سے اللہ عزَّ وَّجَلَّ قیامت تک اس کے لئے اپنی رضا لکھ دیتا ہے اور کوئی آدمی اللہ عزَّ وَّجَلَّ کی ناراضگی والا ایک کلمہ کہتا ہے، حالانکہ وہ شخص اسے معمولی سمجھتا ہے لیکن اللہ عزَّ وَّجَلَّ اس کے سبب قیامت تک اس کے لئے ناراضگی لکھ دیتا ہے۔“ (موسوع الامین ابی الدنیا، کتاب الصفات و آداب اللسان، باب النہی عن فضول الکلام و الخوض فی الباطل، الحدیث ۷۰، ج ۷، ص ۶۷-۶۸)

(امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں کہ) حضرت سیدنا علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے تھے: حضرت سیدنا بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت نے مجھے اکثر باتوں سے روکا ہے کہ تاجدار رسالت، شہنشاہ نبوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”ایک شخص ایسی بات کہتا ہے جس کے ذریعے اپنے پاس بیٹھنے والوں کو ہنساتا ہے، مگر وہ اس کے باعث ثریا (ستارے) سے بھی زیادہ دور جا گرتا ہے۔“ (الموسوع الامین ابی الدنیا، کتاب الصفات و آداب اللسان، باب النہی عن فضول الکلام، الحدیث ۷۱، ج ۷، ص ۶۸-۶۹) (لباب الاحیاء ص ۲۳۳)



## الحديث الثلاثون اللہ عزوجل کی حدود

عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخَثَنِيِّ جُرْثُومِ بْنِ كَاشِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ فَرَضَ فَرَائِضَ فَلَا تُضَيِّعُوهَا، وَحَدَّ حُدُودًا فَلَا تَعْتَدُوهَا وَحَرَّمَ أَشْيَاءَ فَلَا تَنْتَهَكُوهَا، وَسَكَّتَ عَنْ أَشْيَاءَ رَحْمَةً لَكُمْ غَيْرَ يُسَيِّانٍ فَلَا تَبْتَغُوا عَنْهَا. حَدِيثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ الدَّارِقُطْنِيُّ وَغَيْرُهُ.

روایت ہے حضرت ابی ثعلبہ خثنی سے <sup>۱</sup> فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ نے کچھ فرائض لازم فرمائے انہیں ضائع نہ کرو <sup>۲</sup> کچھ محرمات حرام کیے ان کی حرمت نہ توڑو <sup>۳</sup> کچھ حدیں مقرر کیں ان سے آگے نہ بڑھو <sup>۴</sup> کچھ چیزوں سے (بغیر بھولے) خاموشی کی ان سے بحث نہ کرو <sup>۵</sup> اس حدیث کو دارقطنی وغیرہ نے روایت کیا یہ حدیث حسن ہے۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں

کہ

۱۔ آپ کا نام جرثوم ابن ناشر ہے، قبیلہ بنی قزاعہ کے خاندان خثن سے متعلق ہیں، آپ جلیل القدر صحابی ہیں، بیعت الرضوان میں حاضر تھے۔ آپ کی وجہ سے آپ کی قوم اسلام، لائی شام میں قیام فرمایا، <sup>۵</sup> ھ میں وفات پائی آپ سے چالیس

احادیث مروی ہیں۔

۴۔ یعنی فرض اعمال قرآن سے ثابت ہوں یا حدیث سے ان پر ضرور پابندی کرو، نیز اخلاص سے ادا کرو۔ خیال رہے کہ فرض وہ ہے جس کا ثبوت بھی یقینی ہو اور طلب بھی یقینی اس کا تارک فاسق ہے اور منکر کافر۔

۵۔ اس طرح کہ حرام کے قریب بھی نہ جاؤ کرنا تو کجا۔

۶۔ یعنی حلال و حرام کی حدود کو نہ توڑو، نمازیں پانچ فرض ہیں۔ چار یا چھ نہ مانو، زکوٰۃ مال کا (۴۰) چالیسواں حصہ فرض ہے، کم و بیش پر عقیدہ مت رکھو، چار عورتوں تک کا نکاح جائز پانچویں کو حلال چوتھی کو حرام نہ سمجھیں وغیرہ۔

۷۔ یعنی بعض چیزوں کی حلت و حرمت صراحتاً قرآن یا حدیث میں مذکور نہیں ان کی بحث میں نہ پڑو وہ مباح ہیں عمل کیے جاؤ ان کے بارے میں رب فرماتا ہے: ”عَلَيْهِمُ اللَّهُ عَنْهَا“ حضور فرماتے ہیں جس سے خاموشی ہو وہ معاف ہے جیسا

کہ ”کتاب الاطعمہ“ میں آئیگا۔ (ازمرقاۃ وغیرہ) (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۱ ص ۱۹۵)

### حلال و حرام کے مسائل کا سیکھنا فرض ہے

رحمتِ دو عالم، نورِ مجسم، شاہِ بنی آدم، نبیِ حَسْبُہُمُ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ معظم ہے: ”جو کوئی اللہ عزوجل کے فرائض کے مُتَعَلِّق ایک یا دو یا تین یا چار یا پانچ کلمات سیکھے اور اسے اچھی طرح یاد کر لے اور پھر لوگوں کو سکھائے تو وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: یہ ارشادِ پاک سننے

کے بعد میں کبھی بھی کوئی حدیث نہ بھولا۔“ (الترغیب والترہیب ج 1 ص 54 حدیث 20)

میرے آقا اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنت، مولینا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ہر شخص پر اس کی حاجتِ موجودہ (یعنی جس کی ضرورت اُس وقت موجود ہو اس) کے مسئلے سیکھنا فرضِ عین ہے اور انہیں میں سے مسائلِ حلال و حرام کہ

ہر فرد بشران کا محتاج ہے۔

(تفصیلی معلومات کیلئے فتاویٰ رضویہ ج 23 ص 623 تا 630 کا مطالعہ فرمائیے)

### علم سیکھنا فرض ہے

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پاک، صاحب لولاک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ”طَلَبُ الْعِلْمِ قَرِیْضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ“ یعنی علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد (وعورت) پر فرض ہے۔“ (شعب الایمان، باب فی طلب العلم، الحدیث: ۱۶۶۵، ج ۲، ص ۲۵۳)

ہر مسلمان مرد و عورت پر علم سیکھنا فرض ہے، (یہاں) علم سے بقدر ضرورت شرعی مسائل مراد ہیں لہذا روزے نماز کے مسائل ضرور یہ سیکھنا ہر مسلمان پر فرض، حیض و نفاس کے ضروری مسائل سیکھنا ہر عورت پر، تجارت کے مسائل سیکھنا ہر تاجر پر، حج کے مسائل سیکھنا حج کو جانے والے پر عین فرض ہیں لیکن دین کا پورا عالم بننا فرض کفایہ کہ اگر شہر میں ایک نے ادا کر دیا تو سب بری ہو گئے۔ (ماخوذ از مراۃ المناجیح، ج ۱، ص ۲۰۲)



## الحديث الحادي والثلاثون دنیا سے بے رغبتی

عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ سَعْدِ بْنِ سَهْلٍ الشَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ: كُلُّي عَلَى عَمَلٍ إِذَا عَمَلْتُهُ أَحَبَّنِي اللَّهُ وَأَحَبَّنِي النَّاسُ، فَقَالَ: ازْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبَّكَ اللَّهُ وَازْهَدْ فِيمَا عِنْدَ النَّاسِ يُحِبُّكَ النَّاسُ. حَدِيثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَهٍ وَغَيْرُهُ بِأَسَانِيدٍ حَسَنَةٍ.

روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص آیا تو بولا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایسے کام پر رہبری کریں کہ جب میں وہ کروں تو مجھ سے اللہ بھی محبت کرے اور لوگ بھی محبت کریں<sup>۱</sup> فرمایا دنیا میں بے رغبت رہو تم سے اللہ محبت کرے گا<sup>۲</sup> اور لوگوں کی پاس کی چیزوں سے بے رغبت رہو تم سے لوگ محبت کریں گے<sup>۳</sup> (ترمذی، ابن ماجہ)<sup>۴</sup>

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں

کہ:

۱۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے بندوں کی محبت جو قدرتی طور سے ہو اللہ کی رحمت

ہے، محبت خلق محبت خالق کی علامت ہے

انتم شهداء اللہ فی الارض لہذا لوگوں کی محبت حاصل کرنے کی کوشش کرنا

ممنوع نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ مولیٰ واجعل لی لسان صدق فی الاخرین آئندہ نسلوں میں میرا ذکر خیر جاری فرما لہذا ان صاحب کا یہ سوال بالکل برحق ہے۔

۱۔ دنیا سے بے رغبتی کے رکن تین ہیں: محبت دنیا سے علیحدگی، زائد دنیا سے پرہیز، آخرت کی تیاری، ایسے شخص سے اللہ تعالیٰ محبت اس لیے کرتا ہے کہ وہ اللہ کے دشمن سے محبت نہیں کرتا دشمن کا دشمن بھی دوست ہوتا ہے۔ (مرقات) صوفیاء فرماتے ہیں کہ آگ کے ڈر سے دنیا میں رہتے ہوئے اس سے الگ رہنا زہد ہے۔ کسی صوفی نے کیا خواب کہا شعر

وما الزهد الا فی القطاع الخلاق وما الحق الا فی وجود الحقائق

وما الحب الا حب من کان قلبہ عن الخلق مشغولا برب الخلاق

نیز جو دنیا سے بے رغبت ہو گا وہ گناہ کم کرے گا نیکیاں زیادہ اور ایسا بندہ ضرور اللہ تعالیٰ کو پیارا ہے۔

۲۔ دنیا کا دستور ہے کہ جو اس کی طرف دوڑتا ہے تو وہ اس سے بھاگتی ہے اور جو اس سے بے نیاز ہوتا ہے تو وہ اس کی طرف آتی ہے۔ جو شخص لوگوں سے تمنا رکھے گا تو خواہ مخواہ ان کی خوشامد کرے گا اور لوگ اسی سے نفرت کریں گے اور جو لوگوں سے بے نیاز ہو گا تو لوگ خواہ مخواہ اس کی طرف آئیں گے۔ شعر

آس بگذا ر بادشاہی کن گردن بے طمع بلند بود

۳۔ یہاں صاحب مشکوٰۃ سے یا کاتب سے غلطی ہوئی کہ ترمذی کا ذکر بھی کر دیا یہ حدیث صرف ابن ماجہ میں مذکور ہے ترمذی میں نہیں اور زہد فی الدنیا سے آخر تک ابن ماجہ، طبرانی، حاکم، بیہقی نے بروایت بہل ابن سعد روایت کی۔ (مرقات)

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۷ ص ۳۳)



زہد کیا ہے؟

حضرت سیدنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی کی اسی مشہور زمانہ تصنیف لباب الاحیاء میں فرماتے ہیں:

زہد کی حقیقت یہ ہے کہ رغبت کو ایک چیز سے پھیر کر کسی دوسری چیز کی طرف متوجہ کیا جائے، پس جو شخص فضول دنیا کو چھوڑ دے اور اس کی بجائے آخرت کی طرف راغب ہو، تو وہ شخص دنیا میں زاہد ہے اور زہد کا بلند درجہ یہ ہے کہ انسان اللہ عزَّ وَّجَلَّ کے علاوہ ہر چیز حتیٰ کہ آخرت سے بھی اعراض کرے اور زاہد کے لئے اس بات کا علم ہونا ضروری ہے، کہ آخرت دنیا سے بہتر ہے اور اس عمل کا ہونا ضروری ہے، جو اس سے اس حال میں صادر ہو اور یہی آخرت میں مکمل رغبت ہے اور عملِ دل اور اعضاء کی حفاظت کے ساتھ ان معاملات میں قیمت کو سپرد کرنے کا نام ہے، جو اس بیع کے منافی ہوں اور زہد کی فضیلت پر کئی آیات اور احادیث دلالت کرتی ہیں۔ چنانچہ، اللہ عزَّ وَّجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

(1) اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِينَةً لِّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَلَيْهِمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: بے شک ہم نے زمین کا سنگار کیا جو کچھ اس پر ہے کہ انہیں

آزمائیں ان میں کس کے کام بہتر ہیں۔ (پ 15، الکہف: 7)

(2) يَوْمَ مَالُهُ فِي الْاٰخِرَةِ مِمَّنْ نَّعِيبُ ۝

ترجمہ کنزالایمان: جو آخرت کی کھیتی چاہے ہم اس کے لئے اس کی کھیتی

بڑھائیں اور جو دنیا کی کھیتی چاہے ہم اسے اس میں سے کچھ دیں گے اور آخرت میں

اُس کا کچھ حصہ نہیں۔ (پ 25، الشوری: 20)

شہنشاہِ مدینہ، قرائ قلب و سینہ، صاحبِ معطرِ پسینہ، باعثِ فُزولِ سکینہ، فیضِ گنجینہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ نصیحت نشان ہے: ”جو شخص اس حال میں صبح کر

ے کہ اُسے دنیا ہی کی فکر ہو اللہ عزَّ وَّجَلَّ اس کے کام منتشر کر دیتا ہے اور اس کا سامان متفرق کر دیتا ہے، اس کی تنگدستی اس کے سامنے کر دیتا ہے اور دنیا تو اسی قدر آئے گی، جو اس کی تقدیر میں لکھی ہے اور جو اس حال میں صبح کرے کہ اس کو آخرت کی فکر ہو اللہ عزَّ وَّجَلَّ اس کے کام درست فرما دیتا ہے، اس کے سامان کی حفاظت فرماتا اور اس کے دل میں دنیا سے بے رغبتی ڈال دیتا ہے نیز اس کے پاس دنیا ذلیل ہو کر آتی ہے۔“ (سنن ابن ماجہ، ابواب الزہد، باب الھم بالدنیا، الحدیث ۴۱۰۵، ص ۲۷۶، ج ۲، جغیر قلیل)

نبی کریم، رءوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ حکمت نشان ہے: ”جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ اسے خاموشی اور دنیا سے بے رغبتی عطا کی گئی ہے تو اس کے قریب ہو جاؤ کیونکہ اسے حکمت عطا کی گئی ہے۔“

(سنن ابن ماجہ، ابواب الزہد، باب الزہد فی الدنیا، الحدیث ۴۱۰۱، ص ۲۷۶، ج ۲، جغیر قلیل)

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب و سینہ، سلطانِ باقرینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم.

کا فرمانِ محبت نشان ہے:

إِنْ أَرَدْتَ أَنْ يُحِبَّكَ اللَّهُ فَأَزْهِدْ فِي الدُّنْيَا.

ترجمہ: اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ عزَّ وَّجَلَّ تم سے محبت کرے تو دنیا میں زہد اختیار

کرو۔ (سنن ابن ماجہ، ابواب الزہد، باب الزہد فی الدنیا، الحدیث ۴۱۰۲، ص ۲۷۶، ج ۲، منھوما)

جب حضرت سیدنا حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کی: ”میں سچا مؤمن ہوں۔“ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے استفسار فرمایا: ”تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟“ انہوں نے عرض کی: ”میں نے اپنے نفس کو دنیا سے علیحدہ کر دیا ہے، پس میرے نزدیک اس (دنیا) کا سونا اور پتھر برابر ہیں، گویا میں جنت اور دوزخ کے مابین ہوں اور گویا میں اپنے رب عزَّ وَّجَلَّ کے عرش کے پاس کھڑا ہوں۔“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد

فرمایا: ”تم نے (ایمان کی حقیقت کو) پہچان لیا، پس اس کو لازم چہرہ (پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدنا حارثہ کے متعلق فرمایا) یہ ایسا بندہ ہے جس کے دل کو اللہ عز و جل نے نورِ ایمان سے متور کر دیا۔“

(ابن ماجہ کبیر المصنوع، المحدث ۹۷۳، ص ۲۲۵، ۲۲۶)

## زہد کے درجات

زہد کے تین درجات ہیں:

پہلا درجہ: یہ ہے کہ انسان تکلف کے ساتھ دنیا سے بے رغبتی اختیار کرے اور اپنی خواہشات کے باوجود اسے ترک کرنے کی کوشش کرے، تو ایسا شخص متزہد ہے اور ہو سکتا ہے وہ اس پر مداومت اختیار کر کے زہد کو پالے۔

دوسرا درجہ: یہ ہے کہ وہ اپنی خوشی سے دنیا سے بے رغبتی اختیار کرے یعنی وہ جس چیز کی طمع کر رہا ہے اس کی نسبت سے دنیا کو حیر جانے جیسے کوئی شخص دور بہر کے لئے ایک درہم چھوڑ دیتا ہے اور یہ چیز اس پر دشوار نہیں ہوتی لیکن اس کی توجہ دنیوی اور اپنے نفس کی طرف بھی رہتی ہے (یعنی وہ خیال کرتا ہے کہ اس نے بڑی اہم چیز کو چھوڑا ہے) اور یہ بھی زہد ہے، لیکن اس میں نقصان کا اندیشہ ہے۔

تیسرا درجہ: سب سے اعلیٰ ہے اور وہ یہ کہ بندہ خوشی سے زہد اختیار کرے اور اپنے زہد میں مبالغہ اختیار کرے اور یہ خیال نہ کرے کہ اس نے کوئی چیز چھوڑی ہے اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ دنیا کوئی چیز نہیں اس کی مثال اس شخص کی ہے، جس نے پتھر کو چھوڑا اور موتی لے لیا، پس وہ اس چیز کو اس کا بدلہ نہیں سمجھتا اور دنیا کی آخرت کے مقابلے میں کوئی اہمیت نہیں۔

حضرت سیدنا ابو یزید علیہ رحمۃ اللہ الوحید نے حضرت سیدنا ابو موسیٰ عبد الرحمن علیہ رحمۃ اللہ الممتان سے پوچھا: ”آپ کس چیز کے متعلق گفتگو کر رہے ہیں؟“ انہوں

نے جواب دیا: ”زبد کے بارے میں۔“ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پوچھا: ”کس چیز میں زبد؟“ جواب دیا: ”دنیا میں“ (یہ سن کر) حضرت سیدنا ابو یزید علیہ رحمۃ اللہ الوحید نے ہاتھ جھاڑتے ہوئے فرمایا: ”میرا خیال تھا کہ آپ کی چیز کے بارے میں گفتگو کر رہے ہوں گے، دنیا تو کوئی چیز ہی نہیں جس میں زبد اختیار کیا جائے۔“

اہل معرفت اور مشاہدات و مکاشفات سے معمور دل رکھنے والوں کے نزدیک آخرت کے لئے دنیا کو ترک کرنے والے کی مثال اس شخص کی ہے، جو بادشاہ کے دربار میں جانا چاہتا ہے، لیکن دروازے پر موجود کتا اسے روک لیتا ہے، وہ اس کے سامنے روٹی کا ایک تقمہ ڈالتا ہے تو وہ اس میں مشغول ہو جاتا ہے، اور وہ خود دروازے میں داخل ہو جاتا ہے اور بادشاہ کا قرب حاصل کر لیتا ہے یہاں تک کہ اس کا حکم تمام مملکت میں نافذ ہونے لگتا ہے تو تمہارا کیا خیال ہے کہ یہ وہ اپنے اصل کے ہوئے مقام کے مقابلے میں اس لقمے کو زیادہ اہمیت دے گا، جو اس نے کتے کے سامنے ڈالا؟ شیطان بھی اللہ عزّ و جلّ کے دروازے پر ایک کتا ہے، جو لوگوں کو داخل ہونے سے روکتا ہے، حالانکہ دروازہ کھلا اور پردہ اٹھا ہوا ہے۔ اور دنیا روٹی کے ایک لقمے کی طرح ہے، اگر تم اسے کھاؤ تو اس کی لذت صرف چبانے کی حد تک ہے، پھر ننگے ہی لذت ختم ہو جائے گی، پھر اس کا بوجھ معدے میں باقی رہتا ہے اور بدبو کی شکل اختیار کر لیتا ہے، پھر اس بوجھ کو نکالنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ پس جو شخص اسے بادشاہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے ترک کرتا ہے، تو وہ اس کی طرف کیسے متوجہ ہوگا؟ اور دنیا جو کسی شخص کو صحیح سلامت حاصل ہوتی ہے آخرت کے مقابلے میں اس کی وہ نسبت بھی نہیں جو ایک لقمے کو دنیوی ملک کے ساتھ حاصل ہے، کیونکہ جس کی کوئی انتہاء ہو اسے غیر متناہی چیز سے کوئی نسبت نہیں اور دنیا غریب ختم ہونے والی ہے، اگرچہ اس کی عمر لاکھ سال ہو جائے اور وہ کدورتوں سے بالکل صاف ہو جائے پھر بھی اس کا انجام

زوال ہی ہے۔

اے بھائی! جب تو نے یہ بات جان لی تو یہ بھی جان لو! اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ تم رضائے الہی عزّ و جلّ کے لئے اس کے سوا ہر چیز سے بے رغبت ہو جاؤ اور یہ چیز اللہ عزّ و جلّ (کے دیدار) کی لذت اور اس کے سوا ہر نعمت سے زہد اختیار کرنے کی معرفت سے حاصل ہوتی ہے۔ پس تمہیں چاہے کہ اپنی ضرورت کے مطابق کھانا، لباس، نکاح اور رہائش اختیار کرو، جس سے تمہارے بدن کا گزارہ ہو اور تم اپنا دفاع کر سکو، یہی حقیقی زہد ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ (باب الاحیاء ۳۲۹)



## الحديث الثاني والثلاثون اسلام امن و سلامتی کا پیغام

عن أبي سعيدٍ سعد بن مالك بن سنانٍ الخُدُري رضي الله عنه أنَّ رَسُولَ  
الله صلى الله عليه وسلم قال: لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ. حَدِيثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ  
ابْنُ مَاجَهٍ وَالتِّرْمِذِيُّ وَغَيْرُهُمَا مُسْنَدًا، وَرَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمَوْظِعِ مَرْسَلًا  
عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْقَطَ أَبُو  
سَعِيدٍ وَلَهُ ظَرْفٌ يُقَوِّى بَعْضُهَا بَعْضًا.

(سنن ابن ماجہ، کتاب الاَحكام، باب من بنی فی حقہ بضر بچارہ، ر: 2340، 3/106)

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ اسلام میں نہ کوئی تکلیف ہے نہ  
دوسرے کو تکلیف پہنچانا۔

نہ تکلیف دو، نہ تکلیف اٹھاؤ

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

الْمُسْلِمُ مِنَ سَلَامِ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ.

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ، رقم ۱۰، ج ۱، ص ۱۵)

یعنی مسلمان کا اسلامی نشان یہ ہے کہ تمام مسلمان اس کی زبان اور اس کے ہاتھ  
سے سلامت رہیں۔

مطلب یہ ہے کہ وہ کسی مسلمان کو کوئی تکلیف نہ دے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
آلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ مسلمان کو چاہیئے کہ وہ جو کچھ اپنے لیے پسند کرتا ہے وہی



اپنے اسلامی بھائیوں کے لیے بھی پسند کرے۔

(صحیح البخاری، کتاب الایمان باب من الایمان ان یحب لانیہ ما یحب لنفسہ، رقم ۱۳، ج ۱، ص ۱۶)

ظاہر ہے کہ کوئی شخص بھی اپنے لیے یہ پسند نہیں کریگا کہ وہ تکلیفوں میں مبتلا ہو اور دکھ اٹھائے تو پھر فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے مطابق ہر شخص پر یہ لازم ہے کہ وہ اپنے کسی قول و فعل سے کسی کو ایذا اور تکلیف نہ پہنچائے اس لیے مندرج ذیل باتوں کا خاص طور پر ہر مسلمان کو خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔

(۱) کسی کے گھر مہمان جاؤ یا بیمار پرسی کے لیے جانا ہو تو اس قدر زیادہ دنوں تک یا اتنی دیر تک نہ ٹھہرو کہ گھر والا تنگ ہو جائے اور تکلیف میں پڑ جائے۔

(۲) اگر کسی کی ملاقات کے لیے جاؤ تو وہاں اتنی دیر تک مت بیٹھو یا اس سے اتنی زیادہ باتیں نہ کرو کہ وہ اکتا جائے یا اس کے کام میں حرج ہونے لگے کیونکہ اس سے یقیناً اس کو تکلیف ہوگی۔

(۳) راستوں میں چارپائی یا کرسی یا کوئی دوسرا سامان برتن یا اینٹ پتھر وغیرہ مت ڈالو کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ لوگ روزانہ کی عادت کے مطابق بے کھٹکے تیزی کے ساتھ چلے آتے ہیں اور ان چیزوں سے ٹھوکر کھا کر الجھ کر گر پڑتے ہیں بلکہ خود ان چیزوں کو راستوں میں ڈالنے والا بھی رات کے اندھیرے میں ٹھوکر کھا کر گرتا ہے اور چوٹ کھا جاتا ہے۔

(۴) کسی کے گھر جاؤ تو جہاں تک ہو سکے ہرگز ہرگز اس سے کسی چیز کی فرمائش نہ کرو۔

بعض مرتبہ بہت ہی معمولی چیز بھی گھر میں موجود نہیں ہوتی اور وہ تمہاری فرمائش پوری نہیں کر سکتا ایسی صورت میں اس کو شرمندگی اور تکلیف ہوگی اور تم کو بھی اس سے کوفت اور تکلیف ہوگی کہ خواہ مخواہ میں نے اس سے ایک گھٹیا درجے کی چیز کی فرمائش

کی اور زبان خالی گئی۔

(۵) ہڈی یا لوہے شیشے وغیرہ کے ٹکڑوں یا خاردار شاخوں کو نہ خود راستوں میں ڈالو نہ کسی کو ڈالنے دو اور اگر کہیں راستوں میں ان چیزوں کو دیکھو تو ضرور راستوں سے ہٹا دو ورنہ راستہ چلنے والوں کو ان چیزوں کے چبھ جانے سے تکلیف ہوگی اور ممکن ہے کہ غفلت میں تمہیں کو تکلیف پہنچ جائے اسی طرح کیلے اور خر بوزہ وغیرہ کے چھلکوں کو راستوں پر نہ ڈالو ورنہ لوگ پھسل کر گریں گے۔

(۶) کھانا کھاتے وقت ایسی چیزوں کا نام مت لیا کرو جس سے سننے والوں کو گھن پیدا ہو کیونکہ بعض نازک مزاج لوگوں کو اس سے بہت تکلیف ہو جایا کرتی ہے۔

(۷) جب آدمی بیٹھے ہوئے ہوں تو جھاڑ دمت دلواد کیونکہ اس سے لوگوں کو تکلیف ہوگی۔

(۸) تمہاری کوئی دعوت کرے تو جتنے آدمیوں کو تمہارے ساتھ اس نے بلایا ہے خبردار اس سے زیادہ آدمیوں کو لے کر اس کے گھر نہ جاؤ شاید کھانا کم پڑ جائے تو میزبان کو شرمندگی اور تکلیف ہوگی اور مہمان بھی بھوک سے تکلیف اٹھائیں گے۔

(۹) اگر کسی مجلس میں دو آدمی پاس پاس بیٹھے باتیں کر رہے ہوں تو خبردار تم ان دونوں کے درمیان میں جا کر نہ بیٹھ جاؤ کہ ایسا کرنے سے ان دونوں ساتھیوں کو تکلیف ہوگی۔

(۱۰) عورت کو لازم ہے کہ اپنے شوہر کے سامنے کسی دوسرے مرد کی خوبصورتی یا اس کی کسی خوبی کا ذکر نہ کرے کیونکہ بعض شوہروں کو اس سے تکلیف ہوا کرتی ہے اسی طرح مرد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی بیوی کے سامنے کسی دوسری عورت کے حسن و جمال یا اس کی چال و حال کا تذکرہ اور تعریف نہ کرے کیونکہ بیوی کو

اس سے تکلیف پہنچے گی۔

(۱۱) کسی دوسرے کے خط کو کبھی ہرگز نہ پڑھا کرنا ممکن ہے خط میں کوئی ایسی بات ہو جس کو وہ ہر شخص سے چھپانا چاہتا ہو تو ظاہر ہے کہ تم خط پڑھ لو گے تو اس کو تکلیف ہوگی۔

(۱۲) کسی سے اس طرح کی ہنسی مذاق نہ کرو جس سے اس کو تکلیف پہنچے اسی طرح کسی کو ایسے نام یا القاب سے نہ پکارو جس سے اس کو تکلیف پہنچتی ہو قرآن مجید میں اس کی سخت ممانعت آئی ہے۔

(۱۳) جس مجلس میں کسی عیسیٰ آدمی کے عیب کا ذکر کرنا ہو تو پہلے دیکھ لو کہ وہاں اس قسم کا کوئی آدمی تو نہیں ہے ورنہ اس عیب کا ذکر کرنے سے اس آدمی کو تکلیف اور ایذا پہنچے گی۔

(۱۴) دیواروں پر پان کھا کر نہ تھو کو کہ اس سے مکان والے کو بھی تکلیف ہوگی اور ہر دیکھنے والے کو بھی گھن پیدا ہوگی۔

(۱۵) دو آدمی کسی معاملہ میں بات کرتے ہوں اور تم سے کچھ پوچھتے کچھتے نہ ہوں تو خواہ مخواہ تم ان کو کوئی رائے مشورہ نہ دو ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیے یہ تکلیف دینے والی بات ہے۔

بہر حال خلاصہ یہ ہے کہ تم اس کوشش میں لگے رہو کہ تمہارے کسی قول یا فعل یا طریقے سے کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچے اور تم خود بلا ضرورت خواہ مخواہ کسی تکلیف میں

پڑو۔ (جنتی زیور ۵۴۹-۵۵۱)



## الحديث الثالث والثلاثون جامع قانون

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَوْ يُعْطَى النَّاسُ بِدَعْوَاهُمْ لَا دَعَى رِجَالُ أَمْوَالِ قَوْمٍ وَدِعْمَاءَهُمْ، وَلَكِنَّ الْبَيِّنَةَ عَلَى الْمُدَّعَى وَالْيَمِينُ عَلَى مَنْ أُنْكِرَ. حَدِيثٌ حَسَنٌ زَوَّاهُ الْبَيْهَقِيُّ (١) وَغَيْرُهُ هَكَذَا (٢)، وَبَعْضُهُ فِي الصَّحِيحَيْنِ (٣).

(١) "سنن أبي يعقوب الكبري"، كتاب الدعوى واليمينات، باب البينة على المدعي، ر: 21201،  
10/427 (٢) "سنن ابن ماجه"، كتاب الاحكام، باب البينة على المدعي... إلخ، ر: 2321،  
3/96 (٣) "صحیح البخاری"، تفسیر سورة آل عمران، باب قوله تعالى: إِنْ أُنْكِرَ مِنْكُمْ شَيْءٌ فَعَلَيْكُمْ أَنْتُمْ، ر: 4552/4، 190 (صحیح مسلم، کتاب الاقضية، باب اليمين على مدعي عليه، ر: 1711، ج: 941)

روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا اگر لوگوں کو ان کے دعوؤں پر دے دیا جائے لے تو لوگ انسانوں کے خونوں ان کے مالوں کا دعویٰ کر دیں لے لیکن قسم مدعی علیہ پر ہے لے (مسلم) اور نووی شرح مسلم میں ہے انہوں نے فرمایا کہ بیہقی کی روایت میں حسن یا صحیح استاد سے بروایت ابن عباس مرفوعاً یہ زیادتی منقول ہے کہ لیکن گواہ مدعی پر ہے اور قسم انکاری پر لے

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں

کہ:

۱۔ اگر بفرض محال قانون اسلام یہ ہو جائے کہ ہر ایک کے دعویٰ پر بغیر گواہی اور بغیر اقرار مدعی علیہ فیصلہ ہو جایا کرے۔

۲۔ یعنی ہر ایک کہہ دیا کرے کہ فلاں پر میرا اتنا قرض ہے اور فلاں نے میرے عزیز کو قتل کر دیا ہے اس کا قصاص یا دیت دلوائی جائے اس پر ملک کا نظام ہی بگڑ جائے۔

۳۔ یہ فرمان عالی مجمل ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اگر مدعی کے پاس گواہی موجود نہ ہو اور مدعی علیہ اس کے دعویٰ کا اقراری نہ ہو انکاری ہو اور مدعی اس سے قسم کا مطالبہ کرے تو قسم مدعی علیہ پر ہے، یہ تینوں قیدیں خیال میں رہنی چاہئیں۔ چونکہ مدعی پر گواہی پیش کرنے کا وجوب بالکل ظاہر تھا اس لیے اس کا ذکر نہ فرمایا۔ (اشعہ) اگر قاضی نے مدعی کے مطالبہ کے بغیر مدعی علیہ سے قسم لے لی تو مدعی پھر قسم کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ اس قانون سے حدود یعنی شرعی مقررہ سزائیں اور لعان وغیرہ علیحدہ ہیں کہ ان میں گواہی و قسم اس طرح نہیں، اس کی تفصیل کتب فقہ میں ہے۔

۴۔ یعنی شیخ محی الدین نووی نے بحوالہ مذکورہ مدعی پر گواہی لازم ہونے کا ذکر بھی فرمایا۔ خیال رہے کہ بینہ یا تو بنا ہے بینوتہ بمعنی جدائی سے یا بیان سے بمعنی ظہور، چونکہ گواہی شرعی حق و باطل کو جدا جدا کر دیتی ہے یا اس سے چھپی چیز ظاہر ہو جاتی ہے اس لیے اسے بینہ کہتے ہیں۔ (مغرب، ہرقات) خیال رہے کہ مدعی کے ذمہ گواہی اور مدعی علیہ پر قسم ہونا عظیم الشان قاعدہ ہے اور یہ حدیث معنی متواتر ہے جیسے حدیث انما الاعمال بالنیات متواتر ہے، مدعی پر قسم نہیں مدعی علیہ پر گواہی نہیں۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۵ ص ۶۵۳)

حضرت علامہ غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح صحیح مسلم میں اسی

موضوع پر یوں رقم طراز ہیں:

مدعی علیہ پر قسم کے لزوم میں مدعی اور مدعی علیہ کے درمیان اختلاف ضروری ہے یا نہیں؟

اس حدیث میں احکام شریعت کے قواعد میں سے ایک اہم قاعدہ بیان کیا گیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ کسی انسان کا قول صرف اس کے دعویٰ کی وجہ سے قبول نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے قبول ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ یا تو وہ اپنے دعویٰ پر گواہ پیش کرے یا مدعی علیہ اس کے دعویٰ کی تصدیق کر دے۔ اور نبی ﷺ نے یہ بیان فرما دیا ہے کہ محض کسی شخص کے دعویٰ کی وجہ سے اس کو اس کا حق نہیں دیا جائے گا کیونکہ اگر ایسا ہو تو ہر قوم دوسری قوموں کی جانوں اور اموال پر اپنے حق کا دعویٰ کرے گی۔ اور مدعی علیہ کی جان اور مال کی حفاظت ممکن نہیں رہے گی۔ اور مدعی کی حفاظت گواہوں کے ذریعہ ممکن ہے، نیز اس حدیث میں امام شافعی اور جمہور فقہاء اسلام کے اس موقف پر دلیل ہے کہ ہر وہ شخص جس کے خلاف دعویٰ کیا جائے اس پر قسم کھانا لازم ہے عام ازیں کہ اس کے اور مدعی کے مابین کوئی اختلاف اور میل ملاپ ہو یا نہ ہو، اسکے برخلاف امام مالک، جمہور فقہاء مالکیہ اور فقہاء مدینہ کی یہ رائے ہے کہ ہر مدعی علیہ پر قسم کھانا لازم نہیں ہے ورنہ اہل غرض اور جہلا شرفاء پر جھوٹے دعوے کر کے ایک دن میں ان پر کئی کئی قسمیں لازم کر دیں گے۔ اس لئے مدعی علیہ پر قسم کے لزوم کے لیے یہ شرط لگائی گئی ہے کہ مدعی اور مدعی علیہ میں کسی قسم کا کوئی ربط اور اختلاف ہو جس کی وجہ سے دعویٰ کی صحت کا گمان ہو سکے (ورنہ ادبائش لوگ بلا وجہ کسی شریف آدمی پر دعویٰ کریں گے کہ اس نے ہماری فلاں چیز دینی ہے ورنہ یہ قسم کھائے۔ سعیدی غفرلہ) اختلاف کی تفسیر میں فقہاء مالکیہ کا اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ ایک یا دو آدمیوں کی شہادت سے یہ ثابت ہو کہ ان کے درمیان کوئی معاملہ یا قرض کا لین دین ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ معاملہ کا صرف شبہ بھی کافی ہے اور جمہور فقہاء اسلام



کی دلیل اس باب کی حدیث ہے جس کی رو سے مطلقاً ہر مدعی علیہ پر قسم لازم ہے خواہ ان کے درمیان کسی قسم کا اختلاط اور ربط ہو یا نہ ہو اور کتاب، سنت اور اجماع میں اختلاط کی اصل پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ (علامہ یحییٰ بن شرف نوادی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۷۷، مہجور نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعة الاولیٰ ۱۳۷۵ھ) (۲۴۱۳)

### مدعی پر گواہ اور مدعی علیہ پر قسم کے لزوم کی حکمت

مدعی پر گواہ لازم کرنے کی ایک حکمت تو وہ ہے جس کا خود اس حدیث میں بیان ہے کہ اگر صرف مدعی کے دعویٰ کی بنا پر اس کی تصدیق کر دی جائے تو ہر شخص دوسرے شخص کی جان اور مال پر دعویٰ کرے گا اس لیے ضروری ہے کہ مدعی اپنے دعویٰ کے صدق پر گواہ پیش کرے، اور مدعی علیہ چونکہ اس دعویٰ کا منکر ہوتا ہے اس لئے اس پر لازم ہے کہ وہ قسم کھا کر اپنی برأت کو ثابت کرے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مدعی کی جانب ضعیف ہوتی ہے کیونکہ وہ اس چیز کا دعویٰ کر رہا ہے جو دوسرے شخص کے قبضہ میں ہے اور ظاہر حال کا تقاضا یہ ہے کہ چیز اسی کی ہے جس کے قبضہ میں ہے اس لیے مدعی کی جانب ظاہر حال کے خلاف ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے اس وجہ سے اس پر گواہ پیش کرنا لازم ہے اور مدعی علیہ کی جانب قوی ہوتی ہے، کیونکہ ظاہر حال اس کا موید ہے اس وجہ سے اس لئے قسم کھانا کافی ہے۔

### مدعی اور مدعی علیہ کی تعریفات

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں کہ مدعی اور مدعی علیہ کی تعریفات میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ مدعی وہ شخص ہے جو بغیر حجت اور دلیل کے اپنے دعویٰ کا مستحق نہ ہو سکے، دوسرا قول یہ ہے کہ مدعی وہ ہے جو ظاہر حال کے خلاف دعویٰ کرے، تیسرا قول یہ ہے کہ مدعی ایک ایسی پوشیدہ چیز کا ذکر کرے جو ظاہر کے خلاف ہو چوتھا قول یہ ہے کہ مدعی وہ شخص ہے جو اگر اپنے دعویٰ کو چھوڑ دے تو اس کو چھوڑ دیا جائے اور یہ

تعریف احسن ہے کیونکہ یہ جامع اور مانع تعریف ہے، اور مدعی علیہ وہ شخص ہے جو بغیر حجت کے اپنی چیز کا مستحق ہوتا ہے دوسرا قول یہ ہے کہ مدعی علیہ وہ ہے جو ظاہر کے ساتھ متعلق ہو اور تیسرا قول یہ ہے کہ مدعی علیہ وہ شخص ہے کہ اگر وہ مقدمہ کو چھوڑتا چاہے تو اس کو نہ چھوڑا جائے بلکہ مقدمہ پر مجبور کیا جائے۔ (علامہ بدالدین ابو محمد محمود بن احمد

یعنی متوفی ۸۵۵ھ، عمدة القاری ج ۱۳ ص ۸۵-۸۳، مطبوعہ ادارة المطابع المنیریہ مصر ۱۳۳۸ھ)

علامہ ابو عبد اللہ دشتانی مالکی لکھتے ہیں: مدعی علیہ وہ شخص ہے جس کا دعویٰ اصل کے مطابق ہو اور اصل یہ ہے کہ اس کے خلاف کوئی مقدمہ اور معاملہ نہ ہو، اور مدعی وہ شخص ہے جو اس اصل کو اپنی طرف منتقل کرنے کی سعی کرے، یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی بچہ یا بڑا شخص حریت الاصل (اصل میں آزاد) ہونے کا دعویٰ کرے اور دوسرا شخص یہ دعویٰ کرے کہ وہ اس کا مملوک ہے تو اس شخص کے قول کا اعتبار کیا جائے گا جو حریت الاصل ہونے کا دعویٰ کرتا ہے کیونکہ اصل میں تمام انسان آزاد ہیں اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ وہ شخص اس کا مملوک اور غلام ہے اس سے کہا جائے گا کہ تم گواہ پیش کرو۔ علامہ ابن حاجب نے یہ ذکر کیا ہے کہ مدعی وہ شخص ہے جس کا دعویٰ کسی مصدق سے خالی ہو اور مدعی علیہ وہ شخص ہے جس کا قول عرف اور اصل سے موید ہو، الغرض یہ تمام تعریفات اس تعریف کی طرف رجوع کرتی ہیں کہ مدعی علیہ وہ شخص ہے جو اصل کا دعویٰ کرے اور مدعی وہ شخص ہے جو اس اصل کو اپنی طرف منتقل کرنے کا دعویٰ کرے۔ (علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلف دشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال المعلم ج ۵۵، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

### جائز اور حق بات پر قسم کھانے کے استحسان پر دلائل

جس شخص اپنے دعویٰ میں سچا ہو اور اس کے پاس گواہ نے ہوں تو۔۔۔ اس کے لیے قسم کھانا مباح ہے اور اس قسم کھانے سے اس پر کوئی گناہ ہو گا نہ کوئی وبال ہو گا،

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قسم کھانے کو مشروع کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی حرام چیز کو مشروع نہیں فرماتا، قرآن مجید میں تین مقامات پر اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حق بات پر قسم کھانے کا حکم دیا ہے۔

حضرت عمر نے حضرت ابی کے سامنے ایک کھجور کے درخت پر قسم کھائی پھر وہ ان کو ہبہ کر دیا، اور یہ فرمایا اگر میں نے قسم نہ کھائی تو مجھے یہ خوف ہے کہ لوگ اپنے حقوق پر قسم کھانا چھوڑ دیں گے اور قسم نہ کھانا سنت ہو جائے گا۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: قسم کھانے میں دو فائدے ہیں ایک تو مال ضائع ہونے سے محفوظ رہتا ہے اور نبی ﷺ نے ہل ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے دوسرا فائدہ یہ ہے کہ تمہارا مسلمان بھائی جو ظلم کر کے تمہارا حق مارنا چاہتا ہے تم قسم کھا کر اس کو اس ظلم سے باز رکھتے ہو اور اس کو ناحق مال غیر کھانے سے بچاتے ہو۔ یہ ظالم کی خیر خواہی ہے اور اس کو ظلم سے روکنا ہے اور نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ انسان قسم کھا کر اپنا حق لے لے۔

اگر کوئی شخص قسم کھانے سے بچے اور اپنا جائز حق جھوٹے مدعی علیہ پر چھوڑ دے تو اس میں ظالموں اور خائनों کی حوصلہ افزائی ہوگی بلکہ اس طرح ظلم پر مدد اور معاونت ہوگی اور یہ جائز نہیں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔ (مائدہ: ۲) ”گناہ اور سرکشی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔“ (علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ

بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المنہج ج ۱۰ ص ۲۱۵-۲۱۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ)

مذاہب ائمہ کی روشنی میں وہ مقدمات جن میں منکر سے قسم لینا جائز نہیں ہے

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ حقوق کی دو قسمیں ہیں ایک اللہ کا حق ہے اور

دوسرا بندے کا حق ہے اور دونوں حقوق کی دو، دو قسمیں ہیں:

بندے کے حق کی پہلی قسم

جو چیز مال ہو یا اس چیز سے مال مقصود ہو، اہل علم کے نزدیک اس میں قسم کھانا مشروع ہے اور اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے، اگر مدعی نے اس حق پر دو گواہ پیش کر دے تو اس کا دعویٰ ثابت ہو جائے گا ورنہ مدعی علیہ قسم کھا کر بری ہو جائے گا۔

بندے کے حق کی دوسری قسم

جس چیز کا مقدمہ ہے وہ نہ تو مال ہو اور نہ اس سے مال مقصود ہو جیسے حد قذف، نکاح، طلاق، رجعت، عیش، نسب، استیلاء، ذلاء وغیرہ احمد کے اس میں دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ اس میں مدعی علیہ سے قسم لی جائے گی نہ اس پر قسم پیش کی جائے گی، امام احمد کہتے ہیں کہ میں نے متقدمین میں سے کسی سے یہ نہیں سنا جو اموال اور ساز و سامان کے سوا کسی چیز میں قسم لینے کو جائز قرار دیتا ہو، امام مالک ابو حنیفہ کا بھی یہی قول ہے۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ نکاح اور جو چیزیں نکاح سے متعلق ہیں مثلاً رجعت، ایلاء میں رجوع، ولأء اور نسب وغیرہ ان میں قسم طلب نہیں کی جائے گی، کیونکہ ان چیزوں کا بدل نہیں ہے اور قسم اس چیز میں طلب کی جاتی ہے جس کا بدل ہو، اور اس میں مدعی علیہ کو اس بات کا اختیار ہوتا ہے کہ وہ قسم کھالے یا مدعی کے دعویٰ کو تسلیم کرے۔ اور چونکہ یہ امور دو گروہوں کے بغیر ثابت نہیں ہوتے اس لیے ان میں مدعی علیہ پر قسم نہیں پیش کی جاتی۔ امام احمد کا دوسرا قول یہ ہے کہ طلاق، قصاص، اور قذف میں قسم طلب کی جائے گی، خرتی نے کہا ہے کہ جب کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا میں نے تجھ سے رجوع کر لیا تھا اور عورت یہ کہے کہ تیرے رجوع سے پہلے میری عدت پوری ہو چکی تھی تو عورت سے قسم لے کر اس کے قول کا اعتبار کیا جائے گا اور جب چار ماہ کی عدت میں مرد اور عورت کا اختلاف ہو تو قسم کے ساتھ مرد کے قول کا اعتبار کیا جائے گا (یہ صورت ایلاء سے متعلق ہے۔ سعید غفرلہ) اور اس قول کے

تقاضے سے بندے کے ہر حق پر قسم طلب کی جائے گی۔ امام شافعی امام محمد اور امام ابو یوسف کا یہی قول ہے، کیونکہ امام مسلم نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”اگر لوگوں (کے حقوق) ان کے دعوؤں کے مطابق دے دیے جائیں تو ہر قوم دوسری قوم کی جانوں اور اموال پر دعویٰ کرے گی لیکن مدعی علیہ سے قسم لی جائے گی۔“ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہر قسم کے دعویٰ کو شامل ہے اور یہ فرمان قصاص کے دعویٰ کو بھی شامل ہے کیونکہ آدمی کے حق میں قصاص کا دعویٰ صحیح ہے لہذا مال کی طرح مدعی علیہ سے جان پر قسم لینا بھی جائز ہے۔

### اللہ کے حق کی پہلی قسم

یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں ان میں قسم مشروع نہیں ہے اور ہمارے علم کے مطابق اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، لہذا اگر کسی شخص نے کسی جرم (مثلاً زنا) کا اقرار کیا اور پھر اس اقرار سے رجوع کر لیا تو اس کے رجوع کو قبول کر لیا جائے گا اور اس سے قسم نہیں لی جائے گی اور اس کو چھوڑ دیا جائے گا، کیونکہ اس کا پردہ رکھنا مستحب ہے اس لیے اس کو رجوع کی تلقین کی جاتی ہے اور گراہوں کے لیے بھی یہ مستحب ہے کہ وہ ستر کریں جیسا کہ حضرت ماعز کے قصہ ہیں رسول اللہ ﷺ نے حضرت ہزال سے فرمایا تھا اگر تم اس کا پردہ رکھتے تو بہتر تھا۔

### اللہ کے حق کی دوسری قسم

یہ حقوق مالیہ ہیں مثلاً عامل زکوٰۃ کسی شخص پر یہ دعویٰ کرے کہ اس کا نصاب زکوٰۃ مکمل ہو گیا ہے، امام احمد کہتے ہیں کہ اس معاملہ میں مالک نصاب کا قول بغیر قسم کے معتبر ہے اور لوگوں سے ان کے صدقات پر حلف نہیں کیا جائے گا، امام شافعی، امام ابو یوسف اور امام محمد یہ کہتے ہیں کہ لوگوں سے ان کے صدقات کے متعلق حلف لیا جائے گا کیونکہ اس دعویٰ کی سماعت کی جاتی ہے اور یہ آدمی کے حق کے مشابہ ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ حقوق اللہ ہیں اور حد کے مشابہ ہیں نیز صدقات کا ادا کرنا عبادت ہے اس لیے اس پر قسم نہیں لی جائے گی جیسا کہ نماز پر قسم نہیں لی جاتی اور اگر کسی شخص پر یہ دعویٰ کیا جائے کہ اس پر قسم کا یا ظہار کا کفارہ ہے یا اس پر کسی صدقہ کی نذر ہے تو اس میں بغیر قسم لیے اس شخص کے قول کا اعتبار کیا جائے گا اور اس معاملہ میں دعویٰ کی سماعت نہیں کی جائے گی اور نہ کسی اور حد میں دعویٰ کی سماعت کی جائے گی کیونکہ اس معاملہ میں کسی مدعی کا حق نہیں ہے اور نہ کسی شخص کی اس پر دلالت ہے اس لیے اس دعویٰ کی سماعت نہیں ہوگی، ہاں اگر کسی معاملہ میں اللہ کے حق کے ساتھ بندے کا حق بھی متضمن ہو جائے تو پھر اس دعویٰ کی سماعت ہوگی مثلاً کسی شخص پر یہ دعویٰ کیا جائے کہ اس نے اس کا مال چرایا ہے تاکہ اس سے وہ اپنا مال برآمد کرے یا اس کو اس مال کا ضامن کرے یا کسی شخص پر یہ دعویٰ کرے کہ اس نے اس کی باندی سے زنا کیا ہے تاکہ اس شخص سے باندی کا مہر وصول کیا جاسکے تو اس دعویٰ کی سماعت کی جائے گی۔ (علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد

بن قدامہ حنبلی متونی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱۰ ص ۲۱۹، ۲۲۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ)

وہ مقدمات جن میں فقہاء احناف کے نزدیک منکر سے قسم لینا جائز نہیں ہے

علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک حسب ذیل صورتوں میں منکر سے قسم نہیں لی جائے گی:

(۱) نکاح: مثلاً ایک شخص یہ دعویٰ کرے کہ اس کا اس عورت سے نکاح ہے اور عورت انکار کرے یا اس کے برعکس ہو۔

(۲) رجعت: مثلاً طلاق کی عدت گزرنے کے بعد مرد یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس نے عدت گزرنے سے پہلے رجوع کر لیا تھا اور عورت منکر ہے یا اس کے برعکس ہو۔

(۳) ایلاء: (یعنی چار ماہ تک عورت سے عمل ازدواج نہ کرنے کی قسم کھانا،



اگر یہ مرد قسم پوری کرے تو چار ماہ بعد عورت بابتہ ہو جائے گی (میں دعوے کا دعویٰ کرتا، مثلاً چار ماہ کی مدت گزرنے کے بعد مرد یہ دعویٰ کرے کہ اس نے عدت سے اندر عمل ازدواج کر لیا تھا اور عورت منکر ہو یا اس کے برعکس ہو۔

(۴) غلام ہونے کا دعویٰ: مثلاً کسی مجہول النسب شخص کے بارے میں کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ یہ میرا غلام ہے اور وہ شخص منکر ہو یا اس کے برعکس ہو۔

(۵) ام ولد ہونے کا دعویٰ: مثلاً کوئی عورت اپنے مولیٰ پر دعویٰ کرے کہ وہ اس کی ام ولد ہے، اس کا عکس متصور نہیں ہے۔

(۶) ولایہ: مثلاً کسی مجہول النسب شخص کے بارے میں کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ وہ اس کا مولیٰ ہے اور اس نے اس کو آزاد کیا تھا اور وہ شخص منکر ہو یا اس کے برعکس ہو۔ یا یہ صورت ولایہ موالات میں ہو۔

(۷) نسب: مثلاً کسی مجہول النسب کے بارے میں کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ یہ اس کا بیٹا ہے یا اس کا والد ہے اور شخص منکر ہو یا اس کے برعکس ہو۔

(۸) حدود: مثلاً کوئی شخص دوسرے شخص پر ایسے جرم کا دعویٰ کرے جس پر حدود میں سے کوئی حد لازم آتی ہو اور وہ شخص منکر ہو۔

(۹) لعان: مثلاً عورت اپنے شوہر پر یہ دعویٰ کرے کہ اس کے شوہر نے اس کو ایسی تہمت لگائی ہے جس سے لعان واجب ہوتا ہے (یعنی زنا کی تہمت لگائی ہے) اور شوہر اس کا منکر ہو۔

امام ابو یوسف اور امام محمد یہ کہتے ہیں کہ حدود اور لعان کے سوا ان تمام صورتوں میں منکر سے قسم لی جائے گی، صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ مدعی علیہ کا قسم کھانے سے انکار کرنا دعویٰ کا اقرار کرنا ہے، اور یہ انکار اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ دعویٰ کا انکار کرنے میں جھوٹا ہے کیونکہ اگر وہ جھوٹا نہ ہوتا تو سچ اور حق پر قسم کھا لیتا اور جو چیز

واجب ہے اس کو ثابت کرنا، لہذا اس کا قسم کھانے سے انکار کرنا دعویٰ کا اقرار یا اس کا بدل ہے۔ لیکن یہ ایسا اقرار ہے جس میں شبہ ہے اور حدود شبہات سے ساقط ہو جاتی ہیں اور لعان بھی حکما حدہ ے اس لیے حدود اور لعان میں تو منکر سے قسم نہیں لی جائے گی اور باقی صورتوں میں منکر سے قسم لی جائے گی۔

امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ منکر کا قسم سے انکار کرنا ”بذل“ ہے یعنی وہ منازعت اور جھگڑے کو ترک کر رہا ہے اور اس سے اعراض کر رہا ہے نہ یہ کہ مدعی کے دعویٰ کو تسلیم کر رہا ہے اور ”بذل“ کے ساتھ قسم کا انکار دعویٰ کے ثبوت کے لیے موجب نہیں رہتا اور منکر کے انکار کو ”بذل“ پر محمول کرنا زیادہ بہتر ہے تاکہ یہ لازم نہ آئے کہ وہ دعویٰ کے انکار میں کاذب تھا جیسا کہ تو قسم کھانے سے انکار کر رہا ہے (کیونکہ جہاں تک ممکن ہو مسلمان کو کذب سے بچانا چاہیے) اور ان امور میں ”بذل“ جاری نہیں ہوتا (مثلاً ایک مرد ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ کرے عورت اس نکاح کی منکر ہو لیکن وہ قسم نہ کھائے اور کہے کہ میرا تمہارے ساتھ نکاح نہیں ہوا لیکن میں قسم کھانے کی بجائے اپنے آپ کو تمہارے حوالے کر دیتی ہوں تو عورت کا یہ بذل صحیح نہیں ہے، اسی طرح جس شخص پر کسی نے اپنے غلام ہونے کا دعویٰ کیا ہے وہ کہے میں اصل میں آزاد ہوں لیکن میں قسم کھانے کے بجائے اپنے آپ کی تمہاری غلامی میں دیتا ہوں تو اس کا یہ بذل صحیح نہیں ہے، اس طرح جس شخص پر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ یہ اس کا بیٹا ہے وہ کہے میں دراصل فلاں شخص کا بیٹا ہوں لیکن یہ دعویٰ مجھے مضر ہے اس لیے میں اپنا نسب اس کے لیے مباح کرتا ہوں تو یہ بذل صحیح نہیں ہے۔) اور منکر سے قسم لینے کا فائدہ یہ ہے کہ قسم سے انکار کی بنا پر مدعی کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے اور جب یہاں مدعی کے حق میں فیصلہ نہیں ہو سکتا تو منکر سے قسم بھی نہیں لی جائے گی۔ البتہ قسم سے انکار کرنا منازعت اور خصومت کو دفع کرنے کے لیے بذل کرنا ہے اس

وجہ سے اگر کوئی شخص مکاتب یا عبد ماذون ہونے کا دعویٰ کرے اور مالک منکر ہو اور بذل کرتے ہوئے قسم نہ کھائے تو وہ شخص مکاتب یا عبد ماذون قرار دیا جائے گا، کیونکہ اس میں ان کی معمولی رعایت ہے اور اگر کوئی شخص کسی پر قرض کا دعویٰ کرے اور مدعی علیہ بذل کرتے ہوئے قسم نہ کھائے تو اس پر قرض ادا کرنا لازم ہوگا، کیونکہ یہ مال کا معاملہ ہے، ایک شخص اپنا مال دوسرے پر مباح کر سکتا ہے لیکن کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنا نفس دوسرے پر مباح کر دے۔ اس لیے کوئی عورت قطع منازعت کی خاطر بذل کرتے ہوئے کسی غیر شخص پر اپنا نفس مباح نہیں کر سکتی اس وجہ سے ام ابو حنیفہ نے ان تمام صورتوں میں بذل کا اعتبار نہیں کیا لہذا ان کے نزدیک ان تمام صورتوں میں منکر سے قسم نہیں لی جائے گی۔ (علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر

مرغینائی حنفی متونی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۲۰۵، ۲۰۴، موضعاً، مطبوعہ مکتبہ شریک علیہ ملتان)

مدعی علیہ کے انکار کے بعد مدعی پر قسم لوٹانے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: اگر مدعی علیہ یہ کہے کہ میں قسم نہیں کھاتا یا خاموش رہے اور کسی بات کا ذکر نہ کرے تو پھر یہ دیکھا جائے گا کہ آیا دعویٰ مال کا ہے یا اس دعویٰ سے مال مقصود ہے یا نہیں؟ اگر مال کا دعویٰ ہو یا اس سے مال مقصود ہو تو قسم سے انکار کی بنا پر مدعی علیہ کے خلاف فیصلہ کر دیا جائے گا اور مدعی پر قسم نہیں لوٹائی جائے گی۔ امام احمد بن حنبل نے اس کی تصریح کی ہے انھوں نے کہا ہے کہ میں مدعی پر قسم لوٹانے کو جائز نہیں کہتا اگر مدعی علیہ نے حلف اٹھالیا تو فیہا در نہ مدعی کو اس کا حق دے دیا جائے گا۔ امام ابو حنیفہ کا بھی یہی قول ہے۔ ابوالخطاب کا مختاریہ ہے کہ اگر مدعی علیہ قسم نہ کھائے تو قاضی مدعی پر قسم لوٹا سکتا ہے اور مدعی کے حلف کے بعد اس کے دعویٰ کے مطابق فیصلہ کر دے۔ ابوالخطاب نے کہا ہے کہ امام احمد نے اس قول کو بھی صحیح کہا ہے، اور کہا ہے کہ یہ بعید از حق نہیں ہے، یہی اہل مدینہ کا قول ہے، حضرت

علی رضی اللہ عنہ سے بھی اس کی روایت ہے اور شریح، شعبی، نخعی، ابن سیرین اور امام مالک کا بھی خصوصاً اموال میں یہی قول ہے۔ امام شافعی کا تمام قسم کے دعاوی میں یہی قول ہے کیوں کہ نافع سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے طالب حق پر قسم لوٹا دی تھی (سنن دارقطنی) نیز اس لیے کہ جب مدعی علیہ نے قسم کھانے سے انکار کر دیا تو مدعی کا صدق ظاہر ہو گیا اور اس کی جانب قوی ہو گئی۔ پس اس کے حق میں بھی مدعی علیہ کی طرح قسم مشروع ہو جائے گی۔ نیز اس لیے کہ کبھی مدعی علیہ اس لیے قسم نہیں کھاتا کہ وہ صورت حال سے ناواقف ہوتا ہے اور جس کی اس کو پوری تحقیق نہیں ہے اس پر قسم کھانے سے بچتا ہے یا قسم کے اخروی انجام کے خوف سے قسم نہیں کھاتا یا دعویٰ کے انکار میں اپنے صادق ہونے کے یقین کے باوجود تہمت سے بچنے کے لیے قسم نہیں کھاتا تا کہ کوئی یہ نہ کہے کہ اس نے جھوٹی قسم کھائی ہے اس لیے مدعی علیہ کے محض قسم نہ کھانے سے مدعی کا صدق ظاہر نہیں ہوتا اس لیے بغیر دلیل کے مدعی کے حق میں فیصلہ کرنا صحیح نہیں ہے اور جب مدعی نے اپنے دعویٰ پر قسم کھالی تو مدعی کے صدق پر دلیل قائم ہو گئی اور اب اس کے حق میں فیصلہ کرنا صحیح ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی کہتے ہیں کہ امام احمد کے قول پر ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”لیکن مدعی علیہ پر قسم ہے“ اس حدیث میں آپ نے قسم کا مدعی علیہ میں حصر کر دیا ہے، نیز آپ نے فرمایا: ”مدعی پر گواہ پیش کرنا لازم ہیں اور مدعی علیہ پر قسم لازم ہے“ اس حدیث میں آپ نے جنس گواہ کا مدعی میں حصر کر دیا اور جنس قسم کا مدعی علیہ میں حصر کر دیا نیز حضرت ابن عمر پر دعویٰ کیا گیا کہ انھوں نے ایک غلام میں عیب معلوم ہونے کے باوجود اس کو فروخت کر دیا۔ حضرت عثمان نے حضرت ابن عمر سے کہا تم قسم کھاؤ کہ تم کو بیع کے وقت اس عیب کا علم نہیں تھا، حضرت ابن عمر

نے قسم کھانے سے انکار کیا تو حضرت عثمان نے مدعی کے حق میں فیصلہ کر کے غلام بن کو واپس کر دیا۔ اور امام شافعی کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ اگر مدعی علیہ قسم کھانے سے انکار کرے تو اس کو قید کر لیا جائے گا حتیٰ کہ یا تو وہ دعویٰ کے صدق کو مان لے یا اس کے خلاف قسم کھائے۔ اور سنن دارقطنی کی جس روایت سے استدلال کیا گیا ہے وہ ضعیف ہے اور حضرت عثمان کے فیصلہ کو حضرت ابن عمر کا تسلیم کرنا اس کے ضعف کو مزید ظاہر کرتا ہے۔ (علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی

متوفی ۶۲۰ھ، المغنی مع الشرح ج ۱۰ ص ۲۱۶، ۲۱۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۳ھ)

مدعی علیہ کے انکار کے بعد مدعی پر قسم لوٹانے میں فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ ابوالحسن مرعینانی حنفی (صاحب ہدایہ) لکھتے ہیں — جب مدعی علیہ قسم کھانے سے انکار کرے تو اس کے انکار کی بناء پر مدعی کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ مدعی کے حق فیصلہ نہیں کیا جائے گا بلکہ مدعی پر قسم لوٹائی جائے گی اگر مدعی نے اپنے دعویٰ پر قسم کھالی تو اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا، کیونکہ مدعی علیہ کے قسم کھانے سے انکار کرنے میں دو احتمال ہیں ایک یہ ہے کہ اس نے جھوٹی قسم سے احتراز کی بناء پر قسم سے انکار کیا ہے اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس نے تہمت سے بچنے کے لیے سچی قسم کھانے سے بھی انکار کیا تا کہ کوئی یہ نہ کہے کہ اس نے جھوٹی قسم کھالی۔ اسی وجہ سے حضرت عثمان نے ایک مقدمہ میں قسم نہیں کھائی تھی۔ اور یا اس وجہ سے انکار کیا کہ اس پر صورت حال مشتبہ تھی اور اس احتمال کی بنا پر صرف مدعی علیہ کا قسم سے انکار کرنا، مدعی کے صدق کی دلیل نہیں ہے اور جب مدعی قسم کھا لے گا تو اس کے دعویٰ کا صدق ظاہر ہو جائے گا پھر اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ مدعی علیہ کا قسم کھانے سے انکار کرنا اس کے بدل پر دلالت کرتا ہے یعنی وہ مخاصمت اور منازعت کو ترک کرنے کے لیے قسم نہیں کھاتا یا

اس کا انکار پر دلالت کرتا ہے کہ اس نے مدعی کے دعویٰ کو تسلیم کر لیا ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ قسم کھاتا اور اپنے آپ کو نقصان سے بچاتا، نیز منکر پر قسم کھانا واجب ہے اس لیے ضروری ہے کہ وہ قسم کھاتا اس لیے اس کے انکار کی وجہ سے مدعی کے صدق کی جانب راجح ہوگئی اور مدعی پر قسم لوٹانے کی اس لیے ضرورت نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدعی پر صرف گواہ پیش کرنے کو واجب کیا ہے اور مدعی علیہ پر قسم لازم کی ہے اور مدعی پر قسم لوٹانا اس تقسیم کے منافی ہے۔ (ہدایہ آخرین صفحہ ۲۰۳، ۲۰۴)





## الحديث الرابع والثلاثون نیکی کی دعوت

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

روایت ہے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تم میں سے برا کام دیکھے <sup>۱</sup> تو اسے ہاتھ سے روک دے اگر اس کی طاقت نہیں <sup>۲</sup> رکھتا تو زبان سے اگر اس کی بھی نہیں رکھتا تو دل سے <sup>۳</sup> اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے <sup>۴</sup> (مسلم)

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں

کہ:

۱۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی سعد بن مالک انصاری خدری ہے اور آپ اپنی کنیت ابوسعید خدری کے ساتھ زیادہ مشہور ہیں، آپ ان حفاظ حدیث میں سے ہیں جن کو بہت زیادہ احادیث یاد ہیں، نیز آپ کا شمار بڑے بڑے فضلاء اور عقلاء میں ہوتا ہے، آپ سے صحابہ کرام اور تابعین کی ایک جماعت نے احادیث روایت کی ہیں، چوراسی سال کی عمر میں <sup>۴۰</sup> میں آپ نے وصال فرمایا اور

آپ کو جنت البقیع (مدینہ طیبہ) میں سپرد خاک کیا گیا، لفظ خدرنی میں خاء پر ضمہ ہے اور وال ساکن ہے۔

جے رای یری مہوز العین باب فتح یفتح دیکھنا، منکر باب انفعال سے اسم مفعول ہے وہ کام جو از روئے شریعت ناجائز ہو اسے ختم کرنا مراد ہے، استطاعت کسی کام کا آدمی کے بس میں ہونا طاقت مراد ہے۔

جے برائی کو بدلنے کے لیے ہر طبقے کو اس کی طاقت کے مطابق ذمہ داری سونپی گئی کیونکہ اسلام میں کسی بھی انسان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جاتی۔ ہر باب اقتدار، اساتذہ، والدین وغیرہ جو اپنے ماتحتوں کو کنٹرول کر سکتے ہیں وہ قانون پر سختی سے عمل کرا کے اور مخالفت کی صورت میں سزا دے کر برائی کا خاتمہ کر سکتے ہیں۔

مبلغین اسلام، علماء و مشائخ، ادیب و صحافی اور دیگر ذرائع ابلاغ مثلاً ریڈیو اور ٹی وی وغیرہ سے سبھی لوگ اپنی تقریروں تحریروں بلکہ شعراء اپنی نظموں کے ذریعے برائی کا قلع قمع کریں اور نیکی کو فروغ دیں، بلسانہ کے تحت یہ تمام صورتیں آتی ہیں۔

جے اور عام مسلمان جسے اقتدار کی کوئی صورت بھی حاصل نہیں اور نہ ہی وہ تحریر و تقریر کے ذریعے برائی کا خاتمہ کر سکتا ہے وہ دل سے اس برائی کو برا سمجھے اگرچہ یہ ایمان کا کمزور ترین مرتبہ ہے کیونکہ کوشش کر کے زبان سے روکنا چاہیے لیکن دل سے جب برا سمجھے گا تو یقیناً خود برائی کے قریب نہیں جائے گا اور اس طرح معاشرے کے بے شمار افراد خود بخود راہ راست پر آجائیں گے۔

۵ حدیث شریف سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ جو آدمی برائی کو دوس سے بھی برا نہ جانے اسے اپنے آپ کو مؤمنین میں شمار کرنے کا کوئی حق نہیں کیونکہ دل سے برا سمجھنے میں تو کسی کا ذریعہ نہیں پھر بھی برا نہیں سمجھتا تو معلوم ہوا وہ اس پر راضی ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ الصالح، ج ۶ ص ۹۵۸)

### امام اہل سنت کے مدنی پھول

امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن کا فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ اس پر عمل ملاحظہ فرمائیں فرماتے ہیں:

مسئلہ ۱۳۲: از او جین علاقہ گوالیار مرسلہ محمد یعقوب علی خان از مکان میر خادم علی

اسٹنٹ ۳ ربیع الثانی ۱۳۰۷ھ

چہ میفرمایند علمائے شریعت محمدی و فضلاء طریقہ احمدی دریں مسئلہ کہ مس ابہامین و نہادین علی العینین در وقت اذان مؤذن وغیرہ فعل و طریقہ امیقہ مستحب صحابہ کرام و سنت خیر البشر آدم علیہ السلام ست اور علمائے ظواہر غیر مقلدین بہ سبب حقارت و استخفاف و اہانت و حرام گویند مرتد و کافر می شوند یا نہ؟ بیان فرمایند بسند کتاب اجر یا بند روز حساب رحمۃ اللہ علیکم اجمعین۔

کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت و فضلاء طریقت اس مسئلہ میں کہ مؤذن کی اذان کے وقت اپنی آنکھوں پر انگوٹھے چوم کر لگانا یہ فعل و طریقہ صحابہ کرام اور سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اس عمل کو غیر مقلدین فرقہ کے لوگ حقارت کے طور پر حرام کہتے ہیں کیا وہ کافر اور مرتد ہوں گے یا نہیں؟ کتاب کے حوالہ سے بیان فرمائیں اللہ تعالیٰ اجر عطا فرمائے قیامت کے روز۔ تم پر اللہ کی رحمتیں ہوں۔ (ت)

الجواب: قال سیدنا اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من رای منکم

مکر ا فلیغره بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ  
وذلك اضعف الایمان<sup>۱</sup> ہر کہ از شما سر تا رو اینہم باید کہ بدست خویش تغیرش دہد  
واگر نہ تواند پس بزبان و اگر نتواند پس بدل دآں ضعیف ترین الایمان ست رواہ الائمة  
احمد و التہ الا البخاری عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ و نیز در حدیث آمد انصح لکل

مسلم دین آنت کہ ہر مسلمان راخیر خواہی کنند اصلہ عند احمد و شیخین و ابی داؤد و النسائی عن حمیم الداری و الترمذی و النسائی ابی ہریرۃ و احمد عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جب کوئی برائی دیکھے تو ہاتھ سے اسے روکے اور اگر اس کی طاقت نہیں تو زبان سے منع کرے اور اگر اس پر بھی قادر نہ ہو تو دل سے برا جانے، اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔ اس کو ائمہ سنیہ میں سے بخاری کے علاوہ سب نے اور امام احمد نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ نیز حدیث میں ہے ہر مسلمان کی خیر خواہی دین ہے، اس کو امام احمد، شیخین، ابوداؤد اور نسائی نے ابن عباس اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے

(۱۔ صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان کون انہی عن النکر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۱) (مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری المکتب الاسلامی بیروت ۳/۴۹ و ۵۲) (۲۔ مسند احمد بن حنبل حدیث جریر بن عبد اللہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/۶۶-۳۶۵) (صحیح البخاری کتاب الایمان باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الدین النصیۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۳) (صحیح مسلم کتاب الایمان باب الدین النصیۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۵-۵۴)

پس بیش از جواب امرے ضروری و مہم تر باید شنید خیر البشر و خیر الناس و افضل الخلق و اکرم البریہ جناب سید المرسلین خاتم النبیین محمد رسول رب العلمین ست صلی اللہ تعالیٰ علیہ علیہم و علی آلہ و صحبہ اجمعین کافہ مسلمین بریں معنی اجماع دارند فقیر غفرلہ اللہ المولیٰ القدر در تفضیل مطلق حضور افضل برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رسالہ مبسوط گرد آورده ام مسمی بہ ”قلائد خور الحور من فرائد بحور النور“ ملقب بنام تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین ۱۳۰۵ھ ”صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجمعین آنجا بہ دہ آیت و صد حدیث نقش حق برکری تحقیق نشانده ام کہ ہر یکے از انبیائے مرسلین و خلق اللہ اجمعین بکمال رفیع و جلال

منہج حضور سید العالمین اکرم الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرسد، مانا کہ قلم سائل طغیان کرد بجائے ابوالبشر خیر البشر سرزد او ارادہ الخیریۃ الجزمیۃ من جہۃ الابوۃ متاولا بعض مایذکری فی الباب والاول اسلم بل هو المفرع ان سائد الیواقیع ولہذا بذات الصدور اعلم حق آنست کہ ہنچو عبارت احتراز واجب ولازم وفرض مختتم سنت واللہ الہادی،

پس جواب سے قبل ایک ضروری بات اور اہم امر سن لینا چاہئے کہ افضل المخلوق اور اکرم الناس اور خیر البشر اور اکرم البریۃ جناب سید المرسلین خاتم النبیین محمد رسول رب العالمین ہیں آپ پر اور آپ کی آل واصحاب سب پر دورد و سلام ہو تمام مسلمانوں کا اس معنی پر اجماع ہے۔ فقیر غفرلہ اللہ المولی القدیر (مصنف علیہ الرحمۃ) نے حضور افضل برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فضیلت مطلقہ پر مبسوط رسالہ مسلی بہ "قلائد شجورہ لحوار من فوائد بحور النور" ملقب بنام "تجلی الیقین بان عینا سید المرسلین ۱۳۰۵ھ" صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجمعین لکھا ہے۔ اس میں دس آیات کریمہ اور سو حدیث شریف سے حق کو اجاگر کیا ہے کہ کوئی حدیث شریف سے حق کو اجاگر کیا گیا ہے کہ کوئی بھی انبیاء و مرسلین اور تمام مخلوق میں سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مرتبہ کمال بلند و بالا کو نہ پہنچا، ہو سکتا ہے کہ سائل کا قلم پھسل گیا ہو ابوالبشر کی جگہ آدم علیہ السلام کی خیر البشر لکھنا سرزد ہو گیا ہو یا سائل نے تاویل سے کام لے کر ابوت والی جزوی فضیلت کی بناء پر آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خیر البشر کہہ دیا ہو۔ جیسا کہ بعض مقامات پر ایسی تاویل سے کام لیا جاتا ہے لیکن پہلا احتمال اگر واقع میں ایسا ہو تو اس میں احتیاط ہے اللہ تعالیٰ دلوں کا حال بہتر جانتا ہے حق یہی ہے کہ ایسی عبارت سے پرہیز لازم بلکہ اہم فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت کا مالک ہے۔

اکنون بجواب مسئلہ پروازیم آرے دریں باب از خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم سیدنا صدیق اکبر و یحیٰ بنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امام حسن مجتبیٰ و حضرت سیدنا ابوالعباس خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام وغیرہم حدیثیں لکھیں اور کتب علماء مرویست کہ امام شمس الدین سخاوی در مقاصد حسنہ بتفصیل برنے از انہا پرداخت و محط کلام محدثین کرام محققین اعلام کہ در صحیح و تضعیف و جرح و توثیق راتسابل و تشدید سپردہ اند آنست کہ دریں باب حدیثی از حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدرجہ صحت فائز شدہ در مقاصد فرمود لا یصح فی المرفوع من کل ہذا شیء<sup>۱</sup> در مضوعات کبیرست مایردی فی ہذا فلا یصح رفعہ البتہ<sup>۲</sup> در ردالمحتار علامہ اسمعیل جراحی نقل فرماید لم یصح فی المرفوع من ہذا شیء<sup>۳</sup> (۱) القاصد الحسنہ حرف المیم حدیث ۱۰۱۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۳۸۵ (۲) اسرار المرفوعہ حدیث ۸۲۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲۱۰ (۳) ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب الاذان و احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۶۷

اب سوال کے جواب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں، یہ درست ہے کہ اس مسئلہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پھول حضرت امام حسن مجتبیٰ اور حضرت سیدنا ابوالعباس خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام وغیرہم سے علماء کی کتب میں مرویات موجود ہیں جبکہ امام شمس الدین سخاوی نے مقاصد حسنہ میں اس کی تفصیل بیان فرمائی ہے۔ روایات کی تصحیح و تضعیف اور جرح و توثیق میں سختی اور نرمی سے کام لینے والے محدثین و محققین کے کلام کا ماحاصل یہ ہے کہ اس مسئلہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کوئی مرفوع حدیث درجہ صحت کو نہ پہنچی، مقاصد حسنہ میں فرمایا اس مسئلہ کے متعلق کوئی حدیث مرفوع صحت کو نہیں پہنچی۔ موضوعات کبیر میں ہے اس مسئلہ میں مرویات کا مرفوع ہونا یقیناً صحیح نہیں ہے۔ ردالمحتار میں علامہ اسمعیل جراحی سے منقول ہے کہ اس میں کوئی مرفوع روایت صحیح نہیں ہے۔



و بر خادم حدیث مخفی نیست کہ در اصطلاح محدثین نفی صحت نفی حسن ہم نمی کند تا بہ نفی صلاح و تماسک و صلاح تمسک یا دعوی وضع چہ رسد، قال القاری فی الموضوعات قال ابوالفتح الازدی لا یصح فی العقل حدیث قال ابو جعفر <sup>لعقلی</sup> و ابو حاتم بن حبان اتفقوا لا یلزم من عدم الصحة وجود الوضع کما لا یخفی <sup>۱</sup> اھ ملخصاً۔ امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام قدس سرہ، فرمود قول من قال فی حدیث انه لم یصح ان سلم لم یقدح لان الحجۃ لا یتوقف علی الصحة بل الحسن کاف۔ <sup>۲</sup> باز در فضائل اعمال حدیث ضعیفہ باجماع ائمہ مقبول ست نص علیہ غیر واحد من الحفاظ منہم الامام النووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ باز چوں نیک در نگری کلمات مذکورہ علمائے محدثین ظاہر ست در آنکہ نفی صحت ہمیں با حدیث مرفوعہ مخصوص ست و ایں جا خود در آثار موقوفہ کفایت ست کافیہ و تجتہ وافیہ، (۱۔ الاسرار المرفوعہ تحت حدیث ۱۲۲۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۳۱۸) (۲۔ فتح القدیر کتاب الطہارۃ فصل فی نواقض الموضوعی مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۱/۳۸)

کسی بھی خادم حدیث پر مخفی نہیں ہے۔ کہ محدثین کی اصطلاح میں کسی حدیث کی صحت کا منغنی ہونا اس کے حسن کے انتفاء کو مستلزم نہیں کہ اس سے استدلال کی نفی لازم آئے چہ جائیکہ وہاں حدیث کے موضوع ہونے کا دعوی کیا جائے، ملا علی قاری نے موضوعات میں فرمایا کہ ابوالفتح الازدی نے فرمایا ہے کہ عقل کے متعلق کوئی حدیث صحیح نہیں۔ یہ بات ابو جعفر عقیلی اور ابو حاتم بن حبان نے فرمائی ہے اھ اور اس عدم صحت سے حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا جیسا کہ واضح ہے اھ ملخصاً۔ محقق علی الاطلاق علامہ کمال الدین محمد بن الہمام نے فرمایا کسی حدیث کے متعلق عدم صحت کا قول اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس سے حدیث کی حجیت ختم نہ ہوگی کیونکہ حجیت محض صحت پر موقوف نہیں بلکہ حدیث کا حسن ہونا بھی حجیت کے لئے کافی ہے۔ نیز اعمال کے فضائل میں ضعیف احادیث بھی اجماع ائمہ کے مطابق مقبول ہے۔ یہ بات کئی ائمہ

و حفاظ حدیث سے منصوصہ ان میں امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ بھی شامل ہیں اور پھر یہ کہ  
اس مسئلہ میں علمائے حدیث کے الفاظ کو غور سے دیکھا جائے تو انھوں نے یہاں  
صرف مرئوع حدیث کی صحت کی نفی فرمائی ہے جبکہ موقوف روایات یہاں جمت کے  
لئے کافی ہیں (تذاریٰ رضویہ ج ۲۲ ص ۳۵۵-۳۵۶)



## الحديث الخامس والثلاثون مسلمان کی حرمت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَحَاسِدُوا، وَلَا تَنَاجَشُوا، وَلَا تَبَاغَضُوا، وَلَا تَدَابَرُوا، وَلَا يَبِيعَ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ، وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا. الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْلُلُهُ وَلَا يَكْذِبُهُ وَلَا يَحْقِرُهُ الثَّقَوِي هَاهُنَا - وَيُشِيرُ إِلَى صَدْرِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ - بِحَسَبِ أَمْرٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ. كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت، مخزنِ جود و سخاوت، ہیکرِ عظمت و شرافت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، اور دوسرے سے بڑھ کر بولی نہ لگاؤ آپس میں بغض نہ رکھو، بیع پر بیع نہ کرو اے اللہ عزَّ وَّجَلَّ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اس کو چھوڑ رکھے نہ اس سے جھوٹ بولے نہ اسے حقیر جانے <sup>لے</sup> (پھر) تین مرتبہ اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تقویٰ یہاں ہے اور اپنے سینہ کی طرف اشارہ فرماتے تھے تین بار <sup>لے</sup> انسان کے لیے یہ شر کافی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے مسلمان پر مسلمان کی ہر چیز حرام ہے اس کا خون اس کا مال اس کی آبرو <sup>لے</sup> (مسلم)

## حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

۱۔ یعنی مسلمان کو نہ تو دل میں حقیر جانو نہ اسے حقارت کے الفاظ سے پکارو یا برے لقب سے یاد کرو نہ اس کا مذاق بناد آج ہم میں یہ عیب بہت ہے۔ پیشوں، نسبوں، یا غربت و افلاس کی وجہ سے مسلمان بھائی کو حقیر جانتے ہیں حتیٰ کہ صوبہ جاتی تعصب ہم میں بہت ہو گیا کہ وہ پنجابی ہے، وہ بنگالی، وہ سندھی، وہ سرحدی، اسلام نے یہ سارے فرق مٹا دیے۔ شہد کی مکھی مختلف پھولوں کے رس چوس لیتی ہے تو ان کا نام شہد ہو جاتا ہے، مختلف لکڑیوں کو آگ جلادے تو اس کا نام راکھ ہو جاتا ہے، آم، جامن، بول کا فرق مٹ جاتا ہے یوں ہی جب حضور کا دامن پکڑ لیا تو سب مسلمان ایک ہو گئے حبشی ہو یا رومی۔ مولانا جامی فرماتے ہیں شعر

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

۲۔ یعنی اسلام میں عزت تقویٰ و پرہیزگاری سے ہے اور تقویٰ کا اصلی ٹھکانہ دل ہے۔ تمہیں کیا خبر کہ جس مسکین مسلمان کو تم حقیر سمجھتے ہو اس کا دل تقویٰ کی شمع سے روشن ہو اور وہ اللہ کا پیارا ہونم سے اچھا ہو شعر۔

خاکساران جہاں را حقارت منکر تو چہ دانی کہ دریں راہ سوارے باشد

صوفیاء کرام اس جملہ کے معنی یہ کرتے ہیں کہ حضور نے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ تقویٰ و پرہیزگاری یہاں ہے یعنی تقویٰ کی کان پرہیزگاری کا مرکز میرا سینہ ہے، میرے سینہ سے تمام اولیاء و علماء کے دلوں کی طرف تقویٰ کے دریا بہتے ہیں ان سینوں سے عوام کے سینوں کی طرف تقویٰ کی نہریں نکلیں۔ (مرقات) حضور کا سینہ کشف غیوب کا آئینہ ہے کونین میں حضور کی عطا میں بہتی

ہیں۔ (مرقات)

یعنی کوئی مسلمان کسی مسلمان کا مال بغیر اس کی اجازت نہ لے، کسی کی  
آبروریزی نہ کرے، کسی مسلمان کو ناحق اور ظلماً قتل نہ کرے کہ یہ سب سخت جرم  
ہیں۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۶ ص ۷۸۹)

### حسد کی مذمت کا بیان

حسد کینہ کے نتائج میں سے اور کینہ غصہ کے نتائج میں سے ہے۔ چنانچہ شہنشاہ  
خوش خصال، پیکرِ حسن و جمال، دافعِ رنج و ملال، صاحبِ جود و نوال، رسولِ بے مثال،  
بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم و رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فرمانِ عالیشان  
ہے:

الْحَسَدُ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ.

ترجمہ: حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی

ہے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی الحسد، الحدیث ۴۹۰۳، ص ۱۵۸۳)

حسد کی حقیقت یہ ہے کہ جب کسی (مسلمان) بھائی کو اللہ عزّ و جلّ کی نعمت ملتی  
ہے تو حاسد انسان اسے ناپسند کرتا ہے اور اس بھائی سے نعمت کا زوال چاہتا ہے۔ اگر  
وہ اپنے بھائی کو ملنے والی نعمت کو ناپسند نہیں کرتا اور نہ اس کا زوال چاہتا ہے بلکہ وہ  
چاہتا ہے کہ اسے بھی ایسی ہی نعمت مل جائے تو اسے رشک کہتے ہیں۔

سرکارِ والاخبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار، دو عالم کے مالک و مختار،  
حبیبِ پروردگار عزّ و جلّ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ والاخبار ہے:

الْمُؤْمِنُ يَغِيظُ وَالْمُنَافِقُ يَحْسَدُ.

ترجمہ: مؤمن رشک کرتا اور منافق حسد کرتا ہے۔ (سیرِ اعلام النبلاء،

الرقم ۱۲۸۶۔ التفصیل بن عیاض بن مسعود بن بشر، ج ۷، ص ۶۳۱، بتغییر قلیل)

اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَذَكِّرْكَ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَتُوَيِّرَ دُوكُمْ مِّنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚ حَسَدًا

ترجمہ کنزالایمان: بہت کتابیوں نے چاہا کاش! تمہیں ایمان کے بعد کفر کی طرف پھیر دیں (اپنے دلوں کی) جلن سے۔ (پ 1، البقرہ: 109)

اس آیت مبارکہ میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے خبر دی کہ کفار نے حسد کرتے ہوئے مسلمانوں سے ایمان کی نعمت کا زائل ہونا چاہا۔

اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا تَتَّبِعُوا مَا فَعَّلَ اللَّهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۚ

ترجمہ کنزالایمان: اور اس کی آرزو نہ کرو جس سے اللہ نے تم میں ایک کو دوسرے پر بڑائی دی۔ (پ 5، النساء: 32)

اسے کسی کی دینی یا دنیوی نعمت کے زوال کی تمنا کرنا یا یہ ارادہ کرنا کہ کسی کو یہ نعمت نہ ملے ”حسد“ کہلاتا ہے۔

(الحدیقۃ الندیۃ، المجلد الخامس عشر من الاخلاق الستین المدسومة۔۔۔ الخ، ج 1، ص ۶۰۰)

یہاں پر نہیں سے مراد خاص اسی نعمت کے اپنی طرف منتقل ہونے کی تمنا کرنے سے روکنا ہے جبکہ کسی مسلمان کا یہ آرزو کرنا کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ اسے بھی اسی جیسی نعمت عطا فرمائے تو یہ آرزو مذموم نہیں اور اگر یہ چیز دین میں ہو تو قابل تعریف ہے۔ (اسی کو رشک کہتے ہیں)

جان لو! حسد کے بہت سے اسباب ہیں اور وہ دشمنی، فخر، بغض، تکبر، خود پسندی، پسندیدہ مقاصد کے فوت ہونے کا خوف، حکومت کی خواہش، نفس کی خباثت اور اس کا بخل ہے اور یہ سب کے سب مذموم ہیں۔

حسد کا علاج یہ ہے کہ تم اس بات میں غور کرو کہ یہ دنیا و آخرت میں نقصان دیتا



ہے۔ جہاں تک دنیوی نقصان کا تعلق ہے تو وہ یہ ہے کہ تجھے اس سے اذیت ہوتی ہے اور تو دن رات غم و الم کا شکار رہتا ہے۔ اور دینی نقصان یہ ہے کہ تو (بندے پر) اللہ عزَّ وَّجَلَّ کی نعمت سے ناخوش رہتا ہے اور تیرا یہ رویہ اس نعمت والے کے لئے باعثِ ثواب اور تیرے لئے باعثِ گناہ ہے۔ جب تو یہ بات جانتا ہے کہ تو اپنے دشمن کا دوست نہیں بن سکتا (کہ اُسے فائدہ پہنچائے) تو تجھ پر ضروری ہے کہ تو تکلفاً حسد کو چھوڑ دے۔

حضرت سیدنا حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے، نبی اکرم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ثَلَاثَةٌ فِي الْمُؤْمِنِ لَهُ مِنْهُمْ مَخْرَجٌ وَمَخْرَجُهُ مِنَ الْحَسَدِ أَنْ لَا يَبْغِي.

ترجمہ: مؤمن میں تین خامیاں پائی جاتی ہیں اور اس کے لئے ان سے نکلنے کا راستہ بھی ہے اور حسد سے نکلنے کا راستہ یہ ہے کہ وہ حد سے نہ بڑھے۔

(فردوس الاخبار للذہبی، باب الغائی، الحدیث ۳۳۹۲، ج ۲، ص ۱۲۵)

### حسد کا علاج

حسد اس لئے بہت بڑا گناہ ہے کہ حسد کرنے والا گویا اللہ تعالیٰ پر اعتراض کر رہا ہے کہ فلاں آدمی اس نعمت کے قابل نہیں تھا اس کو یہ نعمت کیوں دی ہے؟ اب تم خود ہی سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی اعتراض کرنا کتنا بڑا گناہ ہوگا۔

حسد کا علاج: حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ حسد قلب کی بیماریوں میں سے ایک بہت بڑی بیماری ہے اور اس کا علاج یہ ہے کہ حسد کرنے والا ٹھنڈے دل سے یہ سوچ لے کہ میرے حسد کرنے سے ہرگز ہرگز کسی کی دولت و نعمت برباد نہیں ہو سکتی۔ اور میں جس پر حسد کر رہا ہوں میرے حسد سے اس کا کچھ بھی نہیں بگڑ سکتا۔ بلکہ میرے حسد کا نقصان دین و دنیا میں مجھ کو ہی پہنچ رہا ہے کہ میں خواہ

خود دل کی جلن میں مبتلا ہوں اور ہر وقت حسد کی آگ میں جلتا رہتا ہوں اور میری نیکیاں برباد ہو رہی ہیں اور میں جس پر حسد کر رہا ہوں میری نیکیاں قیامت میں اس کو مل جائیں گی۔ پھر یہ بھی سوچے کہ میں جس پر حسد کر رہا ہوں۔ اس کو خداوند کریم نے یہ نعمتیں دی ہیں اور اس پر ناراض ہو کر حسد میں جل رہا ہوں تو میں گویا خداوند تعالیٰ کے فعل پر اعتراض کر کے اپنا دین و ایمان خراب کر رہا ہوں۔ یہ سوچ کر پھر اپنے دل میں اس خیال کو جمائے کہ اللہ تعالیٰ علیم و حکیم ہے۔ جو شخص جس چیز کا اہل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو وہی چیز عطا فرماتا ہے۔ میں جس پر حسد کر رہا ہوں۔ اللہ کے نزدیک چونکہ وہ ان نعمتوں کا اہل تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو یہ نعمتیں عطا فرمائی ہیں اور میں چونکہ ان کا اہل نہیں تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے مجھے نہیں دیں۔ اس طرح حسد کا مرض دل سے نکل جائے گا اور حاسد کو حسد کی جلن سے نجات مل جائے گی۔ (احیاء علوم الدین، کتاب ذم الغضب والحد والحد، بیان الدواء الذی یشفی مرض الحسد عن القلب، ج ۳، ص ۳۴۲)

### مسلمان بھائی کے حقوق

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان بھائی کے حقوق یوں بیان فرماتے ہیں:

مسلمان بھائی بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کے لئے جانا اور خادمین کے ذریعے اس کی خبر گیری بھی کرتے رہنا اور جو تمہاری محفل میں حاضر نہ ہو سکے اس کے حالات کا پتہ لگاتے رہنا، اگر کوئی تمہارے پاس آنا چھوڑ دے تو تم پھر بھی اس کے پاس جانا نہ چھوڑنا بلکہ اس سے ملاقات کرتے رہنا، جو تمہارے ساتھ بے رُخی سے پیش آئے تم اس سے صلہ رحمی سے پیش آنا، جو تمہارے پاس آئے اس کی عزت کرنا، جو برائی سے پیش آئے اسے معاف کر دینا، جو تمہاری برائی بیان کرے تم اس کی خوبیاں بیان کرنا اور ان میں سے کوئی وفات پا جائے تو اس کے حقوق پورے پورے ادا کرنا اور کسی کو کوئی خوشی حاصل ہو تو اسے مبارک باد دینا، اور کوئی مصیبت پہنچے تو غم

خواری کرنا اور اگر کسی کو کوئی آفت پہنچے تو اس سے ہمدردی کرنا، اگر کوئی تمہارے پاس اپنی حاجت لائے تو اس کی حاجت براری کرنا، کوئی فریاد کرے تو فریادری کرنا، کوئی مدد کے لئے پکارے تو حسب استطاعت اس کی مدد کرنا اور لوگوں کے ساتھ خوب محبت سے پیش آنا، سلام کو عام کرنا اگرچہ گھٹیا لوگوں کو کرنا پڑے۔

(وَمَا يَأْتِيهِمْ أَفْئُتٌ مِنْهُمْ وَلَا هُمْ يَنْتَفِعُونَ لَهُمْ لَقَدْ كَانَ لَهُمْ يَوْمَئِذٍ ضَلَالٌ كَبِيرٌ)



## الحديث السادس والثلاثون چند خاص نیکوں کی ترغیب

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ  
نَفَسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرْبِ الدُّنْيَا نَفَسَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرْبِ  
يَوْمِ الْقِيَامَةِ. وَمَنْ يَشْرَ عَلَى مُعْسِرٍ يَشْرَ اللَّهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ.  
وَمَنْ سَكَرَ مُسْلِمًا سَكَرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ. وَاللَّهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا  
كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ. وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللَّهُ  
لَهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ. وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللَّهِ يَتْلُونَ  
كِتَابَ اللَّهِ وَيَتْلُو رَسُولُهُ بَيْنَهُمْ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَغَشِيَتْهُمْ  
الرَّحْمَةُ وَخَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللَّهُ فِيمَنْ عِندَهُ وَمَنْ بَطَأَ بِهِ عَمَلُهُ  
لَمْ يُشْرَعْ بِهِ نَسَبُهُ رِوَاةُ مُسْلِمٍ. بهذا اللفظ.

(”صحیح مسلم“، کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ... إلخ، باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن وعلی

الذکر، ر: 2699، ص 1447)

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے جو کسی مسلمان کو دنیاوی تکلیف سے رہائی دے تو اللہ اس سے روز قیامت کی  
مصیبت دور کرے گا<sup>۱</sup> اور جو کسی غنی والے پر آسانی کرے اللہ دین و دنیا میں  
اس پر آسانی فرمائے گا<sup>۲</sup> اور جو مسلمانوں کی پردہ پوشی کرے اللہ دین و دنیا میں  
اس کی پردہ پوشی کرے گا<sup>۳</sup> اللہ بندہ کی مدد پر رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی

کی مدد پر رہے گئے جو تلاش علم میں کوئی راستہ ملے کرے تو اس کی برکت سے اللہ اس پر جنت کا راستہ آسان کر دے گا<sup>۱</sup> اور کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں قرآن پڑھنے اور آپس میں قرآن سیکھنے سکھانے کے لیے نہیں جمع ہوئی ہے مگر ان پر دل کا چین اترتا ہے اور انہیں رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے گھیر لیتے ہیں<sup>۲</sup> اور اللہ اسے اس جماعت میں یاد کرتا ہے جو اس کے پاس ہے<sup>۳</sup> جسے عمل پیچھے کر دے اسے نسب نہیں بڑھا سکتا<sup>۴</sup> (مسلم)

### حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں

کہ:

۱۔ یعنی تم کسی کی فانی مصیبت دفع کرو اللہ تم سے باقی مصیبت دفع فرمائے گا، تم مؤمن کو فانی دنیوی آرام پہنچاؤ اللہ تمہیں باقی آخری آرام دے گا، کیونکہ بدلہ احسان کا احسان ہے۔ یہ حدیث بہت جامع ہے کسی مسلمان کے پاؤں سے کانٹا نکالنا بھی ضائع نہیں جاتا، حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صرف قیامت ہی میں بدلہ ملے گا بلکہ قیامت میں بدلہ ضرور ملے گا اگرچہ کبھی دنیا میں بھی مل جائے۔

۲۔ یعنی جو مقروض کو معافی یا مہلت دے، غریب کی غربت دور کرے تو ان شاء اللہ دین و دنیا میں اس کی مشکلیں آسان ہوں گی۔ مراقبہ میں فرمایا کہ اس حکم میں مؤمن کافر سب شامل ہیں۔ کافر مصیبت زدہ کی مصیبت دور کرنے پر بھی ثواب مل جاتا ہے بلکہ حدیث شریف میں ہے کہ ایک رنڈی نے پیاسے کتے کو پانی پلا کر جان بچائی اللہ نے اسے اسی پر بخش دیا۔

۳۔ یا تو اس طرح کہ ننگے کو کپڑے پہنائے یا ایسے کہ اس کے چھپے ہوئے عیب ظاہر نہ کرے بشرطیکہ اس ظاہر نہ کرنے سے دین یا قوم کا نقصان نہ ہو ورنہ ضرور

ظاہر کر دے، کفار کے جاسوسوں کو پکڑوائے، خفیہ سازش کرنے والوں کے راز کو طشت ازہام کرے، ظلمنا قتل کی تدبیر کرنے کی مظلوم کو خبر دے دے، اخلاق اور ہیں معاملات اور سیاسیات کچھ اور۔

یہ یہ الفاظ بہت جامع ہیں جس میں دین و دنیا کی ساری امدادیں شامل ہیں۔ امداد بدن سے ہو یا علم یا مال وغیرہ سے۔

۵ یعنی جو علم دین سیکھنے یا دینی فتویٰ حاصل کرنے کے لیے عالم کے گھر جائے۔ سفر کر کے یا چند قدم تو اس کی برکت سے اللہ دنیا میں اس پر جنت کے کام آسان کرے گا، مرتے وقت ایمان نصیب کرے گا، قبر و حشر کے حساب میں کامیابی اور پل صراط پر آسانی عطا فرمائے گا۔ جنت کے راستے میں سب چیزیں داخل ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ علم کے لئے سفر کرنا بہت ثواب ہے۔ موسیٰ علیہ السلام طلب علم کے لئے خضر علیہ السلام کے پاس سفر کر کے گئے، حضرت جابر ایک حدیث کے لیے ایک ماہ کا سفر طے کر کے عبد اللہ ابن قیس کے پاس پہنچے۔ (مرقاۃ)

۶ یہاں اللہ کے گھر سے مراد مسجدیں، دینی مدرسے اور صوفیاء کی خانقاہیں ہیں، جو اللہ کے ذکر کے لئے وقف ہیں۔ یہود و نصاریٰ کے عبادت خانے اس سے خارج ہیں کہ وہاں تو مسلمان کو بلا ضرورت جانا ہی منع ہے۔ درس قرآن سے مراد قرآن شریف کی تلاوت۔ تجوید احکام سیکھنا ہیں لہذا اس میں صرف، نحو، فقہ حدیث، تفسیر وغیرہ کے درس شامل ہیں۔ جیسا کہ مرقاۃ وغیرہ میں ہے، اسی لیے تلاوت کے بعد درس کا علیحدہ ذکر فرمایا۔

۷ سکینہ اللہ کی ایک مخلوق ہے جس کے اترنے سے دلوں کو چین نصیب ہوتا ہے، کبھی ابر کی شکل میں نمودار ہوتی ہے اور دیکھی بھی جاتی ہے، اس کی برکت سے دل سے غیر خدا کا خوف جاتا رہتا ہے۔ رحمت سے خالص رحمت مراد ہے جو بوقت ذکر



ذاکر کو ہر طرف سے کھیرتی ہے۔ فرشتوں سے ستائشیں فرشتے مراد ہیں جو انہوں کی کائنات ڈھونڈتے پھرتے ہیں ورنہ اعمال لکھنے والے اور حفاظت کرنے والے فرشتے ہر وقت انسان کے ساتھ رہتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ جہاں مجمع کے ساتھ ذکر اللہ ہو رہا ہو وہاں یہ تین رحمتیں اترتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ تنہا ذکر سے جماعت کامل لبراز ہوا افضل ہے، جماعت کی نماز کا درجہ زیادہ کہ اگر ایک کی قبول سب کی قبول۔

۵ یعنی فرشتوں کی جماعت۔ اس کی شرح وہ حدیث ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو رب کو اکیلے یاد کرے رب بھی ات ایسے ہی یاد کرتا ہے، جو جماعت میں یاد کرے رب اسے فرشتوں میں یاد کرتا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے: "فَاذْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْ" اس رب کی یاد کا اثر یہ پڑتا ہے کہ مخلوق اس بندے کو یاد کرنے لگتی ہے، بزرگوں کے مزارات پر زائرین کا ہجوم وہاں ذکر اللہ کی دھوم اسی یاد کا نتیجہ ہے۔

۶ یعنی نسب کی شرافت عمل کی کمی کو پورا نہ کرے گی۔ شعر

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست  
کیا تمہیں خبر نہیں کہ نوح علیہ السلام کی کشتی میں کتے بلوں کو جگہ تھی مگر ان کے  
کافر بیٹے کنعان کے لئے جگہ نہ تھی۔ مقصد یہ کہ شریف النسب اعمال سے لا پروا نہ  
ہو جائیں، یہ منشاء نہیں کہ شرافت نسب کوئی چیز نہیں اس کی تحقیق ہمارے رسالہ "الکلام  
القبول فی طہارت نسب الرسول" میں دیکھو مؤمن کو نسب الرسول ضرور فائدہ دے  
گا۔ تمام دنیا کی عورتیں حضرت فاطمہ زہرا کے قدم پاک کو نہیں پہنچ سکتیں، رب نے بنی  
اسرائیل سے فرمایا: "اَلَيْ فَطُلُّكُمْ عَلَى الْغُلَامِ" بنی اسرائیل کے تمام عالم پر  
افضل ہونے کی یہی وجہ تھی کہ وہ اولاد انبیاء ہیں لہذا یہ حدیث کسی آیت کے خلاف  
نہیں۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۱ ص ۲۰۲)

## جنت میں گھومنے والا

پیارے بھائیو! مسلمان کو ایذا دینا مسلمان کا کام نہیں بلکہ اس کا کام تو یہ ہے کہ مسلمان سے ایذا دینے والی چیزیں دور کرے۔ سیدنا امام مسلم بن حجاج قشیر علیہ رحمۃ اللہ القوی صحیح مسلم میں نقل کرتے ہیں: تاجدارِ بدینہ، قرارِ قلب و سینہ، فیضِ گنجینہ، صاحبِ معطرِ پسینہ، باعثِ نودلِ سکینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ باقرینہ ہے: ”میں نے ایک شخص کو جنت میں گھومتے ہوئے دیکھا کہ جدھر چاہتا ہے نکل جاتا ہے کیوں کہ اُس نے اس دنیا میں ایک ایسے درخت کو راستے سے کاٹ دیا تھا جو کہ لوگوں کو تکلیف دیتا تھا۔“ (صحیح مسلم ص ۱۴۱۰ حدیث ۲۶۱۷)

## پردہ پوشی

حضرت سیدنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی کی اسی مشہور زمانہ تصنیف لباب الاحیاء میں سیدنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کا قول نقل فرماتے ہیں کہ کوئی مسلمان ایسا نہیں جو اللہ عزَّ وَّجَلَّ کی اطاعت کرتا ہو اور اس کی نافرمانی نہ کرتا ہو اور کوئی مسلمان ایسا نہیں جو اس کی نافرمانی کرتا ہو لیکن فرمانبرداری نہ کرے، جس کی اطاعت اس کی نافرمانیوں پر غالب ہو تو یہ عدل ہے۔ جب یہ چیز اللہ عزَّ وَّجَلَّ کے حق میں عدل ہے تو تیرے حق میں زیادہ بہتر ہے پس تو خوبیوں کو ظاہر کرنے والا اور بری بات پر پردہ ڈالنے والا ہو جا کیونکہ دعا میں اللہ عزَّ وَّجَلَّ کی ان الفاظ کے ساتھ صفت بیان کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے: ”يَا مَنْ يُظْهِرُ الْخَبِيرَ وَيَسْتُرُ عَلَى الْقَبْرِ“ ترجمہ: اے اچھائیوں کو ظاہر کرنے والے اور برائیوں کی پردہ پوشی فرمانے والے۔“

جاننا چاہیے! وہ شخص اللہ عزَّ وَّجَلَّ کے ہاں پسندیدہ ہے، جو اللہ عزَّ وَّجَلَّ کی صفات سے متصف ہو کیونکہ وہ عیبوں پر پردہ ڈالنے والا اور گناہوں کو پوشے والا ہے۔ یاد رکھو! آدمی کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک وہ اپنے بھائی

لئے بھی وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اس سے توقع رکھتا ہے کہ وہ اس کی پردہ پوشی کرے، اس کی لغزشوں کو معاف کرے اور اس کے رازوں کو چھپائے۔

کہا جاتا ہے کہ آزاد لوگوں کے سینے رازوں کی قبریں ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بیوقوف کا دل اس کے منہ میں ہوتا ہے اور عقل مند کی زبان اس کے دل میں ہوتی ہے۔ ابن مسعر کا شعر ہے:

وَمُسْتَوْكَعِي سِرًّا تَبَوَّأَتْ كَثْمَهُ فَأَوْدَعَتْهُ صَدْرِي فَصَارَ لَهُ قَبْرًا

ترجمہ: میرے پاس اپنا راز رکھوانے والے! میں نے تیرے راز کو اپنے سینے

میں رکھ دیا اور وہ اس لئے قبر بن گیا۔ (باب الاحیاء ۳۷-۳۸)



## الحديث السابع والثلاثون

### ثواب وعذاب کا قانون

عَنْ اَبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَتْمًا يَرْوِيهِ عَنْ رَبِّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ ثُمَّ بَدَّلَ ذَلِكَ، فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللَّهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً، وَإِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللَّهُ عِنْدَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلَى سَبْعِمِائَةٍ طَعْفٍ إِلَى أَضْعَافٍ كَثِيرَةٍ. وَإِنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللَّهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً، وَإِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللَّهُ سَيِّئَةً وَاحِدَةً. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ فِي مَوْحِفَتَيْهِمَا بِهَذِهِ الْحُرُوفِ.

(”صحیح البخاری“، کتاب الرقاق، باب من هم بحسنة أو سيئة، ر: 6491، 4/244) (”صحیح

مسلم“، کتاب الایمان، باب إذا هم العبد بحسنة كتبت... إلخ، ر: 131، ص 80)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے نیکیاں اور گناہ تحریر فرمادیئے ہیں <sup>۱</sup> تو جو نیکی کا ارادہ کرے مگر کرے نہیں تو اسے اللہ اپنے ہاں ایک پوری نیکی لکھتا ہے <sup>۲</sup> پھر اگر قصد کرے اور نیکی کرے تو اسے اپنے ہاں دس سے سات سو گنا تک بلکہ بہت زیادہ گنا تک لکھ لیتا ہے <sup>۳</sup> اور جو گناہ کا ارادہ کرے پھر کرے نہیں اس کے لیے بھی اللہ تعالیٰ ایک پوری نیکی لکھ لیتا ہے <sup>۴</sup> پھر اگر گناہ کا ارادہ کرے پھر کر بھی لے تو اسے اللہ تعالیٰ ایک گناہ لکھتا ہے <sup>۵</sup> (مسلم، بخاری)

## حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

اس طرح کہ رب کے حکم سے فرشتوں نے لوح محفوظ میں یا بندے کی تقدیر میں تحریر فرمادئے یا نامہ اعمال لکھنے والا فرشتہ لکھتا رہتا ہے۔ خیال رہے کہ نیکی ہر وہ عمل ہے جو ثواب کا باعث ہو اور گناہ ہر وہ عمل ہے جو عذاب کا سبب ہے لہذا ممنوعہ وقتوں میں نماز پڑھنا گناہ ہے اور حضور پر نمازیں یا جان فدا کر دینا ثواب ہے کبھی قضا نیکی ہو جاتی ہے اور ادا گناہ۔

معلوم ہوا کہ نیکی کا ارادہ بھی نیکی ہے اس پر بھی ثواب ہے مگر ثواب اور چیز ہے اداء فرض اور چیز لہذا صرف ارادہ سے فرض ادا نہ ہوگا۔  
یہ ثوابوں کا فرق کہ کسی کو ایک نیکی کا ثواب دس گنا، کسی کو سات سو گنا، کسی کو اس سے بھی زیادہ، عامل کی نیت عمل کے موقع و عمل سے ہے اکیلے نماز کا اور ثواب ہے باجماعت نماز کا کچھ اور۔

خیال رہے کہ خیال گناہ اور ہے اور گناہ کا پکا ارادہ کچھ اور پختہ ارادہ کر لینے پر انسان گنہگار ہو جاتا ہے۔ یہاں خیال گناہ کا ذکر ہے لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ جب دو مسلمان لڑیں اور ایک مارا جائے تو قاتل و مقتول دونوں جہنمی کیونکہ مقتول نے بھی قتل کا ارادہ کیا تھا اگرچہ پورا نہ کر سکا وہاں گناہ کا عزم بالجزم مراد ہے، ایسے ہی جو چوری کرنے کا پورا ارادہ کرے مگر موقع نہ پائے وہ بھی گنہگار ہو گیا، جو کفر کا ارادہ کرے وہ کافر ہو گیا لہذا حدیث واضح ہے۔ خیال گناہ، گناہ نہیں بلکہ بعد میں اس خیال سے توبہ کر لینا نیکی ہے۔

اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ بغیر ارادہ گناہ صادر ہو جانا گناہ نہیں گناہ میں قصد و

ارادہ عذاب کا باعث ہے اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل اور ارادہ دونوں کا ذکر فرمایا۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳ ص ۵۹۷)

### کستوری کی سی خوشبو

حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا کہ ملائکہ بندہ کا ارادہ کس طرح لکھتے ہیں؟ یعنی وہ فرشتے جو نیکی بدی لکھنے پر مامور ہیں جب کسی بندہ نے نیکی یا بدی کا ارادہ کیا اور ابھی عمل نہیں کیا تو وہ ارادہ کو کس طرح معلوم کر لیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جب بندہ نیکی کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے کستوری کی سی خوشبو نکلتی ہے اور وہ خوشبو سے معلوم کر لیتے ہیں کہ اس نے نیکی کا ارادہ کیا اور جب برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے بدبو نکلتی ہے تو ان کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس نے بدی کا ارادہ کیا ہے۔ میں کہتا ہوں یہاں ارادہ سے عزم مصمم مراد ہے۔

(تبیۃ المفترین، الباب الاول، مابعد الذنب، ص 55، ملخص)

### غلے کا ٹیلا

مَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ وَلَمْ يَفْعَلْهَا كَتَبَتْ لَهُ حَسَنَةً

ترجمہ: ”جو شخص کسی نیکی کا ارادہ کرے لیکن اس پر کسی وجہ سے عمل نہ کر سکے تو اس کیلئے اتنا ہی ثواب لکھا جاتا ہے۔“ (صحیح مسلم جلد اول، ص ۷۸، کتاب الایمان)

حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں:

”مَنْ كَاتَبَ الدُّنْيَا يَكُنْ جَعَلَ لِلّٰهِ فُقْرَةً بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَفَارَقَهَا أَرْغَبَ مَا يَكُونُ فِيهَا وَمَنْ تَكُنِ الْآخِرَةُ يَكُنْ جَعَلَ لِلّٰهِ تَعَالَىٰ عِثَّةً فِي قَلْبِهِ وَجَمَعَ عَلَيْهِ ضَيْعَتَهُ وَفَارَقَهَا أَرْهَدًا مَا يَكُونُ فِيهَا“

ترجمہ: ”جو شخص دنیا کی عیت کرے اللہ (عزوجل) اس کا فقرا کی آنکھوں کے



سامنے کر دیتا ہے اور جب اسے دنیا کی رغبت زیادہ ہوتی ہے تب اسے دنیا سے جدا کرتا ہے اور جو شخص آخرت کی نیت کرے تو اللہ عز و جل اسکے دل کو غنی کر دیتا ہے اسکا سامان اسکے لئے جمع فرما دیتا ہے اور جب اسے دنیا سے جدا فرماتا ہے تو وہ دنیا سے بہت زیادہ بے رغبت ہوتا ہے۔ (المعجم الکبیر للطبرانی۔ جلد ۱۱ ص ۳۶۶ حدیث ۱۱۶۹۰)

حضرت سیدتنا ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور تا جدار مدینہ راحت قلب سینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ایک لشکر کا ذکر فرمایا جو جنگل میں دھنسا دیا جائے گا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ان میں وہ لوگ بھی ہونگے جنہیں زبردستی لایا گیا ہے، اور وہ لوگ بھی ہونگے جو اجرت پر لڑیں گے؟۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ”ان سب کا حشر انکی بیٹیوں کے مطابق ہوگا۔“

(المستدرک، ج ۳، ۴۳۱، کتاب الفتن)

ایسے ہی حضرت سیدنا عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں آقائے دو جہان رحمت عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَمَّا يُقَاتِلُ الْمُفْتَلُونَ عَلَى النَّيَّاتِ  
ترجمہ: ”لڑنے والے اپنی اپنی بیٹیوں پر لڑتے“

(میزان الاعتدال ج ۳، ۲۶۹، ترجمہ ۶۳۸۳)

ایک اور مقام پر پیارے آقا میٹھے میٹھے صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے

ارشاد فرمایا:

إِنَّا أَلَعَى الصَّفَّانِ كَوَلِّبِ الْمَلَائِكَةَ تَكْتُبُ الْخُلُقَ عَلَى مَرَاتِبِهِمْ  
فُلَانٌ يُقَاتِلُ لِلدُّنْيَا فُلَانٌ يُقَاتِلُ عِمَّةً فُلَانٌ يُقَاتِلُ عَصَبِيَّةً أَلَا فُلَانٌ

تَقُولُوا فُلَانٌ قَتَلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَمَنْ قَاتَلَ لِيَكُونَ كَلِمَةً اللَّهُ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ“

ترجمہ: ”جب دو لشکر باہم مقابل ہوتے ہیں تو فرشتے اترتے ہیں اور مخلوق کو درجہ بدرجہ لکھتے ہیں کہ فلاں آدمی دنیا کے لئے لڑا ہے فلاں شخص غیرت کیلئے لڑا ہے فلاں آدمی قوم کی خاطر لڑا ہے۔ خبردار! یہ نہ کہو کہ فلاں اللہ کی راستے میں شہید ہو گیا پس جو شخص اس لئے لڑے کہ اللہ (عزوجل) کا کلمہ بلند ہو صرف وہی اللہ (عزوجل) کی راہ میں لڑنے والا شمار ہوگا۔“

جیسا جینا ویسا مرنا

روایت میں آتا ہے کہ جو شخص جس نیت پر زندگی گزارے گا قیامت کے دن اسی پر اٹھایا جائے گا، چنانچہ۔

حضرت سیدنا جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نبی اکرم، نور مجسم، تاجدار عرب و عجم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) سے روایت کرتے ہیں:

يُبْعَثُ كُلُّ عَبْدٍ عَلَى مَا مَاتَ

ترجمہ: ”ہر بندے کو اسی (نیت) پر اٹھایا جائے گا جس پر وہ دنیا سے گیا۔“

(صحیح مسلم، ج ۲، ص ۳۸۷، کتاب الجنۃ)

نیز اگر نیت درست نہ ہو تو بظاہر مظلوم ہونے کے باوجود انسان جہنم کا مستحق ہو جاتا ہے، جیسے کہ حضرت سیدنا اخف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، حضرت سیدنا ابو بکرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کرتے ہیں۔ کہ سرکاری دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِذَا التَّقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ

ترجمہ: ”جب دو مسلمان اپنی تلواروں کے ساتھ ایک دوسرے کے مقابل

ہوتے ہیں تو قتل کرنے والا اور قتل کیا جانے والا دونوں جہنمی ہیں۔“

عرض کی گئی اے اللہ (عزوجل) کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم قاتل کا جہنمی ہونا تو ٹھیک ہے لیکن مقتول کے جہنم میں طجانے کی کیا وجہ ہے۔  
تو کونین کے والی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

### زانی اور چور

”یعنی کیونکہ اس مرنے والے نے بھی اپنے قاتل کو قتل کرنے ہی کی نیت کی تھی۔“ (صحیح مسلم، ج ۲، ص ۸۹، کتاب الفتن)۔

یوں ہی نکاح اگر مہر ادا کرنے کی نیت سے کیا جائے تو فیہا، ورنہ دیکھئے، کیا انجام ہوتا ہے حضرت سیدنا ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) روایت کرتے ہیں ”مَنْ تَزَوَّجَ امْرَأَةً عَلَى صَدَاقٍ وَهُوَ لَا يَتَوَصَّى آدَاءَ فَهُوَ زَانٍ وَمَنْ آذَانَ ذَيْتًا وَهُوَ لَا يَتَوَصَّى آدَاءَ فَهُوَ سَارِقٌ“

ترجمہ: ”جو شخص کسی عورت سے مہر پر نکاح کرے لیکن اسکی نیت ادائیگی کی نہ ہو تو وہ زانی ہے اور جو قرض لے اور ادا کرنے کی نیت نہ کرے تو وہ چور ہے۔“  
(الترغیب والترہیب، ج ۲، ص ۶۰۲، کتاب النبیۃ)

### مردار سے زیادہ بد بودار

یوں ہی کوئی شخص اگر خوشبو لگانے جیسا معمولی کام بھی کسی برے مقصد سے کرے تو یہ عمل بھی اسے قیامت کی ہولناکیوں میں مزید پریشان کرنے کا باعث بن سکتا ہے۔ جیسا کہ حضور پر نور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کا فرمان خوشبودار ہے۔

مَنْ تَطَيَّبَ لِلَّهِ تَعَالَى جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَرِيحُهُ أَطْيَبُ مِنَ الْمِسْكِ  
وَمَنْ تَطَيَّبَ لِغَيْرِ اللَّهِ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَرِيحُهُ أَكْثَرُ مِنَ الْحَيْفَةِ  
ترجمہ: ”جو اللہ (عزوجل) کے لئے خوشبو لگائے تو قیامت کے دن اس حال

میں آئے گا کہ اسکی خوشبو کستوری سے زیادہ مہک رہی ہوگی اور جو غیر اللہ (کو راضی کرنے) کے لئے خوشبو لگائے تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اسکی بومردار سے زیادہ بدبودار ہوگی۔ (مسند عبد الرزاق، ج ۴، ص ۱۹، حدیث ۷۹۳۲)

بہترین عمل

خلیفہ دوم حضرت سیدنا عمر بن خطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ بہترین عمل اللہ (عزوجل) کے فرائض کو ادا کرنا، اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء سے بچنا اور اللہ (عزوجل) کے یہاں نیت کا سچا ہونا ہے۔

اللہ (عزوجل) کی مدد

حضرت سیدنا سالم بن عبد اللہ نے ایک مرتبہ حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز (ص) کو لکھا ”خبردار! بندے کو اپنی نیت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد و نصرت حاصل ہوتی ہے، جسکی نیت مکمل ہو اسکے لئے رب کائنات (عزوجل) کی مدد بھی مکمل ہوتی ہے اور جسکی نیت میں نقص ہو تو مدد میں کمی واقع ہوتی ہے۔“

چھوٹا عمل اونچا درجہ

بعض بزرگان دین (رحمۃ اللہ علیہم) فرماتے ہیں اکثر چھوٹے اعمال کو نیت بڑے درجے تک پہنچا دیتی ہے اور کئی بڑے بڑے کام نیت کی وجہ سے چھوٹے ہو جاتے ہیں۔

حضرت سیدنا داؤد طائی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں ”وہ نیک بندہ جو تقویٰ کی نیت رکھتا ہے اگر (کسی وجہ سے) اسکے تمام اعضاء دنیا میں پھنس جائیں تو کسی نہ کسی دن اسکی نیت اسے اچھی حالت کی طرف لوٹا دے گی لیکن جاہل کا حال اسکے برعکس ہے۔“

نیت کی تربیت

حضرت سیدنا سفیان ثوری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں "پہلے زمانے کے لوگ عمل کرنے کیلئے نیت کی باقاعدہ اس کی تربیت حاصل کرتے تھے جس طرح وہ عمل کی تربیت حاصل کرتے تھے۔"

بعض علماء (رحمہم اللہ) فرماتے ہیں کہ عمل سے پہلے اپنی نیت کو درست کر دے اس لئے کہ جب تک تم نیکی کی نیت پر قائم رہو گے بھلائی پر رہو گے۔

جب تھک جاؤ...

ایک مرتبہ ایک طالب علم علماء (رحمہم اللہ) کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی کہ کون ہے جو مجھے ایسا عمل بتائے جسکی بدولت میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا شمار کیا جاؤں کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ کسی وقت بھی اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل رہوں۔ اس سے کہا گیا، (یہ سوال کر کے) تم نے اپنی مراد کو پالیا ہے جاؤ جس قدر نیکی کر سکو کرو اور جب تھک جاؤ اور عمل نہ کر سکو تو کم از کم عمل کرنے کی نیت ہی کر لو کہ نیت کرنے والا بھی عمل کرنے والا ہی شمار کیا جاتا ہے۔"

اسی طرح بعض بزرگان دین (رحمہم اللہ) فرماتے ہیں کہ اے لوگو! تم پر اللہ (عزوجل) کی نعمتیں بے شمار ہیں اور تمہارے گناہ تمہیں یاد نہیں لیکن اگر تم صبح و شام توبہ کرو تو ماں باپ سے زیادہ شفقت کرنے والا رب غفور (عزوجل) درمیان والے گناہ بخش دے گا۔"

حضرت سیدنا عیسیٰ روح اللہ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے فرمایا "اس آنکھ کے لئے خوش خبری ہے جو سو جائے اور گناہ کا ارادہ نہ کرے اور پھر بے گناہی کی حالت میں بیدار ہو۔"

حضرت سیدنا ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں "قیامت کے دن

لوگ اپنی بھائیوں کے مطابق اٹھائے جائیں گے۔“

سیدنا فضیل بن عیاض (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جب یہ آیت مبارکہ پڑھا کرتے:

وَلَا يَسْتَوْفُونَ حَقَّ نِعْمَتِ التَّجِدِيدِ مِثْلَكُمْ وَالْطَّرِيقَ ”وَلَا يَسْتَوْفُونَ حَقَّ نِعْمَتِ التَّجِدِيدِ مِثْلَكُمْ“  
ترجمہ کنز الایمان: ”اور ضرور ہم تمہیں جانچیں گے یہاں تک کہ دیکھ لیں تمہارے جہاد کرنے والوں اور صابروں کو اور تمہاری خبریں آزمالیں۔“

(پارہ ۲۶ سورہ محمد، آیت ۳۱)

تو ان پر گریہ طاری ہو جاتا اور اس آیت کو بار بار پڑھتے اور فرماتے ”اے اللہ! اگر تو نے ہماری آزمائش کی تو ہم رسوا ہو جائیں گے اور ہمارے عیب ظاہر ہو جائیں گے۔“

### جنت میں بیٹکی

حضرت سیدنا حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں ”جنتی اپنی اچھی عیت کی وجہ سے جنت میں اور جہنمی اپنی بری عیت کی وجہ سے جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔“  
حضرت سیدنا ابو مریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں ”تورات شریف میں لکھا ہوا ہے جس عمل سے میری رضا مطلوب ہو وہ تھوڑا بھی زیادہ ہوتا ہے اور جو میرے غیر کے لئے کیا جائے وہ اگرچہ زیادہ ہو تب بھی تھوڑا ہوتا ہے۔“

حضرت سیدنا بلال بن سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں ”مومن جب کوئی بات کرتا ہے تو اللہ (عزوجل) اس کے قول کے بارے میں فیصلہ نہیں فرماتا حتیٰ کہ اس کے عمل کو دیکھ لے اور جب بنده مومن عمل کرتا ہے تو اللہ (عزوجل) اس کے عمل کے بارے میں فیصلہ نہیں فرماتا یہاں تک کہ اس کے تقوے کو ملاحظہ فرمائے اور اگر وہ تقویٰ اختیار کرے تو اس کے تقوے کے بارے میں فیصلہ نہیں فرماتا حتیٰ کہ اس کی عیت کو دیکھے



پس اگر اسکی نیت درست ہو تو اس بات کا حق دار ہے کہ اسکے دوسرے کام بھی ٹھیک ہوں۔ (فیضانِ احیاء العلوم ص ۷)

### گناہ کا ارادہ ترک کرنے پر نیکی ملنے کی صورت

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اللہ عزَّ وَّجَلَّ کی عطا سے کرانا کا تبیین دلوں کی عتیمیں بھی جان لیتے ہیں۔ اللہ عزَّ وَّجَلَّ کا کتنا بڑا کرم ہے کہ نیکی کی صرف نیت کرنے پر ایک نیکی کا ثواب مل جاتا ہے اور اگر بندہ گناہ کی نیت کرے تو کچھ نہیں لکھا جاتا حتیٰ کہ اگر گناہ کا ارادہ ترک کر دے تو اس پر ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔ یہاں یہ بات یاد رہے کہ برائی کا ارادہ ترک کرنے والے کو نیکی اسی صورت میں ملتی ہے جبکہ خوفِ خدا کی وجہ سے ایسا کرے اگر کسی مجبوری کے تحت گناہ سے باز رہا تو اُس کو نیکی نہیں ملی گی۔ (ماخوذ از تفہیم البخاری ج 9 ص 782)

صدر الشریعہ، بدر الطریقہ حضرت علامہ مولینا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ بہارِ شریعت حصہ 16 صفحہ 258 پر فرماتے ہیں:

”معصیت کا ارادہ کیا مگر اس کو کیا نہیں تو گناہ نہیں بلکہ اس میں بھی ایک قسم کا ثواب ہے، جبکہ یہ سمجھ کر باز رہا کہ یہ گناہ کا کام ہے، نہیں کرنا چاہیے۔ احادیث سے ایسا ہی ثابت ہے اور اگر گناہ کے کام کا بالکل پکا ارادہ کر لیا جس کو عزم کہتے ہیں تو یہ بھی ایک گناہ ہے اگرچہ جس گناہ کا عزم کیا تھا اسے نہ کیا ہو۔“ (عالمگیری ج 5، ص 352)



## الحديث الثامن والثلاثون اولیاء اللہ کا مقام قرب

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ: مَنْ عَاكَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آخَضَنِي بِالْحَرْبِ. وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِقُصْرٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ آفَرَضْتُهُ عَلَيْهِ. وَلَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالتَّوَافُلِ حَتَّى أُحِبَّهُ فَإِنَّا أَنُحِبُّهُ كُنْتُ مَعَهُ الَّذِي يَسْتَعِ بِهٖ وَيَصْرُوهَ الَّذِي يَتَعَوَّرُ بِهٖ وَيَدَّهٖ أَلْبِي يَطْفُسُ بِهَا، وَرَجَلَهُ أَلْبِي يَمْشِي بِهَا. وَلَئِنْ سَأَلَنِي لِأَعْطَيْتُهُ وَلَئِنْ أَسْتَعَاذَنِي لَأُعِيْنَنَّهُ بِرِوَاةِ الْهَيْتَارِيِّ.

(”کنز الدعوي“، کتاب برحق باب الخواص، ر: 6502، 4/248)

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو میرے کسی ولیؑ سے عداوت رکھے میں اسے اعلان جنگ دیتا ہوںؑ اور میرے کسی بندے کا بمقابلہ فرائض عبادتوں کے دوسرے ذریعہ سے مجھ سے قریب ہونا مجھے زیادہ پسند نہیںؑ اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ سے قریب ہوتا رہتا ہے حتیٰ کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوںؑ پھر جب اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے کان بوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہےؑ اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو اسے دیتا ہوں اور اگر میری پتاہ لیتا ہے تو اسے

پناہ دیتا ہوں<sup>۱</sup> اور جو مجھے کرنا ہوتا ہے اس میں کبھی میں تردد نہیں کرتا جیسے کہ میں اس مومن کی جان نکالنے میں توقف کرتا ہوں جو موت سے گھبراتا ہے اور میں اسے ناخوش کرنا پسند نہیں کرتا اور موت بھی اس کے لیے ضروری ہے<sup>۲</sup> (بخاری)

### حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں

کہ:

۱۔ ولی اللہ وہ بندہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ والی وارث ہو گیا کہ اسے ایک آن کے لیے بھی اس کے نفس کے حوالے نہیں کرتا بلکہ خود اس سے نیک کام لیتا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: ”وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ“۔ اور وہ بندہ ہے جو خود رب تعالیٰ کی عبادت کا متولی ہو جائے، پہلی قسم کے ولی کا نام مجذوب یا مراد ہے اور دوسرے کا نام سالک یا مرید ہے وہاں ہر مراد مرید ہے اور ہر مرید مراد فرق صرف ابتداء میں ہے یہ مقام قال سے وراء ہے حال سے معلوم ہو سکتا ہے۔  
 ۲۔ یعنی جو میرے ایک ولی کا دشمن ہے وہ مجھ سے جنگ کرنے کو تیار ہے۔ یہ کلمہ انتہائی غضب کا ہے صرف دو گنا ہوں پر بندے کو رب ہو جائے، خدا کی پناہ۔ یہ کلمہ انتہائی غضب کا ہے ایک سود خوار دوسرے دشمن اولیاء رب تعالیٰ کی طرف سے اعلان جنگ دیا گیا ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ ولی کا دشمن تعالیٰ فرماتا ہے: ”فَأَذَلُّوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ“۔ علماء فرماتے ہیں کہ ایک ہے ولی کافر ہے اور اس کے کفر پر مرنے کا اندیشہ ہے۔ (مرقات) خیال رہے کہ ایک ہے ولی اللہ سے اس لیے عداوت و عناد کہ ولی اللہ ہے یہ تو کفر ہے اسی کا یہاں ذکر ہے اور ایک ہے کسی ولی سے اختلاف رائے یہ نہ کفر ہے نہ فسق لہذا اس حدیث کی بناء پر یوسف علیہ السلام کے بھائی اور وہ صحابہ جن کی آپس میں لڑائیاں رہیں ان کو برا نہیں کہا

جاسکتا کہ وہاں اختلاف رائے تھا عناد نہ تھا۔ عناد و اختلاف میں بڑا فرق ہے، اس کے لیے ہماری کتاب امیر معاویہ دیکھے حتیٰ کہ حضرت سارا کو اس بنا پر برا نہیں کہا جاسکتا کہ انہوں نے حضرت ہاجرہ و اسمعیل علیہما السلام کی مخالفت کی، اس لیے یہاں عادی فرمایا خالف نہ فرمایا اور لی و لیا فرمایا ولی اللہ نہ فرمایا۔

سے یعنی مجھ تک پہنچنے کے بہت ذریعہ ہیں، مگر ان تمام ذرائع سے زیادہ محبوب ذریعہ ادائے فرائض ہے اسی لیے صوفیاء فرماتے ہیں کہ فرائض کے بغیر نوافل قبول نہیں ہوتے ان کا ماخذ یہ حدیث ہے افسوس ان لوگوں پر جو فرض عبادات میں سستی کریں اور نوافل پر زور دیں اور ہزار افسوس ان پر جو بھنگ، چرس حرام گانے بجانے کو خدا رسی کا ذریعہ سمجھے نماز روزے کے قریب نہ جائیں۔

ہے۔ یعنی بندہ مسلمان فرض عبادات کے ساتھ نوافل بھی ادا کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ میرا پیارا ہو جاتا ہے کیونکہ وہ فرائض و نوافل کا جامع ہوتا ہے۔ (مرقات) اس کا مطلب یہ نہیں کہ فرائض چھوڑ کر نوافل ادا کرے محبت سے مراد کامل محبت ہے۔

۵۔ اس عبادت کا یہ مطلب نہیں کہ خدا تعالیٰ دلی میں حلول کر جاتا ہے جیسے کوئلہ میں آگ یا پھول میں رنگ و بو کہ خدا تعالیٰ حلول سے پاک ہے اور یہ عقیدہ کفر ہے بلکہ اس کے چند مطلب ہیں: ایک یہ کہ دلی اللہ کے یہ اعضاء گناہ کے لائق نہیں رہتے ہمیشہ ان سے ٹھیک کام ہی سرزد ہوتے ہیں اس پر عبادات آسان ہوتی ہے گویا ساری عبادتیں اس سے میں کر رہا ہوں یا یہ کہ پھر وہ بندہ ان اعضاء کو دنیا کے لیے استعمال نہیں کرتا، صرف میرے لیے استعمال کرتا ہے ہر چیز میں مجھے دیکھتا ہے ہر آواز میں میری آواز سنا ہے، یا یہ کہ وہ بندہ فنا فی اللہ ہو جاتا ہے جس سے خدائی طاقتیں اس کے اعضاء میں کام کرتی ہیں اور وہ ویسے کام کر لیتا ہے جو عقل سے وراء ہیں حضرت یعقوب علیہ السلام نے کنعان میں بیٹھے ہوئے مصر سے چلی ہوئی قمیص یوسفی کی خوشبو

سونگھ لی، حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین میل کے فاصلہ سے چیونٹی کی آواز سن لی حضرت آصف برخیا نے پلک جھپکنے سے پہلے یمن سے تخت بلقیس لا کر شام میں حاضر کر دیا۔ حضرت عمر نے مدینہ منورہ سے خطبہ پڑھتے ہوئے نہادند تک اپنی آواز پہنچادی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک کے واقعات یکشم ملاحظہ فرمالیے۔ یہ سب اسی طاقت کے کرشمے ہیں آج نازکی طاقت سے ریڈیو تار، وائرلیس ٹیلی ویژن عجیب کرشمے دکھا رہے ہیں تو نور کی طاقت کا کیا پوچھنا اس حدیث سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو طاقت اولیاء کے منکر ہے، بعض صوفیاء جوش میں سبحانی ما اعظم شانی کہہ گئے بعض نے کہا مافی حسبتی الا اللہ یہ سب اسی فنا کے آثار تھے، مولانا فرماتے ہیں۔ شعر

چوں روا باشد انا اللہ از درخت کے روانہ بود کہ گوید نیک بخت

یعنی وہ بندہ مقبول الدعاء بن جاتا ہے کہ مجھ سے خیر مانگے یا شر سے پناہ میں اس کی ضرور سننا ہوں۔ معلوم ہوا کہ اولیاء رب تعالیٰ کی پناہ میں رہتے ہیں تو جو شخص ان سے دعا کرے اس کی قبول ہوگی اور جو ان کی پناہ میں آئے وہ رب کی پناہ میں آجائے گا، مولانا جامی فرماتے ہیں۔ شعر

یا رسول اللہ بدرگاہت پناہ آوردہ ام ہچو کا ہے آدم کو ہے گناہ آوردہ ام

بے سبحان اللہ! کیا ناز و انداز والا کلام ہے یعنی میں رب ہوں اور اپنے کسی فیصلہ میں کبھی نہ توقف کرتا ہوں نہ تامل، جو چاہوں حکم کروں، مگر ایک موقع پر ہم توقف و تامل فرماتے ہیں وہ یہ کہ کسی ولی کا وقت موت آجائے اور وہ ولی ابھی مرنا نہ چاہے تو ہم اسے فوراً نہیں مار دیتے بلکہ اسے اولاً موت کی طرف مائل کر دیتے ہیں جنت اور وہاں کی نعمتیں اسے دکھا دیتے ہیں اور بیماریاں پریشانیاں اس پر نازل کر دیتے ہیں جس سے اس کا دل دنیا سے متنفر ہو جاتا ہے اور آخرت کا مشتاق پھر وہ خود آنا چاہتا

ہے اور خوش خوش ہنستا ہوا ہمارے پاس آتا ہے، یہاں تردد کے معنی حیرانی و پریشانی نہیں کہ وہ بے علمی سے ہوتی ہے رب تعالیٰ اس سے پاک ہے بلکہ مطلب وہ ہے جو فقیر نے عرض کیا موئی علیہ السلام کی وفات کا واقعہ اس حدیث کی تفسیر ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ انبیاء کرام کو موت و زندگی کا اختیار دیا جاتا ہے وہ حضرات اپنے اختیار سے خوشی خوشی موت قبول کرتے ہیں اور یار خنداں رود بجانب یار کا ظہور ہوتا ہے ڈاکٹر اقبال کہتے ہیں۔ شعر

نشان مرد مؤمن با تو گویم چوں قضاء آید تبسم بر لب دوست

۱۔ غرض کہ ہماری موت تو چھوٹنے کا دن ہے اور اولیاء انبیاء کی وفات پیاروں سے ملنے کا دن اسی لیے ان کی موت کے دن کو عرس یعنی شادی کا دن کہا جاتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ مشیت، رضا کراہت میں بہت فرق ہے بعض چیزیں رب تعالیٰ کو ناپسند ہیں مگر ان کا ارادہ ہے بعض چیزیں پسند ہیں مگر ان کا ارادہ نہیں۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳ ص ۳۹۰)

اللہ کے دوست

الْآنَ اَوْلِيَاءُ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

ترجمہ کنزالایمان: من لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم۔

(پ 11، یونس: 62)

مفسر شہیر، خلیفہ اعلیٰ حضرت، صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی تفسیر خزائن العرفان میں اس آیت مبارکہ کے۔ ولی کی اصل دلاء سے ہے جو قرب و نصرت کے معنی میں ہے۔ ولی اللہ وہ ہے جو فرائض سے قرب الہی حاصل کرے اور اطاعت الہی میں مشغول رہے اور اس کا دل نور جلال الہی کی معرفت میں مستغرق ہو۔ جب دیکھے دلائل قدرت الہی کو دیکھے اور جب سنے اللہ کی آیتیں ہی



سنے اور جب بولے تو اپنے رب کی ثناء ہی کے ساتھ بولے اور جب حرکت کرے طاعت الہی میں حرکت کرے اور جب کوشش کرے اسی امر میں کوشش کرے جو ذریعہ قرب الہی ہو، اللہ کے ذکر سے نہ ٹھکے اور چشم دل سے خدا کے سوا غیر کو نہ دیکھئے۔ یہ صفت اولیاء کی ہے۔ بندہ جب اس حال پر پہنچتا ہے تو اللہ اس کا ولی و ناصر اور معین و مددگار ہوتا ہے۔ متکلمین کہتے ہیں: ولی وہ ہے جو اعتقاد صحیح معنی بردل رکھتا ہو اور اعمال صالحہ شریعت کے مطابق بجالاتا ہو۔ بعض عارفین نے فرمایا کہ: ولایت نام ہے قرب الہی اور ہمیشہ اللہ کے ساتھ مشغول رہنے کا۔ جب بندہ اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس کو کسی چیز کا خوف نہیں رہتا اور نہ کسی شے کے فوت ہونے کا غم ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ: ولی وہ ہے جس کو دیکھنے سے اللہ یاد آئے۔ یہی طبری کی حدیث میں بھی ہے ابن زید نے کہا کہ: ولی وہی ہے جس میں وہ صفت ہو جو اس آیت میں مذکور ہے۔ ”الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ“ یعنی ایمان و تقویٰ دونوں کا جامع ہو۔ بعض علماء نے فرمایا کہ: ولی وہ ہیں جو خالص اللہ کے لئے محبت کریں۔ اولیاء کی یہ صفت احادیث کثیرہ میں وارد ہوئی ہے۔ بعض اکابر نے فرمایا: ولی وہ ہیں جو طاعت سے قرب الہی کی طلب کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کرامت سے ان کی کار سازی فرماتا ہے یا وہ جن کی ہدایت کا برہان کے ساتھ اللہ کفیل ہو اور وہ اس کا حق بندگی ادا کرنے اور اس کی خلق پر رحم کرنے کے لئے وقف ہو گئے۔ یہ معانی اور عبارات اگرچہ جدا گانہ ہیں لیکن ان میں اختلاف کچھ بھی نہیں ہے کیونکہ ہر ایک عبارت میں ولی کی ایک ایک صفت بیان کر دی گئی ہے جسے قرب الہی حاصل ہوتا ہے یہ تمام صفات اس میں ہوتی ہیں۔ ولایت کے درجے اور مراتب میں ہر ایک بقدر اپنے درجے کے فضل و شرف رکھتا ہے۔“

## شان اولیاء برہان امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی پاک، صاحب نواک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی گئی: ”اللہ عزّ وجلّ کے ایسے اولیاء کون ہیں جنہیں نہ کچھ خوف ہے، نہ غم؟“ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ عزّ وجلّ کے اولیاء وہ ہیں کہ جب لوگ دنیا کا عاہر دیکھتے ہیں تو وہ اس کا باطن دیکھتے ہیں اور جب لوگ دنیا کی جلد آنے والی شے کا اہتمام کرتے ہیں تو وہ اس کی دیر سے آنے والی شے کا اہتمام کرتے ہیں۔ وہ دنیا کی ہر اس چیز کو ختم کر دیتے ہیں جس کے متعلق انہیں خوف ہو کہ وہ انہیں ختم کر دے گی اور دنیا کی ہر اس چیز کو چھوڑ دیتے ہیں جس کے متعلق معلوم ہو کہ عنقریب وہ انہیں چھوڑ دے گی۔ دنیا کے عطیّات میں سے کوئی چیز ان کے آڑے آئے تو وہ اس کو چھوڑ دیتے ہیں اور اس کی رفعتوں میں سے کوئی چیز انہیں دھوکا دے تو وہ اسے ترک کر دیتے ہیں۔ دنیا ان کے نزدیک پرانی ہو چکی ہے، وہ دوبارہ اسے بنایا نہیں کرتے۔ یہ ان کے سامنے ویران ہو چکی ہے، وہ اسے آباد نہیں کرتے۔ یہ ان کے سینوں میں مر چکی ہے، وہ اسے زندہ نہیں کرتے بلکہ سرے سے گرا دیتے ہیں۔ دنیا سے اپنی آخرت کی بنیاد رکھتے ہیں اور اسے بیچ کر باقی رہنے والی چیز خریدتے ہیں۔ ان کی نظر میں دنیا دار وہ نیم مردہ لوگ ہیں جن کے لئے عبرت ناک سزا لکھ دی گئی ہے۔ لہذا دنیا دار جس چیز کی امید رکھتے ہیں وہ اسے امان نہیں سمجھتے اور جس چیز سے اہل دنیا ڈرتے ہیں وہ اس سے خوف زدہ نہیں ہوتے۔“

(المختصرات للکلی الحق والدین المعروف بابن عربی، الباب المونی ستین۔۔۔ ص ۸، ج ۸، ص ۳۶۱)



## الحديث التاسع والثلاثون بھول کی معافی

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ تَجَاوَزَ لِي عَنْ أُمَّيِّ الْخَطَا وَالْيَسِيَانِ وَمَا اسْتُكْرِهُوا عَلَيْهِ.  
حدیث حسن رواہ ابن ماجہ (۱) والبیہقی (۲) وغیرہما۔

(۱) "صحیح ابن ماجہ"، کتاب الطلاق، باب طلاق المکرہ والناسی، ر: 2045/2، 513 (۲) "سنن

الکبریٰ للبیہقی"، کتاب الخلع والطلاق، باب ماجاء فی طلاق المکرہ... الخ، ر: 15096، 584/7

روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے میری امت کی بھول چوک سے درگزر کی <sup>۱</sup> اور جس پر وہ مجبور کیے جاویں <sup>۲</sup>۔ (ابن ماجہ، بیہقی)

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں

کہ:

۱۔ خطا اور نسیان دونوں مقابل ہیں عہد کے، خطاء میں مانع یاد ہوتا ہے مگر کام کا ارادہ نہیں ہوتا جیسے روزہ دار نے کلی کی بغیر ارادہ پانی حلق سے اتر گیا یہ ہوئی خطا، نسیان میں کام تو ارادہ سے ہوتا ہے مگر مانع یاد نہیں ہوتا جیسے روزہ دار کو روزہ یاد نہ رہا اور اس نے کھا پی لیا۔ اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت پر یہ کرم فرمایا کہ ان کی بھول چوک معاف فرمادی، اس میں ان پر نہ گناہ ہوگا نہ پکڑا اگرچہ

بعض صورتوں میں ان دونوں پر احکام شریعہ مرتب ہو جاتے ہیں جیسے نماز میں بھول کر بات کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے یا قتل خطا میں کفارہ یا دیت لازم ہو جاتی ہیں، نماز کا واجب بھول جانے سے سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے۔

۳۔ یعنی مسلمان جو برا کام مجبوراً کر لے تو وہ گنہگار نہ ہوگا لہذا مجبوراً منہ سے کفریہ بات بول دینے والا کافر نہ ہوگا، مجبوراً شراب پلائے جانے والا گنہگار نہ ہوگا۔ غرضکہ یہاں مجبور سے عصیان کی لٹی ہے احکام کی لٹی نہیں اس لیے یہاں تجاوز فرمایا یعنی رب نے درگزر فرمائی لہذا مجبور کی طلاق واقع ہو جاتی ہے یہی احناف کا مذہب ہے۔ خیال رہے کہ ہر جرم کی مجبوری علیحدہ ہے کفر بکنے کے لیے خطرہ جان ضروری ہے، جبراً طلاق و نکاح کے لیے دوسرے جبر بھی کافی ہیں اس کی بحث کتب فقہ کتاب الاکراہ میں مطالعہ فرماد۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۸ ص ۵۳۳)

کیا جان بچانے کیلئے بظاہر کفریہ فعل کرنا ضروری ہے؟

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب میں فرماتے ہیں:

سوال: اگر کوئی مسلح کافر قتل کی صحیح دھمکی دیکر بت کو سجدہ کرنے کا حکم دے تو کیا جان بچانے کیلئے بت کو سجدہ کرنا ضروری ہو جائے گا؟

جواب: ایسی صورت میں ”رخصت“ یہ ہے کہ بت کو سجدہ کر لے جبکہ دل ایمان پر مطمئن ہو اور ”عزیمت“ (جو کہ افضل ہے وہ) یہ ہے کہ جان قربان کر دے مگر بت کو سجدہ نہ کرے۔

ہدایہ شریف میں ہے: ”اگر جان سے مار ڈالنے یا جسم کے کسی عضو کو ضائع کر دینے کی صحیح دھمکی دیکر کسی سے کہا جائے کہ اللہ عزّ وّجلّ کا انکار کر یا معاذ اللہ سرکار

مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو گالی دے تو اس کو اجازت ہے کہ اس بات کا اظہار کر دے جو اُسے (عالم کی طرف سے) حکم دیا گیا اور تو یہ کرے۔ پس اگر اس نے (عالم کے کہنے کے مطابق) ظاہر کر دیا اس حال میں کہ اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور اگر مقرر کرے یہاں تک کہ شہید کر دیا جائے اور کفر کو ظاہر نہ کرے تو اس کو اللہ عز و جل کے ہاں اجر ملے گا۔ (حدیث ج 2 ص 274 منقضا)

### عزیمت کی مشہور ترین مثال

جب اکراہ شرعی پایا جائے اُس وقت رخصت ہے کہ دشمن کے مطالبہ پر کفریہ کلمہ کہہ دے یا کفریہ فعل بجالائے۔ (جبکہ دل ایمان پر جما ہوا ہو) اور جان بچا لے اور عزیمت یہ ہے کہ جان دیدے مگر دشمن کے دیئے جانے والے خلاف شریعت حکم پر عمل نہ کرے اور عزیمت کی فضیلت زیادہ ہے۔ عزیمت کی مشہور ترین مثال کر بلا کا دردناک واقعہ ہے جس میں رخصت ہونے کے باوجود امام عالی مقام سپہنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عزیمت پر عمل کیا اور یزید پلید کی بیعت سے انکار کر کے اہل بیت اطہار اور رفقاء جاثار سمیت اپنی جان قربان کر دی۔

گھر لٹا جان دینا کوئی تجھ سے سیکھ جائے

جان عالم ہو فدا ابے خاندانِ اہلبیت

الحمد للہ عز و جل عزیمت پر عمل کرنے والے جوان مردوں سے تاریخ اسلام کے اوراق بھرے پڑے ہیں، اس ضمن میں دو حکایات پڑھئے اور اپنا ایمان تازہ کیجئے۔

### صحابی نے جان قربان کر دی

حضرت سپہنا حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ (موت کے جھوٹے دعویدار) مُسْتَلِیْہ کذاب کے جاسوس دو مسلمانوں کو پکڑ کر اس کے پاس لے

آئے۔ اس نے ایک سے پوچھا: کیا تم گواہی دیتے ہو کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں؟ اُس مسلمان نے کہا: ہاں۔ پھر مُسَلِّم نے پوچھا: کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ فرمایا: ”ایسی بات سننے سے میرے کان بہرے ہیں۔“ اِس پر اُس ظالم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنے کا حکم دے دیا۔ پھر اُس نے دوسرے مسلمان سے پوچھا: کیا تم گواہی دیتے ہو کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں؟ اُس نے کہا: ہاں، پھر اس نے پوچھا: کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ اُس نے کہا: ہاں۔ پس مُسَلِّم نے اسے چھوڑ دیا۔ پھر وہ نبی کریم، ربّ وُقت رحیم، محبوب ربّ عظیم عَزَّ وَجَلَّ و صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں حاضر ہوا اور اپنا ماجرا سنایا۔ رسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ و صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رہا تمہارا ساتھی تو وہ اپنے ایمان پر قائم رہا (یعنی اس نے عَزیمت پر عمل کیا) اور رہے تم تو تم نے رخصت پر عمل کیا۔ (مُصَنَّف ابن شیبہ ج 7 ص 642) دیکھا آپ نے! وہ صحابی اپنی جان پر کھیل گئے مگر کلمہ کُفر زبّان پر نہ لائے۔ اللہ رَبُّ الْبَعْرَت عَزَّ وَجَلَّ کی اُن پر رحمت ہو اور: ان کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔

غلامانِ محمد جان دینے سے نہیں ڈرتے

یہ سر رہ جائے یا کٹ جائے وہ پروا نہیں کرتے

یہ اک جاں کیا ہے کروڑوں

حضرت سیدنا عبداللہ بن حذافہ سُبَّحٰنَہُ رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہ کو رومیوں نے قید کر لیا اور اپنے بادشاہ کے پاس لے آئے۔ اُس نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ نصرانیت قبول کرلو، میں تمہیں اِقْبَد ار میں بھی شریک کر لوں گا اور اپنی بیٹی کا رشتہ بھی دوں گا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”اگر تو اپنا تمام مال و ملکیت بلکہ اس کے



ساتھ اہل عرب کی ساری کی ساری دولت بھی اگر اس شرط پر دے کہ میں ایک لمحہ کے لیے اپنے پیارے پیارے آقا، مکی مدنی مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دین سے پھر جاؤں تو پھر بھی میں قبول نہیں کروں گا۔“ بادشاہ نے کہا کہ میں تمہیں قتل کروں گا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جو چاہو کرو۔ چنانچہ بادشاہ کے حکم سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سولی پر لٹکا دیا گیا اور تیر اندازوں کو کہا کہ ان کے ہاتھوں اور پاؤں پر آہستہ آہستہ چوٹیں لگاؤ۔ انہوں نے ایسا کرنا شروع کیا، اس دوران بادشاہ برابر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نصرائیت (یعنی کر سچین مذہب) پیش کرتا رہا لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صبر و استقلال کا دامن مضبوطی سے تھامے ہوئے ڈٹے رہے۔ پھر اُس نے سولی سے اتارنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے تانبے کی ایک دیگ چپانے کا حکم دیا اور ایک مسلمان قیدی کو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے پختی ہوئی دیگ میں ڈلوادیا اور اُس نے وہیں تڑپ کر جان دے دی۔ اس کے بعد پھر بادشاہ نے کوشش کی کہ یہ نصرائیت (یعنی کر سچین مذہب) قبول کر لیں لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صاف انکار کر دیا۔ آخر بادشاہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی گرما گرم دیگ میں ڈالنے کا حکم دے دیا۔ جب جلاد انھیں اٹھا کر اس پختی ہوئی دیگ کی طرف دیگ میں ڈالنے کا حکم دے دیا۔ جب جلاد انھیں اٹھا کر اس پختی ہوئی دیگ کی طرف لیجا رہے تھے تو بے ساختہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ یہ دیکھ کر بادشاہ کو کچھ اُمید پیدا ہوئی کہ شاید اب اسلام کو چھوڑ کر میرا مذہب قبول کر لیں گے۔ اس نے واپس لانے کا حکم دیا، رونے کی وجہ پوچھی۔ لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فرما کر اس کی امیدوں پر پانی پھیر دیا کہ مجھے رونا اس بات پر آیا کہ میری صرف ایک ہی جان ہے جسے آگ میں ڈالا جا رہا ہے، کاش! میرے پاس اتنی جانیں ہوتیں جتنے میرے جسم پر بال ہیں اور میں سب کو راہ خدا میں قربان کر دیتا۔

بادشاہ (صحابی رسول کی زبردست استقامت دیکھ کر حیرت میں پڑ گیا اور اس نے کہا: اس طرح کرو کہ میرے سر کو بوسہ دے دو میں تمہیں آزاد کر دوں گا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کیا میرے ساتھ سارے مسلمان قیدیوں کو بھی رہا کر دو گے؟ اُس نے کہا: ہاں۔ چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس کے سر کو چوما۔ بادشاہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور تمام مسلمان قیدیوں کو آزاد کر دیا۔

(تاریخ دمشق لابن عساکر ج 27 ص 359 وغیرہ ملخصاً)

ترے نام پر سب کو دارا کروں میں

دیکھا آپ نے! صحابی رسول حضرت سیدنا عبداللہ بن خذافہؓ بھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ استقامت کے کس قدر زبردست پہاڑ تھے، شریعت کی دی ہوئی رخصت کے مطابق توریہ کے ذریعے اپنی جان بچانے کیلئے راضی نہ ہوئے بلکہ عزیمت پر عمل کرتے ہوئے اپنے موقف (نقطہ نظر) پر ڈٹے رہے، اور اگر غم تھا، صدمہ تھا، تڑپ تھی تو یہ تھی کہ کاش میرے رُوعیں رُوعیں میں ایک ایک جان ہوتی اور میں اپنی کروڑوں جانوں کو اپنے پیارے پیارے اللہ رَحْمَن عَزَّ وَجَلَّ پر قربان کر دیتا۔ پھر جب عزیمت پر قائم رہتے ہوئے جان بچنے کی صورت درپیش ہوئی تب بھی فقط اپنی فکر نہ کی بلکہ مسلمانوں کی زبردست خیر خواہی کی مثال قائم کرتے ہوئے سارے ہی مسلمان قیدیوں کی رہائی کی ترکیب فرمائی۔

یہ اک جان کیا ہے اگر ہوں کروڑوں  
ترے نام پر سب کو دارا کروں میں

## الحديث الأربعون دنیا کی بے ثباتی

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمُتَكَبِّئِي فَقَالَ: كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ. وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: إِذَا أُمْسَيْتَ فَلَا تَلْتَظِرِ الصُّبْحَ، وَإِذَا أَصْبَحْتَ فَلَا تَلْتَظِرِ الْمَسَاءَ. وَخُذْ مِنْ صَهْتِكَ لِمَرِّطِكَ، وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی: کن فی الدنیا کانک غریب... إلخ، ر: 6416، 4/223)

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا کندھا پکڑ کر فرمایا دنیا میں یوں رہو گویا تم مسافر ہو یا راستہ طے کرنے والے ہو۔ حضرت ابن عمر فرماتے تھے کہ جب تم شام پالو تو صبح کے منتظر نہ رہو اور جب صبح پالو تو شام کی امید نہ رکھو اور اپنی تندرستی سے بیماری کے لیے اور زندگی سے موت کے لیے کچھ توشہ لے لو۔ (بخاری)

### حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں

کہ:

یعنی جیسے مسافر منزل اور وہاں کی زیب و زینت سے دل نہیں لگاتا کیونکہ اسے آگے جانا ہوتا ہے ایسے ہی تم یہاں کے انسان اور سامان سے دل نہ لگاؤ، ورنہ

مرتے وقت ان کے چھوٹنے سے بہت تکلیف ہوگی۔ صوفیاء جو فرماتے ہیں کہ ”مُحِبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْإِيمَانِ“، یعنی وطن کی محبت ایمان کا رکن ہے وہاں وطن سے مراد جنت ہے یعنی اصلی وطن یا مدینہ منورہ کہ وہ مؤمن کا روحانی وطن ہے۔

۲۔ حضرت ابن عمر یہ اپنے نفس سے خطاب کرتے تھے کہ زندگی کی لمبی امیدیں نہ باندھو ہر نماز آخری نماز سمجھ کر پڑھو، تندرستی اور زندگی کو غنیمت جانو جس قدر ہو سکے اس میں نیکیاں کمالو، ورنہ بیماری میں اور موت کے بعد کچھ بن نہ پڑے گا۔ شعر

کر جوانی میں عبادت کا پٹی اچھی نہیں  
جب بڑھاپا آ گیا پھر بات بن پڑتی نہیں  
ہے بڑھاپا بھی غنیمت جب جوانی ہو چکی  
یہ بڑھاپا بھی نہ ہوگا موت جس دم آگئی

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۲ ص ۸۲۸)

فکر آخرت کے متعلق فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے لوگو! یقیناً دنیا تمہارے لئے جائے عمل ہے تو اپنے اعمال کو بخوبی پورا کرو۔ اور تمہارا ایک انجام (موت) ہے تو اپنے انجام کی تیاری کرو۔ مسلمان دو خوفوں کے درمیان رہتا ہے (۱) ایک اُس مدت کا خوف جو گزر چکی، وہ نہیں جانتا کہ اللہ عزوجل نے اس کے بارے کیا فیصلہ فرمایا ہے۔ اور (۲) دوسرے اس مدت کا خوف جو ابھی باقی ہے، وہ نہیں جانتا کہ اللہ عزوجل اس کے ساتھ کیا معاملہ فرماتا ہے پس بندے کو چاہیے کہ دنیا میں بڑھاپا آنے سے قبل جوانی ہی آخرت کے لئے زادِ راہ اکٹھا کر لے، کیونکہ تم آخرت کے لئے پیدا کئے گئے ہو اور دنیا تمہارے لئے بنائی گئی ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت

میں میری جان ہے! موت کے بعد (عبادت کے لئے) تھکنے کا کوئی موقع نہیں اور دنیا کے بعد جنت اور دوزخ کے علاوہ کوئی گھر نہیں میں اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمہارے لئے استغفار کرتا ہوں۔

(شعب الایمان، باب فی الزحد و قصر الال، الحدیث ۱۰۵۷۱، ص ۳۶۰)

### لمبی امید

حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت اسامہ بن زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سودینار کے عوض ایک مہینے کے لئے ایک باندی خریدی تو میں نے حضو نبی اکرم، رسول محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ”کیا تم اسامہ پر تعجب نہیں کرتے جو مہینے کا سودا کرتا ہے، یقیناً اسامہ لمبی امید والا ہے، اس ذات پاک کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! جب میں اپنی آنکھیں جھپکتا ہوں تو یہ گمان کرتا ہوں کہ کہیں میری پلکیں کھلنے سے پہلے ہی اللہ عزوجل میری روح قبض نہ فرمالے اور جب اپنی پلکیں اٹھاتا ہوں تو یہ گمان ہوتا ہے کہ کہیں انہیں جھکانے سے پہلے ہی موت کا وعدہ نہ آجائے اور جب کوئی لقمہ منہ میں ڈالتا ہوں تو یہ گمان کرتا ہوں کہ موت کا اچھو لگنے (یعنی موت آنے) سے پہلے اسے نہ نکل سکوں گا، اے لوگو! اگر تم عقل رکھتے ہو تو اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرو، کیونکہ تم سے جو وعدہ کیا جاتا ہے وہ ہو کر رہے گا۔“ راوی کہتے ہیں کہ حضرت سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس باندی کو اپنا ہاتھ تنگ ہونے کی وجہ سے خریدا تھا (یعنی اس وقت مال موجود تھا، بعد میں نہیں خرید سکتے تھے)

(شعب الایمان، باب فی الزحد و قصر الال، الحدیث ۱۰۵۶۳، ص ۳۵۵)

دنیا کی مذمت پر فرامین صحابہ رضی اللہ عنہم

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

(۱) حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطبہ دیتے وقت ارشاد فرمایا کرتے تھے: ”اپنی جوانی پر نازاں خوبصورت چہروں والے کہاں گئے؟۔۔۔۔۔ کہاں گئے وہ بادشاہ جنہوں نے بڑے بڑے شہر تعمیر کئے اور ان کی حفاظت کے لئے اونچی اونچی دیواریں بنائیں؟۔۔۔۔۔ اور کدھر چلے گئے وہ لوگ جو جنگی معرکوں میں فتح اور غلبہ پاتے تھے؟۔۔۔۔۔ ان کے اجزاء بکھر گئے جب زمانے نے انہیں تباہ و برباد کر دیا اور وہ قبروں کی تاریکی میں چلے گئے (تو اے لوگو!) اپنی جانوں کو ہلاکت سے بچاؤ اور جلدی کرو۔“

(۲) امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”یقیناً اللہ عز و جل نے تمہارے لئے دنیا کو پھیلا دیا ہے تو تم اس میں سے بقدر ضرورت ہی حصہ لیتا۔“

(۳) ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے والد حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اس وقت وہ مرض الموت میں مبتلا تھے جب حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کا سانس سینے میں اٹکا ہوا دیکھا تو اس کی مثال اس شعر سے بیان فرمائی:

أَمَّاوِيٌّ مَا يُغْنِي الْكِرَاءُ عَنِ الْفَتَى

إِذَا حَضَرَ جُثَّ يَوْمًاوَضَائِي بِهَا الصُّنْدُ

ترجمہ: کیا سخی و بہادر شخص کو اس کا مال و دولت موت کے منہ میں جانے سے بچالے گا، اس دن کہ جب سانس حلق میں اٹک رہا ہوگا اور سینہ تنگ ہو جائے گا۔



حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخرت کے معاملے میں سستی کو بالکل پسند نہ کرتے تھے۔ اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے: ”ہر کام میں آہستگی ہونی چاہیے سوائے آخرت کے معاملے میں۔“

اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے نہیں تھے کہ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے، چنانچہ، ایک بار آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ سے عرض کی: ”اگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ان کپڑوں کے بجائے زیادہ نرم و ملائم کپڑے پہنیں اور اپنے اس کھانے سے زیادہ عمدہ کھانا کھائیں تو کیا حرج ہے؟ کیونکہ اللہ عز و جل نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رزق وسیع کر دیا ہے اور آپ کو خیر کثیر عطا فرمائی ہے۔“ تو امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ”میں تجھے سرزنش کروں گا کیا تمہیں یاد نہیں کہ اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن الغیوب عز و جل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم زندگی کی ٹھاٹھ باٹھ پسند نہیں فرماتے تھے؟“

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی صاحبزادی کو بار بار یہی کہتے رہے حتیٰ کہ انہیں زلادیا پھر ان سے ارشاد فرمایا: ”میں تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ اللہ عز و جل کی قسم! اگر مجھے توفیق ملی تو میں ان دونوں یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح کٹھن زندگی اختیار کروں گا ہو سکتا ہے میں ان کی پسندیدہ زندگی پالوں۔“

حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے آخری خطبہ میں ارشاد فرمایا: ”اے لوگو! یقیناً اللہ عز و جل نے تمہیں دنیا اس لئے عطا فرمائی ہے کہ تم





پھر دنیا کو بوڑھی عورت کے روپ میں جہنم میں ڈال دیا جائے گا تو وہ کہے گی: ”اے اللہ عزوجل! میرے چاہنے والے، میرے پیچھے آنے والے کہاں گئے؟“  
تو اللہ عزوجل ارشاد فرمائے گا: ”اس کے پیچھے بھاگنے والوں اور چاہنے والوں کو بھی اس کے پاس (جہنم میں) پہنچا دو۔“

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: ”کیا میں تمہیں ان دونوں اور دوراتوں کے بارے میں نہ بتاؤں جن کی مثل مخلوق نے نہیں سنی، (۱) ایک دن وہ ہے جب اللہ عزوجل کی طرف سے آنے والا تیرے پاس رضائے الہی عزوجل کا مژدہ لے کر آئے گا یا اس کی ناراضگی کا پیغام۔ اور (۲) دوسرا دن وہ جب تو اپنا نامہ اعمال لینے کے لئے بارگاہ الہی عزوجل میں حاضر ہوگا اور وہ نامہ اعمال تیرے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا یا بائیں میں۔ (اور دوراتوں میں سے) (۱) ایک رات وہ ہے جو میت اپنی قبر میں گزارے گی اور اس سے پہلے اس نے ایسی رات کبھی نہیں گزاری ہوگی۔ اور (۲) دوسری رات وہ ہے جس کی صبح کو قیامت کا دن ہوگا اور پھر اس کے بعد کوئی رات نہیں آئے گی۔

(الأخذ بالقصر فی غل ص ۷۲-۷۳)



## الحديث الحادی والأربعون خواہشات شریعت کی تابع

عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يَكُونَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جُئْتُ بِهِ. حَدِيثٌ حَسَنٌ صَوِيحٌ رَوَيْتَاهُ فِي كِتَابِ الْحُجَّةِ، بِإِسْنَادٍ صَوِيحٍ.

(”توادر الاصول فی احادیث الرسول“، الاصل الثامن والسبعون والمائتان، 4/ 164)

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش میرے لائے ہوئے کے تابع نہ ہو یہ حدیث صحیح ہے جسے ہم نے صحیح اسناد سے کتاب الحج میں روایت کیا۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں

کہ:

۱۔ یعنی مؤمن وہ ہے کہ جس کا عمل میرے احکام کو پسند کرے اور اس کے علاوہ کو ناپسند۔ لائے ہوئے میں حدیث و قرآن کے سارے احکام داخل ہیں کیونکہ یہ سب رب کی طرف سے آئے اور ایمان سے مراد اصل ایمان ہے اور واقعی جو کوئی کسی دینی چیز کو برا جانے وہ کافر ہے اور اس صورت میں حدیث پر نہ کوئی اعتراض ہے اور

نہ کی تاویل کی ضرورت، کوئی گتہ کار، قاسم، بدکار گتہ ہوں گے اچھا اور خیر نہیں  
بھٹا، اسی وجہ سے وہ ممکن رہتا ہے اگرچہ قاسم ہو۔

۱۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو کوئی میری امت تک چالیس حدیثیں پہنچا دے قیامت میں اس کی بخشش ہوگی، اسی لیے علماء حدیثین نے چھٹیں حدیثیں لکھیں۔ امام نووی شارح مسلم نے بھی چالیس جمع فرمائیں جس کا یہاں ذکر ہے۔ (مراۃ المستخرج شرح مشکوٰۃ المصابیح ج ۱ ص ۱۶۵)

اطاعت رسول

یہ بھی ہر امتی پر رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حق ہے کہ ہر امتی ہر حال میں آپ کے ہر حکم کی اطاعت کرے اور آپ جس بات کا حکم دے دیں بال کے کروڑویں حصہ کے برابر بھی اس کی حذف و رزئی کا تصور بھی نہ کرے کیونکہ آپ کی اطاعت اور آپ کے احکام کے آگے سر تسلیم خم کر دینا ہر امتی پر فرض عین ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے کہ

(۱) اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَاَطِيعُوْا الرَّسُوْلَ (پ ۵، س ۵۹)

عجم یا نواسہ کا اور عجم یا نورسول کا۔ (تہذیب)

(2) مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ ابْتَغَىٰ بَخْسًا لِّنَفْسِهِ (٨٠)

جس نے رسول کا حکم مانا ہے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔ (نما)

(۳) اَوْ مِنْ يُرِيعُ اِلَهَهُ وَالرَّسُولَ فَارْتَبِكْ مَعَ الْبَيْتِ اَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِمْ مِنْ

السَّيِّئِينَ وَالصَّادِقِينَ وَالشُّهَدَاءَ وَالصَّالِحِينَ \* وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ۝

(79: 150)

اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے

انعام فرمایا۔ اسی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔ (نہ)



قرآن مجید کی یہ مقدس آیات اعلان کر رہی ہیں کہ اطاعتِ رسول کے بغیر اسلام کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا اور اطاعتِ رسول کرنے والوں ہی کے لئے ایسے ایسے بلند درجات ہیں کہ وہ حضرات انبیاء و صدیقین اور شہداء و صالحین کے ساتھ رہیں گے۔

ہر امتی کے لئے اطاعتِ رسول کی کیا شان ہونی چاہیے اس کا جلوہ دیکھنا ہو تو اس روایت کو بغور پڑھیے۔

### سونے کی انگوٹھی پھینک دی

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ سونے کی انگوٹھی پہنے ہوئے ہے۔ آپ نے اس کے ہاتھ سے انگوٹھی نکال کر پھینک دی اور فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی چاہتا ہے کہ آگ کے انگارہ کو اپنے ہاتھ میں ڈالے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد لوگوں نے اس شخص سے کہا کہ تو اپنی انگوٹھی کو اٹھا لے اور (اس کو بیچ کر) اس سے نفع اٹھا۔ تو اس نے جواب دیا کہ خدا کی قسم! جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس انگوٹھی کو پھینک دیا تو اب میں اس انگوٹھی کو کبھی بھی نہیں اٹھا سکتا۔ (مشکاۃ المصابیح، کتاب اللباس، باب الخاتم، الحدیث: ۴۳۸۵، ج ۲، ص ۱۲۳)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جس طوع و رضا کے ساتھ رسول اللہ عز و جل صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے تھے اس کے متعلق احادیث میں نہایت کثرت سے واقعات مذکور ہیں۔ ذیل کے چند واقعات سے اس کا اندازہ ہو سکے گا۔

ایک بار حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے کپڑے رنگوارہی تھیں، آپ گھر میں آئے، تو اپنے پاؤں واپس ہو گئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اگرچہ منہ سے کچھ نہیں فرمایا تھا، تاہم حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہ

عتاب کو جان گئیں، اور تمام کپڑوں کے رنگ کو دھو ڈالا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک رنگین چادر اوڑھے ہوئے دیکھا تو فرمایا یہ کیا ہے؟ وہ سمجھ گئے کہ آپ نے یہ ناپسند فرمایا۔ فوراً گھر میں آئے اور اس کو چولھے میں ڈال دیا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی الحمرة، الحدیث: ۴۰۷۱، ج ۴، ص ۷۴)

حضرت خرم اسدی رضی اللہ عنہ ایک صحابی تھے جو نیچا تہبند باندھتے تھے اور لمبے لمبے بال رکھتے تھے، ایک روز سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خرم اسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتنا اچھا آدمی تھا، اگر لمبے بال نہ رکھتا، اور نیچا تہبند نہ باندھتا، ان کو معلوم ہوا تو فوراً قینچی منگائی، اس سے بال کترے اور تہبند اونچا کر لیا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب ما جاء فی اسبال الازار، الحدیث: ۴۰۸۹، ج ۴، ص ۸۰)

بیوی سب کو عزیز ہوتی ہے لیکن جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تخلف غزوہ تبوک کی بناء پر تمام مسلمانوں کو حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے قطع تعلق کرنے کا حکم دیا، اور آخر میں ان کو زوجہ سے علیحدگی اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی تو بولے طلاق دیدوں یا اور کچھ؟ لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قاصد نے کہا صرف علیحدگی مقصود ہے، چنانچہ انھوں نے فوراً زوجہ کو میکے میں بھیج دیا۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالک، الخ، الحدیث: ۴۴۱۸، ج ۳، ص ۱۳۸)

شادی کا معاملہ نہایت نازک ہوتا ہے، لیکن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اطاعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان معاملات میں غور و فکر کرنے سے بے نیاز بنادیا تھا، حضرت ربیعہ سلمیٰ رضی اللہ عنہ ایک نہایت مفلس صحابی تھے۔ ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو نکاح کرنے کا مشورہ دیا اور فرمایا: جاؤ انصار کے فلاں قبیلہ میں نکاح کرلو، وہ آئے اور کہا رسول اللہ عز وجل صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلم نے مجھے تمہارے یہاں فلاں لڑکی سے نکاح کرنے کے لئے بھیجا ہے، سب نے ان کا خیر مقدم کیا اور کہا کہ رسول اللہ عز وجل و صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد ناکام نہیں جاسکتا۔ چنانچہ فوراً انھوں نے انکی شادی کروائی اور تحائف دیئے۔ (السند للامام

احمد بن حنبل، حدیث ریضہ بن کعب الاسلمی رضی اللہ عنہ، حدیث: ۱۶۵۷۷، ج ۵، ص ۵۶۹)

رسول اللہ عز وجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے شوہر کے علاوہ دیگر اعزہ کے سوگ کے لئے تین دن مقرر فرمائے تھے، صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے اسکی اس شدت سے پابندی کی جب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی کا انتقال ہو گیا، تو غالباً چوتھے دن انھوں نے خوشبو لگائی، اور کہا کہ مجھ کو خوشبو کی ضرورت نہ تھی لیکن میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے منبر پر سنا ہے کہ کسی مسلمان عورت کو شوہر کے سوا تین دن سے زیادہ کسی کا سوگ جائز نہیں، اس لئے یہ اسی حکم کی تعمیل تھی۔

جب حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد نے انتقال کیا تو انھوں نے تین روز کے بعد اپنے رخساروں پر خوشبو ملی اور کہا مجھے اسکی ضرورت نہ تھی، صرف اس حکم کی تعمیل مقصود تھی۔

(سنن ابی داؤد، کتاب المطلاق، باب اعداد التونی عنہا زوجہا، الحدیث: ۲۲۹۹، ج ۲، ص ۳۲۲)

پہلے یہ دستور تھا کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سفر جہاد میں کسی منزل پر قیام فرماتے تھے تو ادھر ادھر پھیل جاتے تھے، ایک بار آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ تفرق و تشتت شیطان کا کام ہے۔ اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اسکی اس شدت سے پابندی کی کہ جب بھی منزل پر اترتے تھے تو اس قدر سمٹ جاتے تھے کہ اگر ایک چادر تان لی جاتی تو سب کے سب اس کے نیچے آ جاتے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، باب ما یؤمر من انظام العسکر، الحدیث: ۲۶۲۸، ج ۳، ص ۵۸)

غزوہ احزاب میں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ کفار کی خبر لائیں، لیکن ان سے چھیڑ چھاڑ نہ کریں، وہ آئے تو دیکھا کہ ابوسفیان آگ تاپ رہے ہیں، کمان میں تیر جوڑ لیا اور نشانہ لگانا چاہا، لیکن رسول اللہ عز وجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حکم یاد آگیا اور رک گئے۔

(صحیح المسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب غزوۃ الاحزاب، الحدیث: ۱۷۸۸، ص ۹۸۸)

جو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ابورافع بن ابی الحقیق کو قتل کرنے گئے تھے ان کو رسول اللہ عز وجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ اس کے بچوں اور عورتوں کو نہ قتل کریں۔ ان لوگوں نے اس شدت کے ساتھ اس حکم کی پابندی کی کہ ابن ابی الحقیق کی عورت نے باوجودیکہ اس قدر شور کیا کہ قریب تھا ان کا راز فاش ہو جاتا، لیکن ان لوگوں نے صرف آپ کے حکم کی بنا پر اس پر ہاتھ اٹھانا پسند نہ کیا۔ (الموطا امام مالک، کتاب الجہاد، باب النہی عن قتل النساء، والولدان فی الغزو، الحدیث:

۱۰۰۲، ج ۲، ص ۸)



## الحديث الثاني والأربعون رب غفور رحيم

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ يَقُولُ: قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِي وَرَجَوْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ عَلَى مَا كَانَ مِنْكَ وَلَا أَهَابِي يَا ابْنَ آدَمَ لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوبُكَ عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ لَوْ أَتَيْتَنِي بِقِرَابِ الْأَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيتَنِي لَا تُشْرِكُ بِي شَيْئاً لَأَتَيْتُكَ بِقِرَابِهَا مَغْفِرَةً. رَوَاهُ الْإِسْمَاعِيلِيُّ. وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

(”سنن الترمذی“، کتاب الدعوات عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب فی فضل التوبۃ والاستغفار

... إلخ، ر: 3551، 5/319)

روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے اے اولاد آدم جب تو مجھ سے دعا مانگے۔ اور مجھ سے آس لگائے تو میں تجھے تیرے عیوب کے باوجود بخشا رہوں گا<sup>۱</sup> میں بے پردہ ہوں اے ابن آدم اگر تیرے گناہ کنارہ آسمان تک پہنچ جائیں<sup>۲</sup> پھر تو مجھ سے معافی مانگے تو میں تجھے بخش دوں گا کچھ پردہ نہ کروں گا اے اولاد آدم اگر تو زمین بھر کر خطاؤں کے ساتھ ملے مگر ایسے ملے کہ کسی کو میرا شریک نہ ٹھہراتا ہو تو میں زمین بھر بخشش کے ساتھ تیرے پاس آؤں گا<sup>۳</sup> (ترمذی، احمد، دارمی عن ابی ذر) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے غریب ہے۔

## حکیم الامت کے مدنی پھول

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں

کہ:

۱۔ علمائے کرام علیٰ ما کے معنی (باوجود) کرتے ہیں یعنی تیرے کیسے ہی گناہ ہوں میں بخش دوں گا، میں آنے والے کو نہیں دیکھتا بلکہ اپنے دروازے کو دیکھتا ہوں کہ کس دروازے پر آیا۔ صوفیائے کرام اس کے معنی کرتے ہیں مطابق یعنی تجھے تیرے گناہ کے مطابق بخشوں گا چھوٹے گناہ کی چھوٹی بخشش بڑے گناہ کی بڑی بخشش، لاکھوں گناہوں کی لاکھوں بخششیں بلکہ حقیقت تو یہ ہے۔ شعر

گنہ رضا کا حساب کیا وہ اگرچہ لاکھوں سے ہیں سوا  
مگر اے کریم تیرے عفو کا نہ حساب نہ شمار ہے

۲۔ عنان عین کے فتح سے بمعنی بادل اور عین کے زیر سے بمعنی ظاہر اور عنان عین کی جمع بمعنی کنارہ، بعض نسخوں میں اعنان بھی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تو گناہوں میں ایسا گھر جائے جیسے زمین آسمان سے گھری ہوئی ہے کہ ہر طرف تیرے گناہ ہوں بچ میں تو ہو پھر مجھ سے معافی مانگے تو میں تیرے سارے گناہ بخش دوں گا، بلکہ آسمان زمین کی چکی سب کو پیس دیتی ہے اس کے سوا جو رب سے لگ جائے۔ کسی ہندی شاعر نے کیا خوب کہا۔ شعر

چکیا چکیا سب کہیں اور کلیا کہے نہ کوئے جو کلیا سے لاگا اس کا بال نہ بیکا ہوئے  
۳۔ قراب قاف کے زیر یا پیش سے، بمعنی قریب المقدار۔ مشارق میں فرمایا کہ قراب کسرہ سے تلوار کی میان اور سوار کا ہلکا توشہ اور ضمہ سے بمعنی قرب۔ مطلب یہ ہے کہ جیسے رازق ہر مرزدق کو بقدر حاجت روئی دیتا ہے، ہاتھی کو من اور چیونٹی کو کن دیتا ہے، ایسے ہی وہ غفار بقدر گناہ مغفرت عطا فرمائے گا مگر شرط یہ ہے کہ گنہگار ہو



غدار نہ ہو اسی لیے شرط لگائی گئی کہ میرا شریک نہ ٹھہراتا ہو۔ خیال رہے کہ ایسے مقامات پر شرک بمعنی کفر ہوتا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: ”إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ“ ۴۱ اور نبی یا کتاب یا اسلامی احکام میں سے کسی کا انکار درحقیقت رب تعالیٰ کا ہی انکار ہے لہذا حدیث بالکل واضح ہے اور اس میں کفار کی مغفرت کا وعدہ نہیں کفر و مغفرت میں تضاد ہے۔ (مراۃ السانج شرح مشکوٰۃ المعانی، ج ۱ ص ۱۶۵)

### گناہوں سے توبہ

ایسے پُر فتن حالات میں کہ ارتکاب گناہ بے حد آسان اور نیکی کرنا بے حد مشکل ہو چکا ہو اور نفس و شیطان ہاتھ دھو کر انسان کے پیچھے پڑے ہوں، انسان کا گناہوں سے بچنا بے حد دشوار ہے۔ لیکن یاد رکھئے! گناہوں کا انجام ہلاکت و رسوائی کے سوا کچھ نہیں، لہذا! اس سے پہلے کہ پیام اجل آن پہنچے اور ہم اپنے عزیز و اقرباء کو روتا چھوڑ کر اور دنیا کی رونقوں سے منہ موڑ کر، قبر کے ہولناک اور تاریک گڑھے میں ہزاروں مُردوں کے درمیان تنہا جا سکیں، ہمیں چاہیے کہ ان گناہوں سے چھٹکارے کی کوئی تدبیر کریں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے پروردگار عزوجل کی بارگاہ میں سچی توبہ کریں کیونکہ سچی توبہ ایسی چیز ہے جو ہر قسم کے گناہ کو انسان کے نامہ اعمال سے دھو ڈالتی ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:

وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا

تَفْعَلُونَ ۝

ترجمہ کنزالایمان: ”اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا اور گناہوں

سے درگزر فرماتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔“ (پ ۲۵، الشوری: ۲۵)

سرورِ عالم، نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ”الْغَائِبُ مِنَ الذَّنْبِ

كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ۔ یعنی گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے کہ گویا اس نے کبھی کوئی گناہ

کیا ہی نہ ہو۔“ (السنن الکبریٰ، کتاب الشهادات، باب شهادة القاذف، رقم ۲۰۵۶۱، ج ۱۰، ص ۲۵۹)

جبکہ حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”اے ابن آدم! تو نے جب بھی مجھے پکارا اور مجھ سے رجوع کیا، میں نے تیرے گناہوں کی بخشش کر دی اور مجھے اس کی پرواہ نہیں اور اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ آسمان تک پہنچ جائیں، پھر تو مجھ سے مغفرت طلب کرے، تو میں تیری بخشش کر دوں گا اور میری ذات بے نیاز ہے۔ اے ابن آدم! اگر تیری مجھ سے ملاقات اس حالت میں ہو کہ تیرے گناہ پوری زمین کو گھیر لیں، لیکن تو نے شرک کا ارتکاب نہ کیا ہو تو میں تیرے گناہوں کو بخش دوں گا۔“ (جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب ما جاء فی فضل التوبۃ والاستغفار، رقم ۳۵۵۱، ج ۵، ص ۲۱۸)

اور حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے تو اللہ عز و جل لکھنے والے فرشتوں کو اسکے گناہ بھلا دیتا ہے، اسی طرح اس کے اعضاء (یعنی ہاتھ پاؤں) کو بھی بھلا دیتا ہے اور اس کے زمین پر نشانات بھی مٹا ڈالتا ہے۔ یہاں تک کہ قیامت کے دن جب وہ اللہ عز و جل سے ملے گا تو اللہ عز و جل کی طرف سے اسکے گناہ پر کوئی گواہ نہ ہوگا۔ (الترغیب والترہیب، کتاب التوبۃ والزہد، باب الترغیب فی التوبۃ، رقم ۱۷، ج ۴، ص ۴۸)

### رحمت الہی عزّ و جلّ کی وسعت کا بیان

سب خوبیاں اللہ عزّ و جلّ کے لئے جو ایسا ”رَحِیم“ ہے کہ اپنے رحمدل بندوں پر بے انتہاء رحم فرماتا ہے۔ وہ ایسا ”کَرِیم“ ہے جو نافرمانوں پر بھی جو دو کرم کی بارش برستا ہے۔ وہ ایسا ”حَلِیم“ ہے کہ جب کسی گناہ گار کو اپنی لغزش و نافرمانی پر حسرت و ندامت کرتے ہوئے ملاحظہ فرماتا ہے تو اس کی پردہ پوشی فرماتا ہے۔ وہ ایسا ”عَلِیم“ ہے کہ دلوں کے بھید جانتا ہے، نیتوں پر مطلع ہے اور زمین و آسمان کی کوئی

شے بھی اس سے پوشیدہ نہیں۔ وہ ایسا ”عَظِيمٌ“ ہے کہ کسی بھی گناہ کو معاف کرنا اس کے لئے دشوار و مشکل نہیں۔ وہ کسی عیب کو دیکھتا ہے تو محض اپنے فضل و نعت سے چھپا دیتا ہے کیونکہ اس کی رحمت اس کے غضب پر حاوی ہے۔ اس نے مؤمنین کو نندہ اور گمراہی سے نکالنے کے لئے ارشاد فرمایا: ”وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ“ ترجمہ: کنز الایمان: اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہے۔“ (پ ۹، اعراف: ۱۵۶)

پس وہ لغزشوں اور گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ اور جس شخص نے اللہ عز و جل کے حرام کردہ کام کو مجبور ہو کر اختیار کیا وہ گناہگار نہ ہوگا۔ جس نے اس کی بارگاہ میں توبہ کر لی وہ اسے نجات عطا فرمائے گا اور جس نے اس پر توکل و بھروسہ کیا وہ ہر معاملہ میں اسے کافی ہو جائے گا۔

اے توبہ کرنے والو! تمہیں عذاب سے بچنے کی خوشخبری ہو۔ تم اس نعمت پر اللہ عز و جل کا شکر ادا کرو۔ کیونکہ تمہارے رب عز و جل نے اپنی ذات پر رحمت کو لازم کر لیا اور تمہارے لئے سعادت مندی لکھ دی ہے۔ اس نے اپنی معرفت کا ارادہ کرنے والے عارفین کے لئے علم کو ظاہر فرما دیا۔ جنت میں اپنے محبوب بندوں کو اپنے دیدار کی اجازت عطا فرمادی۔ اور انہیں اپنی انسیت و محبت کے جاموں سے سیراب کیا تو وہ اس کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو گئے۔۔۔۔۔، و والدوں نے اللہ عز و جل کے لئے تابعداری اور عاجزی کو لازم کر لیا اور اپنی گذشتہ خطاؤں پر آنسو بہائے تو اس نے ان کے لئے یہ فیصلہ فرما دیا:

قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَةِ اللَّهِ ۖ إِنَّ

اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا ۖ

ترجمہ کنز الایمان: ”تم فرماؤ اے میرے وہ بند و جنہوں نے اپنی جانوں پر

زیادتی کی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بے شک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے۔“

(پ ۲۳، الزمر: ۵۳)۔۔۔ پس اس نے مغفرت کے ذریعے امان کا تاج ان کے سر پر سجا دیا جس سے پہچانے جاتے ہیں۔

اے اپنی زندگی کے ایام غفلت میں ضائع کرنے والے! اے اپنے نامہ اعمال کو گناہوں سے بھرنے والے! اپنے مولیٰ عَزَّ وَجَلَّ کی طرف خلوص دل اور فرمانبرداری نفس کے ساتھ متوجہ ہو جا کیونکہ اس نے عام شفاعت کے مالک، اپنے محبوب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ارشاد فرما دیا ہے:

فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ رَبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ

ترجمہ کنز الایمان: ”پھر اگر وہ تمہیں جھٹلائیں تو تم فرماؤ کہ تمہارا رب وسیع رحمت والا ہے۔“ (پ ۸، الانعام: ۱۳۷)۔۔۔ تو اس نے کتنے ہی گناہ معاف فرمادیئے، کتنے ہی دل خوش کر دیئے اور کتنے ہی پشیمانوں کو سند قبولیت جاری فرمادی۔

حضرت سیدنا زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: ”پہلی امتوں میں ایک شخص کثرت عبادت سے اپنے نفس پر سختی کرتا اور لوگوں کو رحمت الہی عَزَّ وَجَلَّ سے مایوس کرتا۔ جب اس کا انتقال ہوا تو کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں حاضر ہے اور عرض کر رہا ہے: ”اے میرے رب عَزَّ وَجَلَّ! میرے لئے تیری بارگاہ میں کیا (اجر) ہے؟“ تو بارگاہِ خداوندی عَزَّ وَجَلَّ سے جواب ملا: ”آگ۔“ عرض کی: ”میری عبادت و ریاضت کہاں گئی؟“ ارشاد فرمایا: ”تو دنیا میں لوگوں کو میری رحمت سے مایوس کرتا تھا، آج میں تجھے اپنی رحمت سے مایوس کر دوں گا۔“ (جامع معمر بن راشد مع مصنف عبدالرزاق، کتاب الجامع، باب الاقطار، الحدیث ۲۸۷۲۰، ج

۱۰، ص ۲۶۱)

سیدنا وحشی اور ان کے دوستوں کا قبول اسلام

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، اللہ کے محبوب،

وانائے عُیُوب، مُتَزَّہٌ بِمَعْنِ الْعُیُوبِ عَزَّ وَجَلَّ صَلَّى اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے وحشی کی طرف ایک قاصد بھیجا جو اس کو اسلام کی دعوت دے۔ جب وحشی کو پیغام ملا تو اس نے عرض کی: ”اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)! آپ کیسے مجھے دعوت اسلام دے رہے ہیں؟ حالانکہ آپ تو فرماتے ہیں کہ ”جس نے کسی جان کو قتل کیا یا شریک ٹھہرایا یا زنا کیا قیامت کے دن اس کے لئے عذاب دگنا کر دیا جائے گا اور وہ ہمیشہ اسی میں رہے گا۔“ میں نے تو یہ سب کام کئے ہیں، کیا میرے لئے کوئی رخصت ہے؟ تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی:

إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا

ترجمہ کنز الایمان: ”مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے۔“

(پ ۱۹، الفرقان: ۷)

حضور نبی پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بذریعہ قاصد یہ آیت مبارکہ وحشی اور اس کے دوستوں کی طرف بھیجی تو اس نے عرض کی: ”یہ شرط تو بہت سخت ہے، ممکن ہے میں اس پر عمل نہ کر سکوں، کیا اس کے علاوہ (کوئی رخصت) ہے؟“ تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ

ترجمہ کنز الایمان: ”بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے

اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے۔“ (پ ۵، النساء: ۴۸)

یہ آیت مبارکہ جب وحشی کی جانب بھیجی گئی تو اس نے پھر کہا: ”ابھی یہ شبہ باقی ہے کہ مجھے نہیں معلوم کہ میری مغفرت بھی ہوگی یا نہیں؟ کیا اس کے علاوہ (کوئی رخصت) ہے؟“ تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی:

قُلْ لِّلْعِبَادِیَ الذِّیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۚ



اللّٰهُ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا ۖ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝

یہ آیت وحشی اور اس کے دوستوں کی طرف بھیجی گئی تو وحشی نے کہا: ”ہاں! یہ (ہماری بخشش کی گارنٹی) ہے۔“ چنانچہ، وہ اور اس کے دوست حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر لیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی: ”یا رسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا یہ حکم خاص ان لوگوں کے لئے ہے یا تمام مسلمانوں کے لئے؟“ ارشاد فرمایا: ”یہ تمام مسلمانوں کے لئے ہے۔“

(المعجم الکبیر، الحدیث ۱۱۴۸۰، ج ۱۱، ص ۱۵۷)





علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائل میں حاصل  
کرنے کے لئے

”فقہ حنفی PDF BOOK“

چینل کو جوائن کریں

<http://T.me/FiqahHanfiBooks>

عقائد پر مشتمل پوسٹ حاصل کرنے کے لئے

تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن کریں

<https://t.me/tehqiqat>

علماء اہلسنت کی نایاب کتب گوگل سے اس لنک

سے فری ڈاؤن لوڈ کریں

[https://archive.org/details/](https://archive.org/details/@zohaibhasanattari)

[@zohaibhasanattari](https://archive.org/details/@zohaibhasanattari)

طالب دعا۔ محمد عرفان عطاری

زohaib حسن عطاری